

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ



سال چارم شمارہ (۱۳) شوال، ذی قعده، ذی الحجه ۱۴۲۳ھ آکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۲۲ء

پیشکش: مجمع جهانی تقریب مذاہب اسلامی

نگران اعلیٰ: آیت اللہ محمد علی تینیری

مدیر مسئول: علی اصغر احمدی

علمی گروہ کی زیر نگرانی



چیف ایڈیٹر: سید احتشام عباس زیدی

سماں: "شور اتحاد" مسلمانوں کے درمیان اتحاد کو مستحکم بنانے نیز عالم اسلام کو فقیہ، حقوقی، کلامی، فلسفی،

تاریخی و... میدانوں میں درپیش مشکلات اور دشواریوں کے حل کے لئے نی راہیں کھوتا ہے۔

یہ مجلہ مذکورہ بالا اغراض و مقاصد کے متعلق لکھنے والے علمی متقاولوں کا استقبال کرتا ہے۔

یہ مجلہ مقالات کی ایڈیشنگ اور تبلیغ میں آزاد ہو گا۔

محلہ کے مطالب نقل کے جاسکتے ہیں لیکن حوالہ ضروری ہے۔

ایڈریس: تهران، خیابان آیت اللہ طالقانی، شمارہ ۳۵ "مجمع جهانی تقریب مذاہب اسلامی" معاونت فرهنگی و پژوهشی

تلی فون: ۰۰۹۸\_۲۱\_۸۸۳۲۱۲۱\_۸۸۸۲۲۵۳۲\_۸۸۳۲۱۲۱\_۸۸۳۲۱۲۱\_۰۰۹۸

قلم: خیابان ساحلی، بخش لواسانی ۱، پاک ارکوڈ پوسٹ ۷۳۷۱۶۲۵\_۰۰۹۸\_۲۵۱\_۷۷۵۵۲۳۵\_۰۰۹۸\_۲۵۱\_۷۷۵۵۲۳۵

ایمیل andisheh@taqhrib.org

### قیمت فی مجلہ

سالانہ

بندوستان ۱۰۰ روپے	.....
پاکستان ۱۰۰ روپے	.....
یورپی ممالک ۵، ڈالر	.....

## فہرست

۵	باطل طاقتوں کے خلاف قیام کا مرکز ..... اداریہ	✿
<b>فکر و شعور</b>		
۱۱	اسلام اور علاقائی و بین الاقوامی تعاون ..... آیت اللہ محمد علی تنجیری	✿
۲۳	شفاعت سے متعلق شیعہ و سنی روایات ..... علی اشرف کرمی	✿
۳۵	اہل سنت کی نگاہ میں امام علیؑ کی فقہی سیرت ..... محمد علی خیر الہی	✿
۴۵	بنے نظیر اسلامی کانفرنس ..... ابو جواد زیدی	✿
۶۷	اسلام کے گلو بلا نزیش کا چہرہ ..... محمد علی قاسمی	✿
۹۵	صہیونزم کی پیدائش اور تکمیل ..... محترمہ: ع۔ م	✿
۱۱۱	شقائق زوال قرآن کے آئینہ میں (۲) ..... محمد علی قاسمی	✿
۱۲۱	اسلامی مدرسات کی توہین محرکات اور (۲) ..... سید مجیب الرحمن زیدی	✿
<b>اتحاد کے علمبردار</b>		
۱۳۱	آیت اللہ طالقانی ..... عز الدین رضا نژاد	✿
۱۵۵	شیخ محمد بن حیث مطیع، تقریب پسند عالم ..... ع۔ ر۔ امیر دہی	✿
<b>عالم اسلام کا تعارف</b>		
۱۶۵	بوسنیا و ہرزگوین بیسویں صدی میں (۳) ..... عز الدین رضا نژاد	✿
<b>ایک کتاب کا خلاصہ و تبصرہ</b>		
۱۸۷	قرون وسطی میں یورپ پر اسلام کے اثرات ..... ولیم موٹگمری و اٹ	✿

## باطل طاقتوں کے خلاف قیام کا مرکز

ہزاروں سال پہلے خداوند عالم نے اپنے بندے ابراہیمؑ کو اپنے گھر کی تعمیر کا حکم دیا۔ ارشاد ہوا:

﴿...أَنْ طَهِّرَا بَيْتِي لِلطَّائِفَيْنَ وَالْعَاكِفَيْنَ وَالرُّكْعَيْنَ وَالسُّجُودَ﴾ (بقرۃ / ۱۲۵)

”میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف انجام دینے والوں اور رکوع و سجود کرنے

والوں کے لئے ظاہر کرو“

ایک گھر کی تعمیر اک عام سی بات ہوتی ہے اور ہر شخص یا کام انجام دیتا ہے، لیکن یہ گھر کوئی عام گھر نہیں تھا، یہ اللہ کا گھر تھا [طہر بیت]، تمام انسانوں کا گھر تھا [وضعیت اس]، یعنی یہ وہ گھر ہے کہ جو اولین سے لے کر آخرین تک تمام انسانوں کا گھر ہے، ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، موسیؑ، عیسیؑ، اور محمدؐ عربی کا گھر ہے۔ یہ گھر اللہ کے تمام بندوں کا ہے کسی خاص گروہ یا کسی خاص مذہب سے وابستہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابراہیمؑ خلیل اللہ کو اللہ کے گھر کی تعمیر کے بعد حکم ہوا:

﴿وَأَذْنُ فِي النَّاسِ بِالْحَجَّ يَأْتُوكَ رِجَالٌ...﴾ (حج / ۲۷)

”لوگوں کو اللہ کے گھر کی طرف آنے کے لئے پکارو، وہ تم تک ہر طرف سے آئیں گے“

ابراہیمؑ خلیل اللہ کی آواز اذان نصائی کائنات میں گھنختی چلی گئی اور اس آواز نے زماں، مکانوں اور نسلوں کی حدود کو پار کیا آج بھی یہ آواز خانہ خدا کی طرف قصد کرنے والوں کو بلاتی ہے۔ جو لوگ اس آواز کو سننے ہیں اور اللہ کے گھر کی طرف قدم بڑھاتے ہیں وہ پورے شوق کے ساتھ اس آواز پر لیک کہتے نظر آتے ہیں

[ لَيْكَ اللَّهُمَّ لَيْكَ لَيْكَ لَيْكَ لَكَ لَيْكَ ... ] تُقْنِي اطِيف بات ہے کہ خداوندِ عالم اپنے بندے ابراہیمؑ کو لوگوں کو پکارنے اور اذان دینے کا حکم دیتا ہے اور پھر فرماتا ہے کہ تم اذان دو گے تو لوگ تمہاری طرف آئیں گے۔ کیا واقعی لوگ بندے کی طرف آتے ہیں یا خدا کی طرف؟ بندہ اگر الٰہی ہو جائے اور اطاعت پروردگار کا سرپا بن جائے تو اس کی اذان خود اس کی طرف دعوت نہیں ہوتی بلکہ اللہ کی طرف دعوت ہوتی ہے لیک کہنے والے ابراہیمؑ کو لیک نہیں کہتے بلکہ اپنے پروردگار کو لیک کہتے ہیں اور اپنے خدا کے گھر کی طرف آتے ہیں۔ لفظ اذان سب سے پہلے جناب ابراہیمؑ کے لئے قرآن میں ذکر کیا گیا ہے اور آنحضرت کے لئے یہی اذان مسجد کے مناروں سے پانچ وقت بلند ہوتی ہیں اذان بندے دیتے ہیں اور لوگ اللہ کی طرف دوڑتے۔

لیکن دیکھایا گیا ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگ نہ ابراہیمؑ کی آواز اذان کو سنتے ہیں اور نہ اس آواز پر لیک کہتے ہیں یوں ہی مسجدوں کے مناروں سے ہر روز بلند ہونے والی اذان میں بھی دنیا کے بہت سے انسانوں کے کانوں تک نہیں پہنچتیں اور یا اگر پہنچتی بھی ہیں تو ان پر توجہ نہیں ہوتی گویا ﴿ وَ فِي آذانِهِمْ وَ قَرَا ﴾ ان کے کانوں پر پردے پڑتے ہوئے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ وہ انسان جو خلیفۃ اللہ خلق کیا گیا تھا اور حس نے عالم ذریں اللہ کی بندگی کی شہادت دی تھی وہ ایسا کیوں ہو گیا؟

آخر یہ انسان ابراہیمؑ اور ان کی اذان کو کیوں بھول گیا؟! موئیؑ اور عسیؑ کی ہدایت کو کیوں بھول گیا؟! محمد عربیؓ کی سراپا رحمت شخصیت کا دشن کیوں بن گیا؟! آخر وہ اپنے آپ کو کیوں بھول گیا؟!

اصل میں حج کی طرف بلانے والی ابراہیمؑ اذان ازل میں بندگی کرنے والوں کو ان کی عملی شہادت کے لئے پکارتی ہے اور بندگی اور اخلاق کا نمونہ بن کر لیک کہتے ہوئے حج کے لیے جانے والے افراد حقیقت حج سے آشنا ہوتے ہیں اور اس بندگی کی روح یعنی کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت کے رمز سے آشنا ہوتے ہیں خدا کی بندگی کا مل جل کر اقرار کرتے ہیں اور اپنی کثرت کو وحدت کا رنگ دیتے ہیں بندوں کے اسی اتحاد فکر، اتحاد اعتماد اور اتحاد عمل سے انھیں عروج و کمال حاصل ہوتا ہے۔ بے شمار قویں اور ملتیں اس روحاںی اور معنوی آئینہ میں اپنے حال اور مستقبل کی درخشش تصویریں دیکھتی ہیں۔

حج کا عظیم اجتماع اپنے اس اتحاد فکر و اتحاد عمل پر ہی کامل نہیں ہوتا بلکہ یہ بات عصرِ محمدیؐ میں ہی عملی شکل اختیار کر گئی تھی کہ حج تہا خدا کی بندگی کے اقرار کا نام نہیں بلکہ حج اس وقت مکمل ہو گا جب اس اطاعت کے اقرار کے ساتھ مشرکین سے برائت کا اظہار بھی کیا جائے ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَ اذْانٌ مِّنَ اللَّهِ وَ رَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحِجَّةِ الْأَكْبَرِ إِنَّ اللَّهَ بِرَبِّهِ مُّنَزَّلٌ ﴾



### المشركین و رسوله ﷺ

”حج اکبر کے دن لوگوں میں اللہ اور اس کے رسول کی اذان یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول  
مشرکوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہیں،“ (توبہ ۳)

افسوس کر حج کے لئے بہت سے آنے والے نصر حج کی روح سے آگاہ نہیں ہوتے بلکہ انھیں اس حقیقت سے آگاہ ہونے بھی نہیں دیا جاتا۔ بے معنی حرام، بے روح تلبیہ، بے مفہوم طواف، لا حاصل سعی، بے معرفت عرفات، بے ہدف ری اور غیر جذباتی قربانی۔ نہ حج ہے نہ عبادت، ایسے حاجی ایمان اور شرک کے درمیان فاصلوں کو محسوس نہیں کر پاتے اور خدا کے دشمنوں کی سرپرستی و دوستی کو اپنے لئے جائز اور بہتر سمجھتے ہیں، جبکہ قرآن کریم کی یہ آزاد فضائے کائنات میں گونج رہی ہے:

﴿وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا الصَّارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ (بقرہ ۱۲۰)

یہی وجہ ہے کہ خدا دشمن اشکباری طاقتوں انسانوں کو اس طرح اپنا مطیع بناتی ہیں کہ انھیں خود سے چھین لیتی ہیں، انھیں اپنے آپ سے غافل کر دیتی ہیں، ان کی آنکھوں کو اندھا، کانوں کو بہرا، زبانوں کو گونگا اور دل کو کالا بنادیتی ہیں؛ پھر خود ان پر مسلط ہو کر خود اپنا اسیر اور غلام بناتی ہیں۔ لیکن یہ سلسلہ، ہمیشہ باقی نہیں رہتا۔ جب بھی انسان کا خیر بیدار ہوتا ہے اور وہ اپنے جیسے انسانوں کی بندگی کی زنجیریں توڑ کر الہی بندگی کی آزاد فضائیں سانس لیتے ہیں تو انھیں اللہ کی تمام عبادتوں میں زندگی کے جلوے نظر آتے ہیں اور حج کی حقیقی نورانیت ان کے سامنے جلوہ کر ہو جاتی ہے، پھر انھیں کعبہ مرکز کائنات نظر آتا ہے اور تلبیہ سارے خداوں سے نفعی کے بعد خدائے وحدہ لا شریک کی بارگاہ میں لبیک لبیک کا اقرار نظر آتا ہے پھر وہ حج کے تمام ارکان کی بجا آوری میں اپنی روح کی توانائی کا احساس کرتے ہیں پھر وہ لاکھوں انسانوں میں خود کو تہبا محسوس نہیں کرتے بلکہ اپنے آپ کو پورے عالم اسلام کی اکائی محسوس کرتے ہیں۔ طواف میں پوری امت مسلمہ کی بندگی کا احساس جاگتا ہے اور ستمی میں پوری امت مسلمہ کے لئے جدو جہد کے ولوں پیدا ہوتے ہیں، رمی میں شیطان کے سابل کو نکریاں مارتے ہوئے تمام باطل اور انسان دشمن شیطانی طاقتوں سے نفرت کے جذبات ابھرتے ہیں۔ یہی وہ راز ہے جسے اشکباری واستعماری طاقتوں پسند نہیں کرتیں اور اپنے مسلمان نما ہماؤں کے ذریعہ حج کو بے روح بنائے رکھنے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں جبکہ خداوند عالم نے کعبہ کو تمام انسانوں کے لئے باطل طاقتوں کے خلاف قیام کا مرکز قرار دیا ہے:

﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَاماً لِلنَّاسِ ...﴾ (ما نہ ۹۷)

اسلامی انقلاب کی کامیابی سے پہلے تک حج ایک بے روح عبادت ہوا کرتا تھا، لیکن اسلامی انقلاب کے

بانی حضرت امام خمینیؑ نے ہر سال مناسک حج میں برائت مشرکین کا اضافہ کیا یاد رہے کہ حج بیت اللہ میں مشرکین سے برأت کے اظہار کی بنیاد خود عصر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قرآن کریم کے ذریعہ پڑی اور خود خدا نے پیغام وحی کے ﴿--- ان اللہ برعیء من المشرکین و رسوله﴾ ذریعہ آخرست کو اس کی اہمیت کا احساس دلایا اور حتیٰ مشرکین سے برأت کے اظہار کا پیغام پہنچانے اور عبہ کے نزدیک ایام حج میں آیات برأت کی تلاوت کے سلسلہ میں شخصیت کے انتخاب سے متعلق بھی بڑی احتیاط سے کام لیا اور اس کے بعد سے مسلمانوں کے لئے یہ بات طے ہو گئی کہ اپنے واقعی مسلمان ہونے کا اظہار کرنے کے لئے حج میں بلکہ پوری زندگی میں فکری و نظریاتی طور پر ہی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی مشرکین سے برأت کا اظہار کریں۔

لیکن حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت اور سلسلہ خلافت راشدہ کے خاتمه کے بعد جب سے خلافت ملوکیت میں تبدیل ہوئی اسلام کے تمام عبادی امور کی طرح حج کے اركان بھی بے روح اعمال میں تبدیل ہو گئے ہی سلسلہ جاری رہتا اور مسلمان قوموں اور ملتوں پر مسلط مسلمان نما استبدادی طاقتوں اپنے کافروں مشرک استعماری طاقتوں کی محبت میں دین، عبادات اور حج کو یوں ہی بے روح بنائے رکھتیں لیکن بانی انقلاب حضرت امام خمینیؑ نے آج سے ۳۲ سال پہلے ابراہیمی اور محمدی آوازوں سے آواز ملا کر ایک بار پھر حج میں مشرکین سے برأت کے اظہار کا اعلان کرتے ہوئے اس عظیم عبادت کو دوبارہ زندہ کر دیا اور مسلمانوں کے ذریعہ اس کے عملی اظہار کے نتیجہ میں حج کو اس کا حقیقی مفہوم عطا کیا۔ آج مسلمان قومیں اور ملتیں اپنے اوپر مسلط داخلی اور بیرونی طاقتوں کو نہ صرف پہنچانے لگی ہیں بلکہ ان کے خلاف آوازیں بلند کرنے لگی ہیں اور وہ دن دور نہیں جب پورے عالم اسلام میں اسلامی بیداری اور مستشاری پسپا کے آثار نظر آنے لگیں۔



گردنیز





# اسلام اور علاقائی و بین الاقوامی تعاون

آیة اللہ محمد علی تنجیری

ترجمہ: سید احتشام عباس زیدی

## خلاصہ:

تعاون اور ہمکاری اسلامی معاشرے کے نمایاں امتیازات میں سے ہے لیکن اس امتیاز کے بین الاقوامی اور علاقائی سطح پر ہونے کے لئے مزید جبجو اور تحقیق کی ضرورت ہے۔

مقالہ نگارنے اس مقالہ میں اس طرح کے بین الاقوامی تعاون کے تحقیق کے لئے چند شرطیں قرار دی ہیں من جملہ: طرفین کا کافی حد تک صاحب قدرت ہونا طرفین کے درمیان اعتماد اور بھروسہ کی فضیا ہموار اور مشترک اغراض و مقاصد اور مشترکہ میدانوں کا وجود۔

دینی و معنوی جذبہ اور عام مصلحت اس تعاون کا سرچشمہ ہے اور مادی گرائی بغیر دنیاسازی کا ماحول راجح کرنا جو کہ سرمایہ داری کا کامل نمونہ ہے اس قسم کے تعاون میں رکاوٹ شمار ہوتا ہے۔ اس مقالہ کے اختتام پر اسلام میں تعاون، امداد بہبی، علاقائی اور بین الاقوامی، دینی و معنوی جذبہ مادیت کا ماحول، دنیاسازی۔

## مقدمہ

تعاون اور امداد بہبی سے متعلق گفتگو کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اسلام نے واضح طور سے اس کی دعوت دی ہے اور بہت سے اسلامی متون میں اس کی تاکید کی گئی ہے، لیکن علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر تعاون اور اس سلسلہ میں اسلام کا کردار ایسا نکتہ ہے جس پر غور و فکر اور تحقیق کی ضرورت ہے۔ اس تعاون کے شائستے،

مفید اور سازگار طور پر عملی ہونے کے لئے بعض عینی شرطوں کا ہونا ضروری ہے جو مختلف انسانی ارادوں اور اہداف کی حاصل ہوں۔ اسی طرح اس راہ میں موجود کافلوں کو ہٹایا جائے، تعاون کی راہ میں اثر انداز پھلوؤں کی شناخت کی جائے، اور وسیع سے وسیع پیمانے پر تعاون کو عملی کرنے کی خاطر عاقلانہ اور دقیق منصوبہ بنایا جائے۔

### ضروری شرائط

یہ عینی شرائط حسب ذیل ہیں:

۱۔ کافی حد تک قدرت و طاقت والا ہونا، اس لئے کہ مثال کے طور پر کسی مقرر و معین مالی پروجکٹ سے متعلق ایک ناتوان کاسی تو انا شخص کے ساتھ تعاون یا کسی محتاج کا ایک مالدار کے ساتھ تعاون کوئی مطلب نہیں رکھتا، اسی لئے جو قوم انسانی تمدن کی راہ میں مشارکت کی خواہاں ہے اس کے پاس بہتر امکانات اور قدرت و طاقت ہونی چاہئے۔

۲۔ طرفین کے درمیان اعتماد کا ماحول ہونا، اس لئے کہ تعاون کا سرچشمہ انسانی مقاصد ہیں جو مشترک ہدف کے تحقق کی خاطر عاطفی تعلقات پر استوار ہیں اور یقیناً یہ امر شک و شب، جھوٹ، ریا کاری اور دھڑکہ دھڑکی کے ماحول میں میسر نہیں ہو سکتا ہے۔

۳۔ مشترکہ اہداف اور میدانوں کا وجود، اس لئے کہ اس کے بغیر کسی طرح کے تعاون کا تصور بھی محال ہے۔

ہم آپنگ قدر یہ

اس سے مقصود وہ اقدار ہیں جو مشترکہ ہم یاری اور تعاون کی راہ میں آگے بڑھنے کے لئے ہرچوڑے یا بڑے معاشرے میں عام ہیں اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ دوسروں کے ساتھ گفتگو کی ضرورت اور ان کے نظریات و افکار کی شناخت کر کے انھیں دوسروں تک منتقل کرنے کی ضرورت:

خداوند عالم نے انسان کو وہ طاقت اور قوت عطا فرمائی ہے کہ غور و فکر نئے نظریات کی تخلیق، گم شدہ راہ کا اکشاف کر کے نئے حقائق سے رہائی پا کر عقل و خود سے مدد لیتے ہوئے ہر ایک کے لئے کوشش اور منصوبہ بنندی کے ذریعہ اس طاقت کو استعمال کیا جاسکتا ہے، اسی طرح انسان کے چند غریبی جذبے ہوتے ہیں جو اسے نا آشنا چیز سے متعلق جتو اور چیزیہ مسائل کی شناخت کی دعوت دیتے ہیں ساتھ ہی ساتھ اخلاقی و معنی قدرت اور دگرگوں



طبعیت پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے مادی و عملی توانائی اور عقلی طاقتیوں کی برتری و بہبودی کی طرف لے جاتے ہیں۔ نتیجہ میں خداوند عالم انسان کو اس بات کی سکت اور بہت عطا کرتا ہے کہ وہ دوسروں کی عقل اور فکر پر پل قرار دیتے ہوئے زبان جیسی نعمت کے ذریعے سے گفتگو کرتا ہے۔

لہذا گفتگو اور بات چیت ایک فطری و طبیعی انسانی حالت ہے اور اس پر تاکید کرنا بھی انسانیت کا ایک امتیاز شمار ہوتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ گفتگو اور بات چیت مشترکہ پہلوؤں کے منشوف ہونے کا سبب قرار پاتی ہے اور یہ انکشاف مذکورہ امور کے تحقیق کی خاطر آپسی تعاون کا سبب بنتا ہے۔

۲۔ مفہوم شوریٰ بھی اسی گفتگو کے مراد اور ہم معتقد ہیں۔ یعنی اس روشن میں انسان دوسروں کے نظریات کو اپنے نظریہ کے ساتھ ملاتا ہے تو ان نظریات کے توہی ای ضعیف نقاٹ سامنے آتے ہیں۔

۳۔ دوسروں کے محتاج رہنے کا احساس جب کوئی شخص خود اپنی کمیوں، محدود توانائی اور اپنے علم کی محدودیت اور دوسروں سے اپنی نیازمندی سے واقف ہو جاتا ہے تو ان کی طرف آگے پڑھتا ہے اور اپنی خود کفایت کے لئے ان کے ساتھ تعاون اور ہمدردی کا دام بھرتا ہے۔

۴۔ انسانیت کے اہداف کی برتری انسان کا ہدف جس قدر بلند و برتر ہو گا اور جیونی پست و خوار اہداف کی حد سے جتنا بالاتر ہو گا اور انسانیت کی تخلیق کے اہداف سے جس قدر ہم آہنگ اور اعلیٰ درجہ پر ہاگا اسی حد تک اس بلند مقصد کے تحقق کی خاطر تعاون و امداد باہمی کی ضرورت کا احساس ہڑھے گا۔

۵۔ جذباتی پہلوؤں کا محکم کرنا: اس لئے کہ جب عواطف و جذبات کو توبیت حاصل ہو گی اور دوسروں کو اپنا علاقائی، بین الاقوامی، معاشرتی اور دینی بھائی سمجھا جانے لگے گا تو یہ فقط تعاون و ہمدردی کا ہی سبب نہیں بنے گا بلکہ بہت سے موقع پر ایسا روقری بانی کا سبب بھی بنے گا۔

اسی طرح تعاون و ہمدردی کا سبب قرار پانے والے ہر اقدار کا سرچشمہ فطرت انسانی ہے اسی لئے نظرت انسانی کو بیدار کرنے کی سعی و کوشش اور انسان کے کردار میں اس کا جلوہ نما ہونا تعاون و امداد باہمی کے عملی ہونے کا، بہترین اور سب سے آسان طریقہ شمار ہوتا ہے۔

### تعاون و امداد باہمی کی بنیادیں

مذکورہ بالا گفتگو کے پیش نظر تعاون و امداد باہمی کی حسب ذیل بنیادیں شمار کی جا سکتی ہیں:

الف)۔ دینی اساس: جو ہماری نظر میں کلی اور سب سے اہم شمار ہوتی ہے اس لئے کہ یہ بات واضح ہے

اور مختصر طور پر ہم بھی اسے بیان کریں گے کہ ہر دین خاص کردیں اسلام نے تعاون کی دعوت دیتے ہوئے اختر میں اس کی جزا اور دنیاوی زندگی میں اس کے اثرات سے باخبر کیا ہے خود اسلام نے اجتماعی عدالت کے لکھنؤں پر استوار کیا ہے۔ امداد بآہمی و ہمدردی ۲۔ معاشرہ میں موجود افراد کی عام زندگی کے درمیان توازن۔ اور دونوں کا نتیجہ تعاون اور بآہمی امداد ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کاری اور تعاون کا یا تو ایک ضروری پہلو ہے یا خود خواستہ ہے اور اس صورت میں ہر طرح کے شخص منافع سے دور ہے اسی لئے دینی جذبہ کو ہم نے گلی جذبہ شمار کیا ہے۔

ب)۔ معنوی سرچشمہ: جو انسانی احساسات پر مبنی ہوتا ہے اور دوسروں کے ساتھ تعاون اور خدمت خلق کی ضرورت پر مبنی ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر اس میں مذہبی جذبہ نہ ہو تو بھی یہ احساسات پاک و پاکیزہ اور تعریف کے قابل ہوتے ہیں اگرچا یہی میں انسان عظیم اور بڑے بڑے مقاصد تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔

ج)۔ مصلحت آمیز تلقاضے: اس لحاظ سے کہ دوسروں کے ساتھ تعاون کا اقدام کرنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ایک نہ ایک دن اس کا فائدہ یہ قدم اٹھانے والے کو بھی پہنچے گا جس میں کوئی اعتراض بھی نہیں۔ لیکن یہ کہنا پڑے گا کہ اس طرح کا جذبہ اخلاقی پاکیزگی کو بیان نہیں کرتا اور دونوں مذکورہ سرچشمتوں سے بہت اور تنگ نظر یہ ہے۔

د)۔ پست کا مقاصد: جیسا کہ بعض مشکوک تحریکوں اور استعماری ممالک میں بھی نظر آتا ہے کہ وہ تعاون کا منصوبہ اپنے اغراض اور مقاصد کے پورا ہونے کے لئے بناتے ہیں مثلاً: چھوٹے ممالک کو خود سے وابستہ کرنے یا ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے زمین ہموار کرنا یا ان کی تہذیب کو مدد و شکر نے کے لئے غلط اقدام کرتے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس طرح کا تعاون انسان کی شکل اور اس کے ڈھانچے کے پیش نظر نہایت خطرناک ہے اس لئے کہ لوگوں کی اکثریت اس کے برے نتائج سے بے خبر ہونے کے سبب دھوکے کھا جاتی ہے۔

اس طرح کے تعاون کے برے نتائج سے لوگ اس وقت خبردار ہوتے ہیں جب وہ دھوکہ کھا کر استعمار اور سامراجیت کی زنجیر میں جکڑ چکے ہوتے ہیں اور بڑے بڑے قرضوں کے فشار سے کمریں ٹوٹ چکی ہوتی ہیں اور اس وقت وہ بھی حسرت و آرزو کرتے ہیں کہ اے کاش زندگی کے مشکلات اور خیتوں کو برداشت کر لیا ہوتا اور کسی بھی حال میں ان کی یہ مدد اور ان کا تعاون قبول نہ کیا ہوتا۔

## تعاون و امداد بآہمی کی راہ میں رکاوٹیں

مذکورہ بیان کے پیش نظر اس راہ میں رکاوٹیں بھی واضح ہو جاتی ہیں جن میں سے اہم دو ہیں:

## ۱۔ مادیت کاررواج:

استعمار و سامراج کی شخصی منطق اور ان کے نظریات میں ہم لائج، زیادہ سے زیادہ لذت پرستی کا مشاہدہ کرتے ہیں اسی طرح ہر طرح کی برتری کا حصول چاہے جس وسیلہ سے ہو اور چاہے اس کی جتنی قیمت چکانی پرے۔ یہاں تک کہ اگر دوسروں کے حقوق کو پائماں بھی کرنا پڑے اور مختلف قوموں کا خون بہنے، ان کی خداداد نعمتوں کا تصاحب کر کے انھیں غارت کیا جائے یہہ امور ہیں جن کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ سامراجی طاقتون اور ممالک کے بہت سے امکانات و وسائل کی توانائی اور عظمت و حشمت مختلف قوموں کے خون کے دریا پر استوار ہے۔

آج دنیا میں عالمی حکومت کا اقدم سرمایہ دارانہ نظام کا نیا ہتھکنڈا، امریکہ کا قوموں اور ملتوں پر تسلط، تمام سیاسی، ثقافتی، اقتصادی اور حتیٰ سماجی تعلقات کو امریکی بنانا اور آزادی، دیموکریتی انسانی حقوق کی حمایت، صلح، امداد باہمی اور تعاون کے بہانے عالمی نظام کے لئے بشریت کی امید کی مہذب انداز میں چوری کرنا ہے۔ در حقیقت دنیا کو ایک ایسی دنیا میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جس کے ذریعہ بڑے بڑے کارٹلوں اور اختال پوست کے مانند دنیا کو جکڑنے والے میڈیا کی حکمیت اور ایسی زہرا لود فضا پیدا کی جا رہی جس میں اپنے بچاؤ اور تحفظ کے لئے جنگوں کے مغرب مفاہیم --- کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

## ۲۔ ہر ایک کے اغراض و مقاصد میں ترد़د:

جو کہ ہر طرح کے تعاون حتیٰ ایک با مقصد گفتگو میں بھی اصلی رکاوٹ ہے اور بلاشبہ قومی گفتگو بلکہ ایک ہی دین کے چند ماہب کے درمیان گفتگو پر زبردست منفی اثر ڈالا ہے۔ یہ شک اور تردید زیادہ تر ماضی کے تلخ تجربات اور تاریخی زنگ کی وجہ سے ہے اور ماضی کے تلخ تجربات کو بھلانے اور بالائے طاق رکھنے کے لئے ایک نئی سعی کو شک کی ضرورت کی طرف اشارہ کر رہی ہے، ارشاد ہو رہا ہے ”قل ما تسکلون عما اجرمنا ولا نسئل عنما تعاملون“ کہہ دو کہ جس جرم کے مرکنک ہم ہوئے ہیں اس کے بارے تم سے سوال نہیں گا اور جو کچھ تم انجام دے رہے ہو اس سلسلہ میں ہم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

## اسلام اور تعاون

اس مختصر سے مقالہ میں اسلام میں تعاون و امداد باہمی کے سبھی پہلوؤں کا تذکرہ ناممکن ہے اسی لئے سری طور پر فقط چند اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ کریں گے۔

پہلائیتہ: تعاون کے حدود کو مشخص کرنا

سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۱۲ اسی حدود کی طرف اشارہ کر رہی ہے: ارشاد ہوتا ہے:

﴿تَعَاوُنٌ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوُنٌ عَلَى الْأَثْمِ وَالْعُدُوَّانِ﴾

”لقوے اور نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور حد سے تجاوز کرنے میں ایک دوسرے کا ساتھ ملت دو“

یہی ہر لحاظ سے ایک انسانی و اخلاقی مفہوم رکھتی ہے جو ہر اس اچھے کام کو شامل ہے جس کی اسلام نے دعوت دی ہے اور اس کی انجام دہی کا مطالبہ کیا ہے اور یہ معنی یہ بتارہا ہے کہ اس کے مصدق کی تشخیص ایک صحیح و سالم وجدان کے حوالے ہے جس طرح سے آئی ﴿يحل لهم الطييات و يهرب عليهم العجائب﴾ ان لوگوں کے لئے پاک چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے، (اعراف / ۱۵۷) کے دونوں ”طیبات“ و ”عجائب“ سے بھی سمجھ میں آتا ہے۔ اسی طرح آیت ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أَمَّةٍ أَخْرَجْتَ لِلنَّاسِ تَمَرُّونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ”تم بہترین امت ہو جس نے لوگوں کے لئے قیام کیا ہے اپنے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو، (آل عمران / ۱۱۰) سے بھی یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے، گویا یہ آیتیں براہ راست لوگوں کے وجدان اور ان کی فطرت کو اپنا مخاطب قرار دے رہی ہیں۔ یہ نکتہ ہمیں ایک وسیع عالم انسانیت کے رو بروکرتا ہے اور اس کے دائرے کو تک وحدت و نسبتیں کرتا۔

دوسری طرف ہر وہ اقدام جو انسانیت کے لئے تقصانہ ہو، انسانی اقدار کو نقصان پہنچائے، اس کے راستے کو منحر و شکرے، جھگڑے اور دشمنی کو ہوادے اور انسانی حقوق کو پامال کرے وہ ناپسند (مذکور) کام کی فہرست میں ہے، جن میں شریک ہونے سے ہمیں منع کیا گیا ہے اور ان کا مقابلہ کرنے کی ہمیں دعوت دی گئی ہے اور یہی مطلب ہے جو سلام کی عالم گیر رسالت سے مکمل طور پر ہم آہنگ، امت مسلمہ کو دوسری تمام امت کے سامنے نہ نہون کے طور پر پیش کرنے اور آیذیل کے مصدق کے مطابق ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

﴿كَذَالِكَ جَعَلْنَاكُمْ أَمَّةً وَسُطْلًا لَتَكُونُوا شَهِداءً عَلَى النَّاسِ وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾

”اس طرح ہم نے تمھیں ایک معتدل امت قرار دیتا کہ لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہے،“ (بقرہ / ۱۳۳)

دوسرائیتہ: ارادوں کو استحکام اور تقویت بخشنا



اسلامی متون نے ہمیشہ انسان کی فطرت پر توجہ دی ہے اور تمام تر دینی احکام کو اسی فطرت سے ہم آہنگ قرار دیا ہے، انسانی زندگی سے متعلق اسلام کے تربیتی نظام، عبادی نظام اور دوسرے نظامات میں اسی پہلو پر توجہ دی ہے اور اسے تقویت دینے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح تمام معرفتی نظام اسی فطری بدیہیات پر استوار ہیں اور نظام تشریع نے بھی عدالت و بر ابری قائم کرنے کے لئے فطرت کے تقاضوں کے مطابق قدم اٹھایا ہے جو اسلام کے اخلاقی نظام میں زبردست طریقہ سے جلوہ نما ہوا ہے اور ان کا شمرہ ہر میدان میں وسیع پیمانہ پر تعاون کے فطری جذبہ کو تقویت پہنچانا ہے۔

جب کہ نیک کاموں کے لئے ایمانی جذبہ شرط ہے پھر بھی بہت سے ایسے متون میں گے جن میں خود اس نیک کام کی دادی گئی ہے چاہے وہ کام ایمانی ارادہ کے بغیر ہی کیوں نہ انجام پایا ہو مجملہ ذیل کی آیتیں جن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلاً﴾ "یقیناً ہم نیک کام کرنے والے کے اجر کو برپا نہیں کرتے" (کہف/۳۰)

﴿إِنِّي لَا أَضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذِكْرٍ أَوْ إِنْثِي﴾ "میں تم سے کسی بھی مرد یا عورت کے عمل کو ضائع نہیں کرتا" (آل عمران/۱۹۵)

اسلام نے تو اس طرح کے کاموں کی مصلحت کی طرف بھی وجہ کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَ لِيَخْشِ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِيَّةٌ ضَعَافًا خَافِرًا عَلَيْهِمْ﴾ "جو لوگ اپنے بعد اپنے ناتوان بچوں کے لئے ڈر رہے ہیں انھیں لوگوں کے قیام بچوں پر ستم کرنے سے ڈرنا چاہئے" (نساء/۶)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"جود و سرور پر حمّ نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا"

نیز فرماتے ہیں:

"دوسروں پر حم کروتا کہ تم پر بھی حم کیا جائے" ۲

تیسرا نتہ: لازم و ضروری حالات کی فراہمی:

اسلام میں زندگی بس کرنے کے منصوبوں کی کیفیت کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ امت مسلمہ کو ہر لحاظ برتر بنانا اسلام کی پوری کوشش رہی ہے تاکہ ایم اس خداوند عالم کی نعمتوں کا شکریہ ادا کر کے جو کچھ خدا نے اسے عطا کیا ہے اس سے استفادہ کرے اور کفر ان نہ تھت، سنتی یا تقسیم میں ظلم و ستم سے پر ہیز کرتے ہوئے، بہتریں امت

قرار پائے اور مشلات کے وقت اپنے تمام تر امکانات اور اپنی پوری قدرت و تو انائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قصداً  
کی عظیم طاقت بن جائے ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَآتَكُم مِّنْ كُلٍّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعْدُوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ  
الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾

”جو کچھ بھی تم نے اس سے سوال کیا اس نے عطا کیا اور اگر خدا کی نعمتوں کو شمار کرو تو  
اسے شانہ بین کر سکتے یقیناً انسان ظالم اور ناشکرا ہے،“ (ابراہیم ۳۷)

ضمناً اسلام نے امت مسلمہ کی ہر طرح کی ترقی میں کوتا ہی اور لا پرواٹی کو واجب کافی میں خلل قرار دیا  
ہے جو کہ چند مسلمانوں کی انجام دہی کے ذریعہ دوسروں سے ساقط ہو جاتا ہے ورنہ پوری امت سر زش کی مستحق قرار  
پاتی ہے۔

اسوہ اور نمونہ امت ہرگز ضعف سے متصف نہیں ہو سکتی بلکہ اسے ہر لحاظ سے ایک معتدل امت ہونا  
چاہئے جس کے لئے دوسروں پر اثر انداز ہونے کا امکان پایا جاتا ہو و دوسری طرف اسلامی تعلیمات خاص کر اسلامی  
تریبیت اسلامی معاشرہ میں لوگوں کے درمیان اعتماد و سمعت دینے اور ہر طرح کے شک و شبہ، تہمت جاسوی، غیبت  
الزام، چغی اور اعتماد کو مخدوش کرنے سے اجتناب کرنے کی دعوت دیتی ہے تاکہ حسن ظن کے ساتھ مسلمان کا ہر عمل صحیح  
سمجھا جائے اور دوسروں کے ساتھ تعلقات، تعاون، ایثار اور دوسروں کے حقوق ادا کرنا سب سے پہلا کام قرار دیا  
جائے۔

بین الاقوامی سٹرپ بھی امت مسلمہ دوسروں کے ساتھ رابطہ کے مسئلہ میں چاہے سامنے والامون بھی نہ ہو  
نہیت ہی احترام کے ساتھ ان کے حقوق کی رعایت کرتی ہے:

﴿وَإِنَّا أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدَىٰ أَوْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ . قُلْ لَا تُسْأَلُونَ عَمَّا  
أَجْبَرْتُمْنَا وَلَا تُسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾

”حقیقت میں ہم یا تم یا ہدایت پر ہی یا کھلی ہوئی گمراہی میں ہی۔ کہہ دو جس چیز کے  
مرتکب ہم ہوئے ہیں اس کے بارے میں تم سے سوال نہیں ہو گا اور جو تم کر رہے ہو اس  
کے بارے میں ہم سے نہیں پوچھا جائے گا،“ (سبا ۲۷-۲۵)

اور یہ امت جب دوسرے صلح کریں تو صلح کر لیتی ہے: ﴿وَ ان جن حوا فاجنح لها و توكل على  
الله﴾ ”اگر وہ لوگ صلح کریں تو تم بھی صلح کرلو اور خدا پر بھروسہ کرو“ (انفال ۶۱)



اسی طرح دوسروں سے تعلقات برقرار کر کے ان سے دوستی اور محبت سے پیش آنے میں کوئی حائل بھی نہیں ہے جب کان کی طرف سے کوئی غلط سازش نظر نہ آجائے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَا يَنْهَا كُمُّ اللَّهِ عَنِ الظِّلَالِ لَمْ يَقْاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّنْ

دِيَارِكُمْ إِنْ تَبْرُوْهُمْ وَتَقْسِطُوا إِلَيْهِمْ﴾ خداوند عالم تحسین ان لوگوں کے

ساتھ نیکی کرنے اور عدالت سے کام لینے سے منع نہیں کرتا جو لوگ دین کے کام میں تم

سے نہ جگ کرتے ہیں اور نہ ہی تحسین گھر سے باہر نکلتے ہیں، (مختصر ۸)

عدل و انصاف قائم کرنا امت مسلمہ کے اغراض و مقاصد میں شمار ہوتا ہے اور کمزوروں اور محرومین کی طرف سے دفاع، بین الاقوامی سطح پر اعتماد قائم کرنے اور حسن نیت اور تعاون و امداد کی فضا ہموار کرنے کی انجمن کوشش اسی امت کی صفت ہے۔ لہذا اگر بین الاقوامی سطح پر کسی عہد نامہ پر دھنخ ہو گیا تو اس امت کا فریضہ ہے کہ وفاۓ عہد کی مصدقہ بنتے ہوئے اس کی پابندی رہے۔

اس کے علاوہ اس امت کو آرام سے بات چیت کے ذریعہ حتیٰ کافروں کے ساتھ بھی مشترکہ پہلو تلاش کرنے کی بھی سفارش کی گئی ہے اور اہل کتاب سے مشترکہ موادر (خدائے یکتا کی پرستش) میں مسلمانوں کے ساتھ دوستی اور تعاون کا ہاتھ بڑھانے کے لئے کہا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿فُلِّي أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالُوا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ يَبْيَنُّا وَيَبْيَنُّكُمْ لَا تَعْبُدُ إِلَّا اللَّهُ

وَلَا تُنْشِرُكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَنَحَّدْ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ ...﴾

”کہہ دوایے اہل کتاب بڑھو اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان

مشترک ہے وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ ہی کسی چیز کو اس کا

شریک قرار دیں اور خدا کے علاوہ ایک دوسرے کو خدا نامے مانیں،“ (آل عمران ۶۲)

اس طرح ہم یہ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اسلام نے مذکورہ بالا شرط کو بہترین ٹکلیں فراہم کر رکھا ہے۔

### چوتھا نکتہ: ثقافت سازی

اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے اسلام نے تعاون و امداد کے ثقافتی اقدار کو اپنے طرح پھیلایا کھا ہے اور آپسی گفتگو کے لئے جامع بھرپوریات و اصول بنارکھاے ہیں جو راہ و روش، اخلاق اور اہداف میں معین اور واضح ہیں مؤمنین کے لئے بہترین امتیاز قرار دیا ہے اور ان کی توصیف ”وَارْحَمْ شُورَىٰ تِّبْعَثْمٌ“ (شوریٰ ر ۳۸) کے ذریعہ کی ہے

اور ایک دوسرے کی خدمت کی اصل کوان کے درمیان مقرر کر رکھا ہے: ﴿... وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ ذَرَجَاتٍ لِيَسْجُدَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ...﴾ اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجہ میں برتری دی ہے تاکہ بعض افراد بعض سے خدمت لے سکیں، (زخرف ۳۲) اور پوری دنیا کے لئے ایک رادیٹہ بنایا ہے جو ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں وہ زمین کو آباد کرنے میں خدا کی ہدایت، انبیاء اور صالحین کی رہبری، روئے زمین پر خدا کی جائشی اور انتک سمعی و کوشش کے ذریعہ منزل کمال تات پہنچنے کے لئے قدم بڑھائیں: ﴿يَا إِيَّاهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمَلَاقِيهِ﴾ اے انسان تم اپنے پروردگار کی طرف سخت کوشش میں لگے ہو تو اس سے ملاقات ہی کرو گے، (اشتقاق ۶۱) اور یہ امت ایک متین پر ہیز گار اور عبادت گزار معاشرے تک پہنچنے کے لئے رواں و دووال ہے، ارشاد ہو رہا ہے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفُنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا أَسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي أرْتَصَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْدُونَنِي لَا يُكَثِّرُونَ بِي شَيْئًا ...﴾

”اللہ نے تم سے صاحب ان ایمان اور عمل صالح انجان دینے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انھیں روئے زمین میں اسی طرح اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح ان کے پہلے والوں کو بنایا ہے اور ان کے لئے اس دین کو غالب بنائے گا جس کوان کے لئے پسندیدہ قرار دیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے تبدیل کر دے گا کہ وہ سب کے سب صرف میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے،“ (نور ۵۵)

یہی وہ تنہار ادستہ ہے جس کا احساس ہر ایک کر رہا ہے اور اس بات کا کوشش ہے کہ اس کی تمام ترقی یافتہ اور کامل عناصر کے ساتھ حمایت کرے، دینی برادر اور انسانی برادر کا تصور بھی یہیں سے شروع ہوا ہے، حضرت علی علیہ السلام اپنے ولی مصر جناب مالک اشتہر کو لکھے گئے خط میں جو کہ تاریخ کی زبردست سند ہے تحریر فرماتے ہیں: ”بمیشہ اپنے دل وک رعایا کی مہر و محبت اور ان کے ساتھ لطف والفت سے مملوکرو، خبردار لوگوں کے ساتھ ان درندوں کی طرح مت رہنا جو انھیں کھا جانے کے چکر میں موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اس لئے کہ لوگوں کی دو قسم ہے یا وہ تمہارے برادر دینی ہیں یا خلقت میں تمہارے جیسے ہیں،“ (نہج البلاغہ، نامہ، ۵۳)

یہاں پر ایک بار پھر یاد دلاتے چلیں کہ اسلام مسئلہ فطرت اور اس کے انسان کے گردار میں جلوہ نما ہونے



کی ضرورت پر نہایت تاکید کرتا ہے۔

### پانچواں نکتہ: رکاوٹوں کو بطرف کرنا

انسانوں کو مادیت سے دور رکھنے سے متعلق اسلام نے جو کردار ادا کیا ہے اس کی مزید توضیح کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اسلام نے انسان کو عقیدتی مادیت اسی طرح تنگ نظری، لاچ و طبع اور نفرت وغیرہ سے دور رکھنے کا منصوبہ بنارکھا ہے اور چوں کہ یہ چیز تعاون باہمی امداد کی رہ میں رکاوٹ شمار ہوتی ہیں لہذا اسلام نے ان تمام چیزوں سے جو اس راہ میں رکاوٹ نہیں انسانوں کو دور رکھنے کی ٹھان لی ہے۔

### چھٹا نکتہ: بین الاقوامی تعلقات سے متعلق علم

بین الاقوامی تعلقات سے متعلق علم نے بہت سے عناصر پر کام کیا ہے جن میں سے کچھ پر ذیل میں اشارہ کیا جاسکتا ہے:

الف)۔ اصول پسندی اور آپسی تعلقات میں اخلاق کی پابندی۔

ب)۔ بین الاقوامی عہدوں یا ان میں شفاقتیت اور صراحة سے آگاہ کرنا اور ہر طرح کے ابہام، فریب، ظلم و ستم کرنے یا ظلم سنبھل کی نفی۔

ج)۔ دلوں میں الافت و محبت بھدلی و ہم صداحونا۔

د)۔ برابر کا معاملہ چاہے ثابت ہو یا منفی البتہ تسامح، احترام اور عفو و بخشش کے پہلو کو ترجیح دیتے ہوئے یہ تمام کے تمام اصول بین الاقوامی سطح پر تعاون و امداد کی راہ میں مددگار ہیں خاص کر علاقائی سطح پر اس لئے کہ ہمسایہ اور پڑوئی ممالک سے ہمیشہ اور وسیع رابطہ ہونا چاہئے۔

### خلاصہ کلام یہ کہ:

امت مسلمہ کو تعاون و امداد کا نمونہ ہونا چاہئے مگر ہوشیاری کے ساتھ تاکہ خود کو ضرر نہ پہنچے، جب خداوند عالم اس امت کو حق اور خیر کے ساتھ رہنے کی دعوت دے رہا ہے تو دُنیٰ کے غلط منصوبے، یا خیانت کے وقت یقیناً حق کی مدد کی خیانت لے گا، خداوند عالم ارشاد فرماتا:

﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلّسَّلِيمِ فَاجْنِحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

(۲۱) وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدُعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ

بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ (۲۲) وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ

جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤﴾

”اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو کہ وہ سب کچھ سنے والا اور جانے والا ہے اور اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں گے تو خدا آپ کے لئے کافی ہے اس نے آپ کی تائید اپنی نصرت اور مومنین کے ذریعہ کی ہے اور ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دی ہے کہ اگر آپ ساری دنیا خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں باہمی الفت نہیں پیدا کر سکتے تھے لیکن خدا نے یہ الفت و محبت پیدا کر دی ہے اس لئے کہ وہ ہر شے پر غالب اور صاحب حکمت ہے۔ (انفال/۲۱ تا ۶۳)



# شفاعت سے متعلق شیعہ و سنی روایات اور

## بزرگوں کے نظریات کا جائزہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

علی اشرف کری

ترجمہ: سید شاہد حسین رضوی

ز) شفاعت سے محروم افراد سے متعلق مخصوص شیعہ روایات

ا:- ناصبی

ایک گروہ جو حضرت علی علیہ السلام کے بعض میں خدا کو دیندار سمجھتا ہے اور ان سے دشمنی رکھتا ہے۔ (دیندا، حج ۱۴۱۲ھ، ص ۲۲۱۶۰، ج ۳۷)

”محمد بن علی بن بابویہ ، عن ابی ، عن سعد ... عن علی الصائغ عن

الامام الصادق علیہ السلام قال : ان المؤمن ليشفع لحميمه الا ان يكون

ناصبا و لو ان ناصبا شفع له كل نبی مرسل و ملک مقرب ما شفعوا“

”امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: مومن اپنے دوست کی شفاعت کرے گا مگر یہ کہ اس کا دوست ناصبی ہو ایسے میں اگر سارے انبیاء اور مقرب فرشتے بھی ناصبی کی شفاعت کریں تو بھی اس کے حق میں شفاعت قبول نہیں ہوگی۔ (برقی، ح ۱۸۲، ح ۱۴۱۲ھ، مجلہ ملکی، ص ۲۱)

## ۲:- کافر

”قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : و الشفاعة لا تكون لاهل الشک والشروع و لا لاهل الكفر والجهود بل يكون للمؤمنين من اهل التوحید“

”رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مشرکوں، اہل شک، کفار اور یہود کے لئے کوئی شفاعت نہیں ہے بلکہ شفاعت کیتا پرست مونوں کے لئے ہے۔ ( مجلسی، ص ۵۸)“

## ۳:- ظالم اور ستمگر

ایک روایت میں ہے:

”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : اما شفاعتی ففی اصحاب الکبائر ما خلا اهل الشرک والظلم“

”رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: میری شفاعت گناہان کیہے کے مرتكب افراد کے لئے ہے سوائے مشرک اور ظالم و ستمگر کے۔ ( محمدی رے شہری، ج ۱، ص ۴۵، ۳۵۵-۳۶۲)“

۴:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کو آزار و اذیت دینے والے حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اذا قمت المقام المحمود تشفعت في اصحاب الکبائر من امتى فيشفعني الله فيهم و الله لا تشفع فيمن اذى ذريتي“

”جب میں مقام محمود پر پہنچوں گا اپنی امت کے گنہگاروں کی شفاعت کروں گا اور خدا میری شفاعت قبول کرے گا، خدا کی قسم جن لوگوں نے میری ذریت کو اذیت پہنچائی ہے ان کی شفاعت میں نہیں کروں گا۔“ ( صدوق، ص ۱۷۷)

## ۵:- نماز کو سبک سمجھنے والے افراد

”عن ابی بصیر عن بی الحسن علیہ السلام لما احتضر ابی علیہ



السلام قال لى : يا بنى لا ينال شفاعتنا من استخف بالصلوة ”

”ابو بصير نے امام کاظم علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے احتصار کے وقت فرمایا: اے میرے بیتے نماز کو سبک سمجھنے والا شخص ہماری شفاعت سے محروم رہے گا۔ (جمیر رے شہری، گزشیت حوالہ، مجلہ، ج ۲/ ص ۳۰۰)

## ۶:- دین میں غلوکرنے والے افراد

”هارون عن ابی صدقۃ عن جعفر عن ابیہ علیہ السلام قال : قال

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : صنفان لا تناہمَا شفاعتی :

سلطان غشوم و غالی فی الدین مارق منه غیر تائب و لا نازع ”

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: دو گروہ میری شفاعت سے محروم رہیں گے: ۱۔ ظالم بادشاہ۔ ۲۔ دین میں غلوکرنے والا جو اس طرح سے بغیر توبہ دین سے نکل جائے۔ (محلسی، ج ۲/ ص ۳۳۶)

## گفتار دوم

اہل شفاعت میں کسی بھی اسلامی فرقہ کو شک و شبہ نہیں ہے اور فی الجملہ ہر فرقہ کا شفاعت پر اتفاق ہے فقط بعض جزئی مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے مثال کے طور پر شفاعت پانے والے کوں لوگ ہوں گے آنے والی بحث میں اس سلسلہ میں موجود نظریات کا جائزہ لیں گے۔

### الف:- اہل سنت

صحیح مسلم کے شارح، نووی رقطراز ہیں: ”اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ عقل کے اعتبار سے شفاعت امکان پذیر اور خالی از اشکال ہے اور قرآن و سنت کی روشنی میں بھی ایک مسلم اور یقینی امر ہے اس لئے کہ ایک تو: قرآن مجید اس واقعیت کو قبول کرتا ہے۔ دوسرے اس سلسلہ میں روایات اور احادیث اس قدر زیادہ ہیں کہ تو اتر کی حد سے گزر گریقین کی حد تک پہنچ جاتی ہیں، دوسری طرف ہمارے ماسلف اور معاصر علماء کا اتفاق ہے کہ قیامت کے روز مومن گھگاروں کی شفاعت ہوگی، (ہاشم زادہ، ص ۱۳۵، ۱۳۹۹ھ۔ حسین صدری، ص ۲۵-۲۸ھ)

قاضی عبدالجبار معتزلی لکھتے ہیں:

”انہ لا خلاف بین الامة فی ان شفاعة النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ثبته للامه و انما الخلاف في انها ثبت لمن؟“

”امت مسلمہ کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ امت مسلمہ کے حق میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت مسلم امر ہے البتہ اختلاف اس بات پر ہے کہ شفاعت کن لوگوں کی ہوگی،“ (قاضی عبدالجبار، ص ۲۸۸، ۱۳۸۵ھ)

وہ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

”فَعِنْدُنَا أَنَ الشَّفاعةُ لِلْمُتَائِبِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَعِنْدَ الْمُرجِحَةِ إِنَّهَا لِلْفَسَاقِ

من اهل الصلاة“

”ہمارا عقیدہ ہے کہ شفاعت توبہ کرنے والے مومنین کے لئے ہے لیکن مرجد کا کہنا ہے کہ اہل نماز فاسقوں کے لئے ہے جنہوں نے توبہ نہ کی ہوا و دنیا سے گزر گئے ہوں،“  
وہی دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

”فَامَا قَوْلُنَا فِي الشَّفاعةِ فَهُوَ مَعْرُوفٌ وَنَزَعُمُ أَنَّ مِنْ أَنْكَرِهَا فَقَدْ اخْطَا  
الْخُطَاءَ الْعَظِيمَ لَكُنَا فَقُولُ لَا هُلُّ الثَّوَابِ دُونَ أَهْلِ الْعِقَابِ، لَا وَلِيَاءُ اللَّهِ  
دُونَ أَعْدَائِهِ، يَشْفُعُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي أَنْ يَزِيدَ تَفضِيلًا عَظِيمًا،  
”شفاعت سے متعلق ہمارا قول مشہور و معروف ہے اور ہمارے خیال سے شفاعت کا  
انکار کرنے والا گناہ و خطای عظیم کا شکار ہوا ہے، جی ہاں ہمارا کہنا ہے کہ شفاعت اہل  
ثواب اور اولیائے الہی کے شامل حال ہوگی نہ کہ اہل عذاب اور دشمنان خدا کے لئے،  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولیائے الہی کے سلسلہ میں ان کے درجات میں برتری  
کے لئے شفاعت کریں گے۔“ (قاضی عبدالجبار، ص ۲۰۷، ۱۳۹۳ھ)

مکتب اشعری کے بزرگ عالم فخر رازی یوں رقم طراز ہیں:

”امت مسلمہ کا اتفاق نظر ہے کہ قیامت کے روز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
شفاعت کا حق رکھتے ہیں اور مغزلہ کے نزدیک شفاعت کا مطالب یہ ہے کہ آپ کی  
شفاعت نیک افراد کی جزا میں اضافہ کا سبب بنے گی نہ کہ گھنہگاروں کو عذاب سے نجات  
دے گی۔ مگر حق بات وہی ہے جس کی پوری امت مسلمہ قائل ہے (سوائے اس طائفہ  
کے) اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ آپ



گنہگاروں کو عذاب سے نجات دلائیں گے تاکہ وہ جہنم میں نہ جائیں اور جو لوگ جہنم میں آگ میں جل رہے ہوں گے وہ بھی شفاعت کے سبب جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ (رازی، ج/۳ ص/۱۵۵-۱۴۷ھ)

امام ابو حفص نسفي (متوفی ۲۷۵ھ) لکھتے ہیں:

”پیغمبروں اور نیک افراد کے لئے روز قیامت شفاعت یقینی امر ہے جو مقدس دین

اسلام میں مستقیض طور پر ثابت ہے،“ (سبحانی، ص/۲۸۸-۲۸۷ھ)

ابن تیمیہ حرانی مشقی (متوفی ۲۷۷ھ) اسلامی معاشرے میں وہابیت کی بیچ بونے والے پہلے شخص کا

کہنا ہے:

”پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عذاب کے مستحق افراد کی شفاعت کریں گے فقط پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نہیں بلکہ سارے انبیاء، صد یقین اور دوسرا افراد بھی گنہگاروں کی شفاعت کریں گے تاکہ ان پر عذاب نہ ہو اور اگر جہنم میں جا چکے ہوں تو انھیں باہر لا جائے،“ (سبحانی، منتشر جاویدج/۱۹۳-۱۳۸۳ھش)

نظام الدین قوچی (متوفی ۹۷۸ھ) رقطراز ہیں:

”مسلمانوں نے شفاعت کو ایک اصل مسلم کے عنوان سے قبول کیا ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، آیہ ”عسیٰ ان یعنیک ربک مقاماً محموداً“ (اسراء/۹۷) سے متعلق مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت سے مراد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں،“ (رضوانی، ص/۳۳، ۱۳۸۵ھش)

فرقہ وہابیت کے مؤسس، محمد بن عبدالوہاب (متوفی ۱۲۰۶ھ) رقم کیا ہے:

”هم شفاعت کو مسلم امر سمجھتے ہیں جیسے کہ ہم کہیں: خداوند ہمارے رسول محمدؐ کو قیامت کے دن ہمارا شفع قرار دے۔ یا کہیں: خدا یا اپنے فرشتوں اور نیک بندوں کو ہمارا شفع قرار دے۔ اس طرح کہ ہم خدا سے درخواست کریں نہ کہ ان لوگوں سے لہذا ہمیں اے رسول خدا یا اے ولی خدامیں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں نہیں کہنا چاہئے اسی لئے اگر بر ZX میں رہنے والوں سے اس طرح حاجت طلب کرو گے تو یہ شرک کی ایک قسم ہے،“ (طاہری خرم آبادی ص/۱۳، ۱۳۸۶ھش)

نیز لکھا ہے:

”آخرت میں شفاعت مسلم امر ہے اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے لوگوں کی شفاعت پر ایمان رکھے وغیرہ وغیرہ مگر ہمارا فریضہ یہ ہے کہ ہم خداوند عالم سے امید لگائیں اور اس سے درخواست کریں کہ وہ پیغمبرؐ کی شفاعت کو ہمارے حق میں قبول کرے۔ (امین حسینی عاملی، ص ۲۳۰ ہجۃ بن تا)

عبدالوہاب کے طرفداروں نے دانتہ یا غیر دانتہ صورت میں اسلامی مسائل کو شفاعت جیسے چند موضوع میں محدود کر رکھا ہے اور عملی میدان میں لوگوں کو اسلام کے اجتماعی مباحث سے دور کر رکھا ہے بہر حال وہ شفاعت کے مسئلہ میں کچھ اس طرح کہتا ہے: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت طلب کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے کہ مثال کے طور پر کہے ”یا مُحَمَّدٌ أَشْفَعَ لِي عِنْدَ اللَّهِ“ (سید علوی، ص ۲۵۵، ۲۳۶ ہجۃ بن اہش) اس لئے کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

”وَ انَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ احْدًا“

”مساجد خدا سے مخصوص ہیں پس خدا کے ساتھ کسی کو نہ پکارو“ (سورہ حج، ۱۸/۱)

رشید رضا (دور حاضر کے سنی مفسر) لکھتے ہیں:

ما سلف کا طریقہ کا ری تھا کہ وہ شفاعت کو ایسی دعا سمجھتے تھے جسے خدا قبول کرتا ہے شفاعت سے متعلق احادیث بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہیں اس طرح کہ صحیحین اور دوسری کتابوں میں روایت ہے کہ روز قیامت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الہام کے مطابق خدا کی حمد و شناکریں گے اس کے بعد آپ سے کہا جائے گا: اپنے سر کو بلند کرو اور جو چاہو طلب کرو شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہو گی اور ایسا نہیں ہے کہ خدا نے شافع کے لئے جو ارادہ کیا تھا اس سے پلٹ گیا ہو بلکہ یہ شافع کے لئے اظہار کرامت ہے دعا کے بعد ارادہ اذلی کی تعمییز کے ذریعہ، اسی طرح یہا مرغوروں کے غرور کی تقویت کا سبب بھی نہیں بنے گا جس کی وجہ سے وہ شفاعت پر اعتماد کرتے ہوئے واجبات اور محramات دین کو سبک سمجھیں اور اس سے بے تو جہی بر تین بلکہ شفاعت بطور کلی خدا سے مخصوص ہے۔ (رشید رضا، ص ۳۰۸، ہجۃ بن تا)

جامعہ الازہر کے استاد سید سابق رقطراز ہیں:

شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ ہم خدا سے لوگوں کے لئے اچھائی اور نیکی طلب کریں اور حقیقت میں شفاعت ایک قسم کی مستجاب دعا ہے اس شفاعت کا بڑا حصہ سرور کائنات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مربوط



ہے آپ خداوند عالم سے درخواست کریں گے کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے تاکہ محشر کے خوف و ڈر میں کمی ہو اس وقت خداوند عالم آپ کی دعا قبول کرے گا اور تمام مخلوقات آپ کے مقام و مرتبہ پر شک کریں گے اس طرح ہر ایک پر آپ کی برتری ثابت ہو جائے گی اور یہ وہی بلند مرتبہ ہے جس کا وعدہ خدا نے کیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے ”... عسی ان یعنیک ربک مقاماً محمددا“، اس کے بعد شیرضا شفاعت سے متعلق روایات اور اس کے قبول ہونے کے شرائط بیان کرتے ہیں۔ (سید سابق، ص ۲۷۳، ۲۰۳ھ)

الازہر کے استاد محمد فی لکھتے ہیں:

خداوند عالم نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء و مرسیین، صالحین اور بہت سے مومنین کے لئے شفاعت کا حق فرا دیا ہے، اس لئے کہ شفاعت خداوند عالم کا حق ہے مگر ہاں شفاعت کے ذریعہ خداوند عالم اپنے مخصوص بندوں اور اپنی مخلوق پر حرم و کرم کرو۔ سمجھتا ہے جس طرح سے اپنے فرشتوں کے لئے جو چاہے عطا کرنے کو رواسمجھتا ہے۔ (الفقی، ص ۲۰۶۔ ۱۳۸۸ھ)

### ب)۔ شیعہ

عظم شیعہ عالم شیخ مفید لکھتے ہیں:

امامیہ کا متفقہ نظریہ ہے کہ روز قیامت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گناہان کبیرہ کے مرتكب افراد کی شفاعت کریں گے۔ فقط پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نہیں بلکہ امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام اور ائمہ معصومین علیہم السلام بھی حضور کے بعد اپنے گنہگار شیعوں کی شفاعت کریں گے اور انھیں حضرات کی شفاعت کے ذریعہ بہت سے خطاب کا رشیعہ جہنم سے نجات پائیں گے۔ لیکن معتزلہ جیسے اہل سنت میں سے مخصوص گروہ امامیہ کے مخالف ہیں ان کا خیال ہے کہ نبی کی شفاعت فرمانبرداروں اور اطاعتگزاروں کے لئے ہے نہ کہ گنہگاروں کے لئے اور پیغمبر اکرم اہل عذاب کی شفاعت ہرگز نہ کریں گے اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ شفاعت جزا میں اضافہ کا سبب ہے نہ کہ گناہ کی بخشش کا سبب ہے۔ (عکبری بغدادی، ص ۲۹۶۔ ۱۳۳۳ھ)

ابوعلی محمد بن احمد فیال نیشاپوری اپنی کتاب ”روضۃ الوعظین“ میں شفاعت سے متعلق چند آیات و روایات نقل کرنے کے بعد قلمطراز ہیں:

مسلمانوں کے درمیان اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ شفاعت اسلام کے مسلم اصول میں سے ہے فقط بات یہ ہے کہ فرقہ وعیدیہ (معترلہ) کا کہنا ہے کہ شفاعت کا ثمرہ جزا میں اضافہ اور درجات میں بلندی ہے لیکن

دوسرے تمام فرقوں نے شفاعت کی تفسیر گنہگاروں کے عذاب سے نجات پانے کے معنی میں کی گئی ہے، اس کے بعد انھوں نے پہلے نظریہ کو درکرتے ہوئے بحث کا اختتام کیا ہے۔ (فتال نیشاپوری، ص ۲۰۵)

خواجہ نصیر الدین طوسی لکھتے ہیں:

شفاعت پر عقیدہ اجماعی مسئلہ ہے جو اسلام کا صحیح عقیدہ ہے چاہے جزا میں اضافہ کی غرض سے ہو چاہے عذاب اور سزا کے ساقط ہونے کے لئے۔ (حلی، ص ۲۳۳/۲۳۱۴ھ)

علامہ حلی لکھتے ہیں:

علمائے اسلام کا متفقہ نظریہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے دن شفاعت کا حق حاصل ہے اور ذمیل کی آیت ان کی شفاعت پر گواہ ہے: ”عسی ان یجتَلَ رب مقامَ مُحْمَدًا“، امید ہے کہ تمہارا پرورد دگار تھیں مقامِ محمود تک پہنچائے۔ (اسراء، ۹۷)

کہا گیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر شفاعت سے ہوئی ہے، اس سلسلہ میں اختلاف نظر ہے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ شفاعت کا مقصد اہل ایمان کی جزا میں اضافہ ہے لیکن دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ شفاعت سے مراد گنہگاروں کا عذاب سے نجات حاصل کرنا ہے اور دوسرا قول صحیح اور حق ہے۔ (حلی، ص ۲۲۶)

عظمیم شیعہ مفسر مرحوم طبری لکھتے ہیں:

قیامت کے دن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول ہوگی اس سلسلہ میں مسلمانوں میں کوئی بحث گنتگو نہیں ہے اگرچہ اس کی کیفیت متعلق معتزلہ اور دوسرے فرقوں کے درمیان اختلاف نظر ہے، ہم شیعوں کا کہنا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا مقصد گنہگاروں کو عذاب سے نجات دینا ہے۔ جب کہ معتزلہ کا کہنا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت اطاعتِ گزار اور فرمانتہدار بندوں سے متعلق قبول ہوگی یا ان گنہگاروں لوگوں سے متعلق قبول ہوگی جنہوں نے گناہ کرنے کے بعد توبہ کی ہوگی۔ (طبری، ج ۲، ص ۸۳)

اس طرح شفاعت سے متعلق شیعوں کا عقیدہ شیعہ بزرگوں کے عقیدہ کے مانند ہے، اس لئے کہ یہ حضرات بھی اپنی معلومات حاصل کرنے کے لئے اصول اربعہ ”قرآن، سنت، اجماع، اور عقل کی طرف رجوع کرتے ہیں اس عقیدہ شفاعت کا خلاصہ یہ ہے کہ:

الف)۔ شفاعت خدا کے اذن اور اس کی اجازت سے ہوئی چاہئے۔

ب)۔ شفاعت کرنے والے انبیاء خاص کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے مخصوص اصحاب، ائمہ معصومین علیہم السلام اور صاحبِ موتین خدا کے نیک بندے اور ملائکہ ہیں۔



ج)۔ شفاعت پانے والے وہ مونین ہیں جو گناہ کبیرہ کے مرکب ہوئے ہیں لیکن خدا ان کے دین سے راضی و خوشنود ہے۔

د)۔ شفاعت کا اثر یہ ہے کہ گناہ انجام نہ دینے والے یا گناہ کے بعد توبہ کرنے والے شخص کے درجات میں برتری ہو اور عذاب کے مستحق افراد بخش دیئے جائیں اور جس سے بہت زیادہ گناہ سرزد ہوئے ہوں ان پر عذاب میں تخفیف ہو لیکن کتاب ”اعتقادات“ کے مطابق اس سلسلہ میں شیعہ بزرگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ:

”اعتقادنا في الشفاعة أنها لمن ارتضى الله دينه من أهل الكبار و الصغار ... والشفاعة لا تكون لأهل الشك والشرك ولا لأهل الكفر والجحود بل تكون للمذنبين من أهل التوحيد“ (صدقہ، ص ۲۶)

(۱۳۸۲ھ)

”شفاعت کے سلسلہ میں ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ شفاعت کے مستحق گناہان صغیرہ اور کبیرہ کے مرکب وہ افراد ہیں جن کے دین سے خداراضی و خوشنود ہے اور یہ اہل شک، مشرک، کافر اور یہودی کو نصیب نہیں ہوگی بلکہ یکتا پرست گنہگاروں کے حق میں ہوگی“، مختلف اسلامی فرقوں کے نظریات کا جائزہ لینے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی اسلامی فرقہ شفاعت کا انکار نہیں کرتا اور فقط مشفووع لہ (شفاعت پانے والے) متعلق اختلاف ہے۔

یہ گروہ دو فرقوں میں تقسیم ہوتے ہیں: معتزلہ اور اس کے ہم فکر کا کہنا ہے کہ مشفووع لہ (شفاعت پانے والے) اولیائے الہی ہوں گے جس کا شرہ ان کے درجات میں برتری ہے جیسا کہ شیخ ابو عمران نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: گنہگار افراد کو شفاعت نصیب نہیں ہوگی اور اس سلسلہ میں مرجنہ کا نظریہ قابل قبول نہیں ہے جو اس بات پر بنی ہے کہ شفاعت گنہگاروں کے جہنم میں جانے میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ (شیخ ابو عمران، ص ۳۵۲-۳۸۲)

شیعہ اور اشاعرہ کا بھی کہنا ہے کہ: مشفووع لہ گنہگار شخص ہے اور شفاعت کا شرہ یہ ہے کہ اس گنہگار شخص کو بخشاجائے اور وہ عذاب سے نجات پائے۔

سید مرتفعی فرماتے ہیں: سارے مسلمان پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کو قبول کرتے ہیں لیکن مستحق شفاعت کے مسئلہ میں دو گروہ میں تقسیم ہو گئے ہیں: ۱۔ معتزلہ، خوارج اور زیدیہ کہتے ہیں: شفاعت فقط انھیں لوگوں کے شامل حال ہوگی جو موت سے پہلے توبہ کر چکے ہوں گے اور اصلًا گنہگار نہ ہوں گے۔

۲۔ مرجنہ اور شیعہ اشاعرہ کہتے ہیں: شفاعت عذاب کے مستحق افراد کے شامل حال ہوگی جس کے

ذریعہ ان پر سے عذاب ہٹالیا جائے گا۔ (سید مرتضی، ص ۱۵۶، ۱۳۱۲ھ)

اسی طرح آیۃ اللہ جعفر سبحانی رقمطراز ہیں:

امامیہ اور اشاعرہ کا عقیدہ ہے کہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ جننا کافروں کی خصوصیت ہے اور گنہگار مسلمان کچھ مدت کے بعد جہنم کی آگ سے نکل کر رہا ہی جنت ہو گا جب کہ معتزلہ نے جہنم میں بھیکی کو وسعت دی ہے اور قوبہ نہ کرنے والے گنہگار مسلمانوں اور کافروں کے درمیان کسی فرق کے قائل نہیں ہیں اور اس سلسلہ میں چند آیات کا سہارا لیا ہے جب کہ اگر ان آیات کے سیاق کو ملاحظہ کیا جائے تو ان کے استدلال میں عدم استحکام واضح ہو جاتا ہے ( سبحانی، فریگ عقائد و مذاہب اسلامی، ج ۳ ص ۱۷۵-۱۳۸۳)

## حوالہ

۱- قرآن کریم، ترجمہ محمدی مہدی فولادوند

۲- نجف لا بلاغہ، ترجمہ: شیخ محمد، انتشارات طلیعہ نور، طبع اول، ۹۷۳ھ

۳- صحیفہ سجادیہ

۴- ابن حنبل، احمد، منذر احمد، دارصادر، بیروت بی تا

۵- امین حسینی عاملی، سید محسن، کشف الارتباط فی اتباع محمد بن عبد الوہاب مکتبہ الاسلامیہ الکبیری، قم طبع سوم بی تا۔

۶- بخاری، محمد بن اسحاق عیل، صحیح دار القلم بیروت ۱۳۰۷ھ

۷- برقلی، احمد بن خالد الحسان، دارالكتب الاسلامیہ، قم ۱۳۰۷ھ

۸- ترمذی محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی - دارالفکر، بیروت طبع اول ۱۳۰۳ھ

۹- حر عاملی، محمد بن حسن، تفصیل وسائل الشیعیہ الی تحصیل مسائل الشریعۃ، موسسه آل البيت لاحیاء التراث قم - طبع دوم ۱۳۱۲ھ

۱۰- حسین استرآبادی - سہد شرف الدین، تاویل الایات الظاہرہ، جامعہ مدرسین قم ۱۳۰۹ھ

۱۱- حسین صدر علی، دروس فی الشقاومۃ الاستخفاف - انتشارات دلیل ما، قم طبع اول ۱۳۲۸ھ

۱۲- علی، حسن بن یوسف بن مطہر، کشف المراد فی شرح تجوید الاعتقاد، انتشارات شکوری، قم طبع ۱۳۲۹ھ

۱۳- دارمی، عبداللہ بن رحمن بن فضل بن بہرام من بن دارمی، باب البرید، دمشق، طبع اول ۱۳۱۳ھ

۱۴- وہب بن ابی اکبر، باخت نامہ و تحدی، انتشارات داشتگاہ تهران، تهران طبع دوم ۱۳۲۹ھ

۱۵- رازی فخر الدین، محمد بن عمر حسین بن الحسن، تفسیر کبیر فخر رازی، دارالكتب العلمیہ، بیروت طبع اول ۱۳۱۲ھ



- ۱۶- رشید رضا، محمد، تفسیر المnar، دارالعرفه، بیروت طبع دوم بی تا
- ۱۷- رضوانی، علی اصنف موادر شرک نزد وصالیان، انتشارات مسجد مقدس جمکران، قم، طبع اول ۱۳۸۵ هش
- ۱۸- سجani، جعفر، فرهنگ عقائد و مذاہب اسلامی، موسسه امام صادق قم طبع دوم ۱۳۸۲ هش
- ۱۹- سجani، جعفر، منشور جاوید، موسسه امام صادق قم طبع دوم ۱۳۸۲ هش
- ۲۰- سجani، جعفر، فی ظلال التوحید، دارمعشر، تهران طبع اول ۱۳۸۱ هش
- ۲۱- سروی مازندرانی، محمد بن علی، مناقب آل ابی طالب، انتشارات علامه قم ۱۳۷۹ هش
- ۲۲- سروی مازندرانی، محمد بن علی، ت الشابیة القرآن، انتشارات بیدار ۱۳۸۲ هش
- ۲۳- سید مرتضی علی، شرح جمل اعلم لعمل، انتشارات اسوه طبع اول ۱۳۸۱ هش
- ۲۴- سید سابق، العقائد الاسلامیه، دارالفنون، بیروت ۱۳۰۳ هش
- ۲۵- سید علوی، سید ابراهیم، تاریخ نقوش و برسی وھابیها، انتشارات الیمن طبع سوم ۱۳۶۲ هش
- ۲۶- شیخ ابو عمران مسئلله اکتیار در تفکر اسلامی و پاسخ معقوله به آن، ترجمه، اسماعیل سعادت انتشارات هرمس تهران طبع اول ۱۳۸۲ هش
- ۲۷- صدوق، علی الشائع، انتشارات مکتبه الداوری قم بی تا
- ۲۸- صدوق، عمالی، ترجمه، محمد باقر کمره‌ای انتشارات کتابچگی تهران، ۱۳۷۰
- ۲۹- صدوق، خصائص جعفر مدرسین قم طبع اول ۱۳۰۳ هش
- ۳۰- صدوق، عیون اخبار الرضا ترجمه، علی اکبر غفاری، نشر صدوق تهران طبع اول ۱۳۷۳ هش
- ۳۱- صدوق من لا تکضر بالفقیه، دارالاوضاع، بیروت طبع دوم ۱۹۹۲ هش
- ۳۲- طاهری خرم آبادی سید حسن، شفاعت، بوستان کتاب قم طبع دوم ۱۴۸۲ هش
- ۳۳- طبری ابوعلی فضل بن حسن، تفسیر مجمع البیان مکتبه العلمیه الاسلامیه تهران بی تا
- ۳۴- طوی، ابو جعفر محمد بن حسن، اتبیان فی تفسیر القرآن دارالحیاء التراث الحی، بیروت ۱۳۰۹ هش
- ۳۵- طوی محمد بن حسن، الامالی، دارالثقافه، قم طبع اول ۱۳۱۲ هش
- ۳۶- طوی محمد بن حسن، تهدیب الاحکام فی شرح المقتضی للشیخ منیر، دارالاوضاع، بیروت طبع دوم ۱۳۱۳ هش
- ۳۷- عکبری بغدادی، عبداللہ محمد بن محمد بن نعماں اوائل المقالات، موسسه مطالعات اسلامی، تهران، ۱۳۱۳ هش
- ۳۸- فضال نیشاپوری، محمد بن حسن، روضه الواعظین، انتشارات رضی قم، بی تا

- ٣٩- فقي، محمد، التوسل والزيارة في الشريعة الإسلامية، مطبعة مصطفى البابي الحكيم وأولاده مصر ١٣٨٨هـ
- ٤٠- قاضي عبد الجبار، أبو الحسن، شرح الأصول الحكيم، إنتشارات مكتبة دهبة، مصر طبع أوائل ١٣٨٦هـ
- ٤١- قاضي عبد الجبار، أبو الحسن، طبقات مختزلة، دار التونسي، تونس، طبع أوائل ١٣٩٣هـ
- ٤٢- قزويني، حافظ أبي عبد الله محمد بن يزيد سنن ابن ماجه دار احياء ارث العرب، بيروت طبع أوائل ١٣٢١هـ
- ٤٣- قمي، أبي الحسن علي بن ابراهيم تفسير قمي، إنتشارات دار الكتاب، قم طبع چهارم كلین، محمد بن يعقوب اصول کافی، ترجمه محمد باقر کمره‌ای، إنتشارات اسود تهران طبع اول
- ٤٤- مجلس محمد باقر، بحار الانوار، موسسه الوفاء بيروت طبع دوم ١٣٩٣هـ
- ٤٥- محمد رشیدی، محمد، میراث الحکمة، قم مکتب لاعلام الاسلام طبع اول ١٣٦٢هـ
- ٤٦- نسائي احمد، سنن نسائي، دار الفکر، بيروت طبع اوائل ١٣٣٨هـ
- ٤٧- هاشم زاده فريزي، هاشم، حقوق تحريف شده اسلام ومسکنه شفاعت، دفتر انتشارات اسلامي قم، طبع اول ١٣٩٩هـ
- ٤٨- هندی، علاء الدين على المحتفي بن حسام الدين، کنز العمال في سنن الاقوال وافعال، موسسه الساله، بيروت طبع پنجم

١٩٨٥ء



# اہل سنت کی نگاہ میں امام علیؑ کی فقہی سیرت

محمد علی خیر الہی  
سید محمد عادل رضوی

## خلاصہ:

حضرت علی علیہ السلام ایسی شخصیت ہیں کہ جن کے نظریات علوم الہی کے مختلف ابواب میں روشن ہیں۔ اہل سنت کے فقہی منابع میں بھی حضرت علی علیہ السلام کے ارشادات اور آپ کی سیرت ایک فقہی بنیاد شمار کئے جاتے ہیں آنے والی مثالیں انھیں کے نمونہ ہیں:

۱۔ دسوی کا قول ہے کہ: حضرت علی علیہ السلام اذان میں جملہ ”حی علی خیر العمل“، کو ”حی علی الفلاح“ کے بعد فرماتے تھے۔

۲۔ نوی نے روزہ کے سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام کی سیرت کو یوں بیان کیا ہے کہ آپ روزہ رکھنے اور افظار کرنے کے سلسلہ میں روئتِ بلال کو وسیلہ قرار دیتے تھے۔

۳۔ شریفی کا قول ہے: حضرت علی علیہ السلام نے حمل کی قلیل ترین مدت چھ ماہ بیان کی ہے۔

جیسا کہ کہتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام نے قرآنی تلقرات اور اسلامی نظریات کے زیر نظر مرتد کو توبہ کا خاص وقت دیتے تھتھا کہ وہ دائرہ اسلام میں پلٹ آئے۔

## کلیدی الفاظ

حضرت علی علیہ السلام، فتنہ، اہل سنت، سیرت، نبوت

### مقدمہ

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاندرین قول ”انہ میتہ العلم وعلی باجھا“، عالم اسلام میں ایک ربانی شخصیت کے مقام کو بیان کرتا ہے حضرت علی علیہ السلام اسی شخصیت تھے جن کی تحقیق علوم الہی کے مختلف ابواب میں جلوہ گر ہے حضرت علی علیہ السلام علوم آسمانی وربانی میں یگانہ و بے مثل تھے۔ حضرت علی علیہ السلام سے اتصال اور آپ سے توشہ علم کا پاناعرف ایک افتخار ہے فقہیوں کا افتخار آپ کی سیرت سے فقہی موضوعات کے اخذ کرنے میں ہے یہی نہیں بلکہ علم کے متلاشی تمام افراد اس عالم ربانی کے حضور میں کسب فیض کرتے رہے ہیں۔

اس مقالہ میں حضرت علی علیہ السلام کے علمی پہلوؤں میں سے ایک پہلو کی طرف کہ جو امام علی علیہ السلام کی فقہی سیرت ہے توجہ دی گئی ہے سیرت علوی کے بیان کے سلسلہ میں اس مقالہ میں فقہ شیعہ کی جانب توجہ نہیں دی گئی ہے بلکہ تنہ اہل سنت کی فقہی کتابوں میں امام علی علیہ السلام کے مقام و منزلت کو پیش نظر قرار دیا گیا ہے۔

اس نکتہ کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ امام علی علیہ السلام نہ تنہ شیعوں کے درمیان بلکہ عوام ایا مقتدا یا پھر علوم آسمانی کے دریافت کرنے کے مرکز کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں بلکہ اہل سنت کے فقہی منابع میں بھی آپ کی سیرت اور آپ کا ارشاد اہل سنت کی فقہی بنیادوں میں سے ایک بنیاد شمار کیا جاتا ہے۔ چوں کہ کلام علی علیہ السلام اور سیرت علی علیہ السلام فقہی منابع میں بہت زیادہ ہیں اس لئے ہم یہاں فقط چند نمونوں کی جانب اشارہ کریں گے اور ابواب فقہی کی ترتیب کے لحاظ سے اہل سنت کے نظریات کو مل نظر رکھتے ہوئے امام علی علیہ السلام کے فقہی نظریات کے مصادیق بیان کریں گے۔

### ۱۔ سیرت حضرت علی علیہ السلام اذان میں

شیعہ اور اہل سنت کے درمیان فقہی مباحثت میں سے ایک بحث اذان کے اجزاء اور تحلیلات کے بارے میں ہے اس سلسلہ میں مختلف بحثیں پائی جاتی ہیں ہم یہاں صرف ایک بحث کو بیان کر رہے ہیں:

دسوی نے اپنے گرانقدر فقہی حاشیہ میں فقہاء اہل سنت میں سے کسی ایک کے قول کو نقل کیا ہے کہ：“پہلی بار سلطان یوسف صلاح الدین ایوبی کے زمانہ میں یہ حکم نافذ کیا گیا تھا کہ، ”مصر اور شام میں اذان صبح سے پہلے“ اسلام علی رسول اللہ،“ کہا جانا چاہیے۔ یہ عمل یعنی تک جاری رہا ہے اور صلاح الدین بر سی کے حکم کے مطابق اذان



میں ”الصلة والسلام عليك يا رسول الله“ کہا جانے لگا نیز سلطان منصور حاجی بن اشرف کے زمانہ میں یہ حکم تھا کہ اذان کے بعد پنجمبر سلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود اور صلوٰت بھیجی جائے یہ عمل ۱۹۱۷ء میں صورت پذیر ہوا اور اسی طرح جاری رہا، لیکن دسوی فرماتے ہیں کہ ”حضرت علی علیہ السلام نے جملہ“ حی علی خیر اعمل کا ”حی علی الفلاح“ کے بعد اذان میں اضافہ کیا اور یہ مسئلہ آج اس زمانہ میں بھی شیعہ عقادات کا جزو ہے۔ (دسوی، بی تاج راص ۱۹۳۶ء)

البنت شیعوں کا اپنے ائمہ علیہم السلام کی روایات کی پیروی میں اس بات پر اتفاق ہے کہ جملہ ”حی علی خیر اعمل“، جزو اذان ہے اور بال بھی اذان صحیح میں اس جملہ کو کہتے تھے۔ نیز بہت سے گروہ اصحاب بھی اذان میں یہ جملہ ادا کیا کرتے تھے۔

سید مرتضی فرماتے ہیں: اہل سنت نے روایت کی ہے کہ حی علی خیر اعمل پنجمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بھی کہا جاتا تھا اور یہ دعوا ہوا ہے کہ یہ جملہ نشیخ کر دیا گیا، ہاں جس نے بھی دعوائے نشیخ کیا ہے اسے چاہئے کہ دلیل لائے جب کہ اس سلسلہ میں کوئی دلیل وجود نہیں رکھتی۔ (سید مرتضی ۱۹۱۵ء، حصہ ۱۳۷ء)

ابن عربی کا قول ہے ”حی علی خیر اعمل“ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہی تھا اور روایت بھی ہے کہ جنگ خندق میں لوگ خندق کھونے میں مشغول تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ منادی نے اہل خندق کو آواز لگائی ”حی علی خیر اعمل“، پس جس نے بھی اس جملہ کو اذان کا جز قرار دیا ہے اس نے خطانہیں کی بلکہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو اس نے ان کی اقتداء کی ہے یا پھر سنت حسنہ کو فائدہ کیا ہے۔ (ابن عربی ۱۹۸۲ء، ج راص ۴۰۰ء)

بہر حال جیسا کہ ملاحظہ ہوا کہ: اذان میں جملہ ”حی علی خیر اعمل“ کا اضافہ امام علی علیہ السلام کی سیرتوں میں سے ایک سیرت ہے -

## ۲۔ وضو میں امام علی علیہ السلام کی سیرت

اہل سنت کی فقہی کتابوں میں وضو کی بحث میں ایک مسئلہ جوتے یا ان جیسی چیزوں پر مسح کے جواز یا عدم جواز کے سلسلہ میں قابل توجہ ہے۔

شریینی اپنی فقہی کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے ان کے جواب میں جو یہ کہتے تھے کہ ”ہم نے اپنے اجتہاد کے ذریعہ یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ جوتے یا ان جیسی چیزوں پر مسح کیا جا سکتا ہے“، فرمایا: اگر ممکن ہوتا کہ دین اسلام شخصی رائے، نظریہ و ملیقہ کے ذریعہ بیان کی جائے تو طبعیت اس بات کا تقاضا کرتی کہ دھونے کے لئے انسان جوتے کے تلوے دھوئے نہ کر جوتے کو دھوئے۔ (شریینی ۱۹۳۱ء، ج راص ۲۷۶ء)

شرینی امام علی علیہ السلام کے اس روایہ اور قول کو نقل کرنے کے ذریعہ شریعت اسلام میں شخصی رائے اور ذاتی طریقہ کو قابل قبول امر قرار دیتے ہیں۔

### ۳۔ امام علی علیہ السلام کی سیرت نماز میں

نووی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہ ”لا صلوٰۃ لمن لم يقرأ بآم القرآن“، ”اگر کوئی شخص نماز کو سورہ حمد کے ساتھ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نبیس ہے“ اس سلسلہ میں امام علی علیہ السلام کی سیرت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

امام علی علیہ السلام نماز کے شروع کی دور کعتوں میں سورہ حمد کی قرأت کرتے تھے اور آخری کی دور کعتوں میں تسبیحات اربعہ پڑھتے تھے۔ (نووی، بیتا، ج ۳۶۲ ص ۳۶۲)

اسی طرح شروعی نماز کے خشوع کے سلسلہ میں آیت ”قد افلاح المومنون الذين هم فى صلاتهم خاشعون“، ”وَهُمْ نَبِيُّنَّ“ تحقیق کامیاب ہیں جو اپنی نماز میں خاشع ہیں“ سے استناد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام علی علیہ السلام ایک مفسر قرآن کی حیثیت سے اس آیت میں لفظ خاشعون کی تفسیر دل کے نرم ہونے، بدن کے تمام اعضاء و جوارح کے حرکت اضافی سے محفوظ رہنے اور خالق کائنات کی طرف پوری طرح متوجہ رہنے سے کرتے ہیں۔ (شواعی ۱۹۸۵ء، ج ۲۲ ص ۱۰۱)

### ۴۔ امام علی علیہ السلام کی سیرت روزہ میں

نووی روزہ میں امام علی علیہ السلام کی سیرت کے بیان میں فرماتے ہیں:

امام علی علیہ السلام ماہ رمضان کے روزہ کا آغاز چاند کیکر کرتے تھے۔ اور چاند نہ دیکھنے کی صورت میں ماہ شعبان کے کمل ہونے کے بعد ماہ رمضان کا آغاز کرتے تھے، وہ اس نقل کے ذریعہ سیرت علوی کی تائید کرتے ہیں کہ ”ولید بن عقبہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی علیہ السلام کے زمانہ میں ایک بار ۲۸ دن روزہ رکھا پس حضرت نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک روزہ کی قضا کروں“ اور خطیب نے ایک بیان میں دعویٰ کیا ہے کہ اس سال ماہ رمضان ۲۹ دن کا تھا۔ (نووی، پیشین، ج ۲۷ ص ۳۲۱)

### ۵۔ حضرت علی کی سیرت جہاد میں

جہاد کی بحثوں میں پیش آنے والے مسائل میں سے ایک مسئلہ ان لوگوں سے قتال کا ہے جو حکومت اسلامی پر خروج کرتے ہیں۔ جو اوری جو کتاب ”الاتفاق“ کے مؤلف ہیں ان لوگوں سے قتال کے سلسلہ میں جو لوگ



حدود الہی سے تجاوز کرتے ہیں اور امام و حکومت اسلامی پر خروج کرتے ہیں یا وہ لوگ جو باغی شمار کئے جاتے ہیں۔  
لکھتے ہیں:

”بُنْيٰ“ لفظ ظلم کے مفہوم میں ہے جس کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں کیوں کہ لوگ حکومت اسلامی پر خروج کرتے ہیں انہوں نے حق سے عدول کیا ہے۔ اس قضیہ میں بنیاد و اصل ایک ایسی آیت کو قراردیا گیا ہے جس میں خالق کائنات فرماتا ہے:

﴿ وَإِنْ طَائِفَاتٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ أَفْتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَعْثَ إِحْدًا هُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفْئِي إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَأَنْتَ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِلَى الَّذِينَ يُحِبُّونَ الْمُقْسِطِينَ ﴾

”اگر مؤمنین کے دو گروہوں کے درمیان آپس میں مقاٹله ہو جائے تو دونوں کے درمیان صلح کر دو، لیکن اگر ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے گروہ کے ساتھ جہاد کرو“  
( مجرات ۹)

ہجاوی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں قرآنی آیت کی اساس پر جس دوسرے گروہ سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے یہ وہی مسلمان ہیں جو امام کے خلاف ہیں، اس آیت کی بنیاد پر حضرت علی علیہ السلام نے جنگ صفين اور نہروان میں شرکت کی اور ان لوگوں سے جہاد کیا جو حکومت الہی کے خلاف خروج کر رہے تھے۔ (ہجاوی، بی تاج ۲۰۲ ص ۲۷)

جیسا کہ بیان ہوا یہ فقیہ اہل سنت حضرت علی علیہ السلام اہل کفر کے ساتھ جہاد کے اس روایہ کو فقیہ اور حکومتی روایہ شمار کرتے ہیں اور آیت قرآن کے ذریعہ سے متنبہ قرار دیتے ہوئے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کو اس گروہ کے ساتھ جو حکومت الہی سے تصادم اور تعارض رکھتا ہے جہاد کرنا ہی چاہئے تھا۔

## ۶۔ حضرت علی علیہ السلام کی سیرت قضاوت میں

کتاب قضا کی بحثوں میں سے ایک بحث یہ یہ ہے کہ قاضی کو چاہئے کہ طرفین دعوا کی نسبت مساوات سے کام لے اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے۔ لیکن کتاب ”فت الوہاب“ میں بیان ہوا ہے کہ قاضی اس صورت میں کہ طرفین میں ایک کافر اور دوسرے مسلمان ہو مسلمان کو ہتر مقام پر بٹھا سکتا ہے۔

مؤلف کتاب نے اپنے اس فتوے کو حضرت علی علیہ السلام کے فعل اور روایہ سے متنبہ کیا ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کا ایک یہودی کے ساتھ دعوا ہوا اور آپ قاضی کے پاس گئے تو شریعہ قاضی کے پہلو میں بیٹھ کر

فرمایا: کہ اگر میرا م مقابل بھی مسلمان ہوتا تو میں بھی اس کے پہلو میں اور قاضی کے رو برو بیٹھتا۔ (انصاری ۱۸۲ ج ۲ ص ۳۷۸)

اسی طرح مالک اور احمد سے روایت ہوئی ہے کہ غلاموں کے جرائم کے سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام کی ایک خاص سیرت رہی ہے مثال کے طور پر ایک بار غلام کنیز ایک خاص گناہ کے مرتب ہو گئے حضرت علی علیہ السلام نے دونوں کو پچاس پچاس کوڑے مارنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر غلام اور کنیز ایسے گناہ کے مرتب ہوں تو میزان کے اعتبار سے کوڑے مارنے میں فرق نہیں ہونا چاہئے۔

اہل سنت نے بھی حضرت علی علیہ السلام کی سیرت کے مطابق اسی طرح کافتوی دیا ہے۔ (جاودی، پیشین

ص ۱۸۰)

#### ۸۔ حضرت علی علیہ السلام کی سیرت حمل کی کمترین مدت کے بیان میں

فقہی مباحث میں ایک بحث یہ بھی ہے کہ کتنی کم مدت میں ممکن ہے کہ ایک بچہ دنیا میں آئے اور اس کی مقدار کتنے دنوں کی ہوگی اس سلسلہ میں فقہائے شیعہ اور اہل سنت کے اقوال مختلف ہیں فقہائے اہل سنت میں شریینی اس سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام کے استنباط کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ وہ اس بیان کے بعد کہ حمل کی اقل مدت اس زمانہ کو کہا جاتا ہے جس میں مردوzen کی مشترک امکان زندگی کا امکان موجود ہوا اور یہ اس قائدہ کی طرف اشارہ ہے کہ نسبت امکان زندگی کے وسیلہ سے ثابت ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں حضرت علی علیہ السلام کے استنباط قرآن کے نتیجہ میں حمل کی سب سے مختصر مدت چھ ماہ ہے۔

شریینی حضرت علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿ حملہ و فصالہ ثلاثون شہرا ﴾ عورت کے حمل اور بچہ کے ماں سے جدا ہونے کا مجموعی مدت تیس ماہ ہے۔

جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے ”فصلہ فی عالمِ“ بچہ کو چاہئے کہ کم از کم دوسال کی مدت تک اپنی ماں کا دو دھپے تیس مہینہ میں سے چوبیس مہینہ کرنے کے نتیجے میں چھ ماہ باقی بچتے ہیں اسی بناء پر حضرت علی علیہ السلام کے نظریہ کے مطابق حمل کی کمترین مدت چھ ماہ ہوتی ہے۔ (شریینی، گزشہ حوالہ، ج ۳ ص ۳۸۳)

#### ۸۔ گمشدہ شوہر کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کی سیرت

فقہ کی ایک دوسری بحث گمشدہ شوہر کے سلسلہ میں ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص طولانی مدت تک



غائب ہو جائے اور اس کا کوئی پتہ نہ ہو تو اس کی زوجہ کی کیا صورت ہوگی اور وہ کس مدت تک صبر کرے گی۔ شریبی نے اپنی کتاب ”مختصر الحجۃ“ میں مولائے کائنات کے نظریہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی شخص غائب ہو جائے اور اس کا کوئی پتہ نہ ہو تو اس کی زوجہ اس وقت تک شادی نہیں کر سکتی جب تک کہ شوہر کی موت کا یقین پیدا نہ ہو جائے۔ جیسا کہ امام شافعی نے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: کم شدہ شوہر کی زوجہ اگر اس سختی میں مبتلا ہو جائے کہ اس کا شوہر گم ہو جائے تو اس کے لئے صبر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ وہ اس وقت تک شادی نہیں کر سکتی جب تک شوہر کے مرنے کی خبر اس تک نہ پہنچ جائے یا یہ کہ اس کا شوہر پلٹ آئے۔

شریبی اس قول کی وضاحت میں کہتے ہیں: کیوں کہ اصل حیات پر باقی رہنا ہے اور جب ایک شخص غائب ہوا تو اصل یہ ہے کہ وہ ابھی زندہ ہے اور یقین سے مراد ہی رجحان ہے اس صورت میں کہ اپنے شوہر کی موت کی خبر کار، حجان اسے حاصل ہوا اور یہ دو عامل کی گواہی سے حاصل ہوا اور ساتھ ہی اسے اپنے شوہر کی موت کی شہرت حاصل ہوئی ہو۔ (شریبی، گزشتہ حوالہ، صص ۳۹۷)

#### ۹۔ حد شراب نوشی کے سلسلہ میں آپ کی سیرت

کتاب حدود کی بحثوں میں سے ایک بحث شراب نوشی کی حد اور کوڑے لگانے کے سلسلہ میں بھی ہے۔ انس بن مالک سے نقل ہے کہ رسول اسلام اس شخص کو جو شراب نوشی کا مرتبہ ہوا تھا کوڑے کے بجائے لکڑی یا چھڑی وغیرہ سے چالیس ضرب مارتے تھے۔ حضرت ابو بکر کے زمانہ میں بھی شرابی کو چالیس کوڑے مارے جاتے تھے، حضرت عمر کے زمانے میں شراب پینے والے کوڑے مارنے کے سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام سے سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا:

شراب پینے والے کی حد کامیزان ۸۰ کوڑے ہیں حضرت کی دلیل یہ تھی کہ وہ شخص جو شراب پیتا ہے مست ہو جاتا ہے مست انسان ہندیان کا مرتبہ ہوتا ہے اور ہندیان گوئی کے وقت وہ لوگوں کو نارواونا قبل برداشت نہیں لگاتا ہے اور لوگوں کو بری نسبتیں دینا افتراء کا موجب ہے اور چوں کہ افتراء کی حد کی میزان ۸۰ کوڑے ہیں لہذا شراب نوش کے سلسلے میں بھی میزان حد ۸۰ کوڑے ہی ہوگی۔ (انصاری، گزشتہ حوالہ، ص ۲۸۸)

جیسا کہ دیکھا گیا کہ شراب نوشی کی بحث میں عصر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر عمر کے زمانہ تک ایک تاریخی دور پایا جاتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس قانون کو منظم کرنے کے عنوان سے ۸۰ کوڑے کی

سر اکمیں کیا ہے اور آج بھی اس سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام کی ہی فقہی سیرت پر عمل ہو رہا ہے۔

شرینی بنی بھی اس سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام کی سیرت کے بارے میں دوسرا تقیہ یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس بوڑھے کو جس نے ماہ رمضان میں شراب پی لی تھی اسی کوڑے مارے پھر دوسرے دن کوڑے کی ۲۰ ضرب مزید ماریں اور فرمایا کہ میں نے تجھے اسی کوڑے اس لئے مارے کہ تو نے شراب پی تھی اور آج میں کوڑے مزید اس لئے مارے کہ تو نے خداوند عالم کی شان میں جسارت کی اور ماہ رمضان کی حرمت کو پامال کر دیا۔

حضرت علی علیہ السلام کا عمل بھی اہل سنت کے فتوے کی بنیاد قرار پایا ہے۔

اہل سنت کوڑے مارنے کی کیفیت کے بارے میں بھی حضرت علی علیہ السلام کے اس قول کی پیروی کرتے ہیں کہ کوڑے کی ضرب بدن کے مختلف اعضاء پر ماری جائے۔

#### ۱۰۔ حمرہ کے سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام کی سیرت

اہل سنت کی عبارت میں امرتاد کی نسبت وارد ہوا ہے کہ مرتد ہے جو دین اسلام سے پلٹ جائے وہ مرد ہو یا عورت اس سے اس بات کا مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ توبہ کرے (حقیقت میں یہ توبہ اس کے حکم قتل سے پہلے واقع ہو گی کیوں کہ مرتد شخص کی حد نقل قتل ہے) کیوں کہ اہل سنت کی تعبیرات میں آیا ہے کہ انسان اسلام کے ذریعہ محترم ہوا تھا اگرچہ وہ ابھی خود کو غیر مسلمان کہہ رہا ہے پھر بھی یہ احترام اسلام اس کے حق میں باقی ہے۔ لہذا اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اگر توبہ کرے تو وہ آزاد ہے۔

لیکن وہ بحث ہے فہما اہل سنت نے اس بارے میں پیش کیا ہے یہ ہے کہ مرتد کو توبہ کے لئے کتنی مدت تک اختیار دیا جائے گا جاؤ ای حضرت عمر کے زمانے میں راجح روشن کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تین روز کا اختیار دیا جائے گا نیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ امام مالک نے حضرت عمر کی روشن کو مد نظر کھتھتے ہوئے یہ فتویٰ دیا کہ اگر مرتد تین دن کی مدت کے بعد توبہ نہ کرتے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

جواؤ نے اس روشن کو ضعیف قرار دیتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ مرتد کو توبہ کے لئے دو ماہ کا وقت دیا جائے گا اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کرتے ہوئے اس کے اسلام کو قبول کریں گے اور اسے آزاد کر دیں گے تاکہ وہ اپنی زندگی گزارے۔ حضرت علی علیہ السلام سے



منقول جاوی کے اس قول کی بنیاد پر اگر مرتد دوبارہ اپنے اس برے عمل کی تکرار کرے تو اس سے پھر توہہ کا مطالبه کیا جائے گا اور اسے دو ماہ کا موقع دیا جائے گا تاکہ وہ اپنے عقیدہ سے دست بردار ہو جائے۔ (جاوی گزشته حوالہ ج ۲۰۶ ص ۲)

قارئین کرام جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جاوی کے نقل کے مطابق حضرت علی علیہ السلام نے دوسروں کی روشنی کے بخلاف مرتد کو توہہ کے لئے دو ماہ کا اختیار دیا ہے آپ نے اس روشن کو قرآن مجید کی اس آیتے مبارکہ سے مستند کیا ہے: ﴿ قل للذين كفروا ان ينتخوا بغير حكم ماقدر سلف ﴾ اے پیغمبر کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ اپنی کفر آمیز باتیں ترک کر دیں تو خدا ان کو معاف کر دے گا اور ان کے گزشته اعمال کو درگزر کر دے گا۔ (انفال ۲۸)

## ۱۱۔ قصاص کے سلسلے میں حضرت علی علیہ السلام کی سیرت

قصاص کے بارے میں فقہی بحثوں میں سے ایک بحث قصاص کا جرم کے برابر ہونا ہے اس معنی میں کہ اگر کوئی شخص کسی جرم کا مرتكب ہو اور مقابل کو کوئی ضرر پہنچتا تو قصاص اس صورت میں ہونا چاہئے کہ جتنا نقصان مجنی علیہ کو پہنچا ہے اتنا ہی نقصان مجرم کو پہنچایا جائے۔ البتہ یہ امر بہت مشکل ہوتا ہے اسی لئے بہت سے موقع پر قصاص نہیں جرمانہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ لیکن گزشته زمانے میں جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا قصاص ہی کی کوشش کی جاتی تھی۔

”دسوی“، اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ عہد عثمان میں ایک شخص نے دوسرے شخص کو ایک ایسی ضرب لگائی جس کی وجہ سے اس کی ایک آنکھ کی بینائی ختم ہو گئی لیکن اس کی آنکھ کو معمول کے مطابق کوئی اور نقصان نہیں ہوا۔ حضرت عثمان نے خلیفہ مسلمین ہونے کی حیثیت سے قصاص کا حکم تودے دیا لیکن یہ مشکل درپیش آئی کہ آیا مجرم کی آنکھ کو نقصان پہنچایا جائے یا پھر کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے۔ مشکل کو حل ایک مشکلات حضرت علی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا ایک آئینہ لا یا جائے اور ایک کپڑا جنم کی آنکھ پر ڈال کر سورج کو آئینہ پر اس طرح جمکائے کہ سورج کا عکسی مجرم کی آنکھ پر پڑے اس طرح اس کی اس آنکھ کی بینائی تو چلی جائے گی مگر آنکھ اپنے معمول پر باقی رہے گی۔ (دسوی، گزشته حوالہ، ص ۲۵۳)

## نتیجہ

جو چیز گزشته تمام بحثوں سے حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ایک ایسی شخصیت کے



عنوان سے ربانی علوم کے منابع سے بہرہ منداور فنکر کے مختلف ابواب میں ایک خاص سیرت کے مالک ہیں اور یہ سیرت اہل سنت کے نزدیک بھی فقہی منابع کے عنوان سے تسلیم کی جاتی ہے۔

## حوالہ

۱-قرآن کریم

۲-ابن عربی محدث الدین الفتوحات المیہ، قاہرہ ۱۹۸۴ء

۳-انصاری، ذکریا، فتح الوہاب، دارالکتاب العلمیہ، بیروت، ۱۳۱۸ھ

۴-چاوی، مسوی، الاقناع، دارالمعرفة، بیروت۔ بیتا

۵-وسوی، محمد بن عرفہ، حاشیہ السوی علی الشرح الکبیر، دارالاحیاء لكتب العربیہ، بیروت بیتا

۶-سید مرتضی، علم الحمدی، الاختصار، جامعہ مدرسین، قم ۱۳۱۵ھ

۷-شربینی، شمس الدین محمد، الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع، دارالمعرفة، بیروت بیتا

۸-شربینی، شمس الدین محمد، معنی لمحة امتحان، دارالاحیاء اثراث العربی، بیروت، ۱۳۷۷ھ

۹-شروعی، عبدالحمید، حواشی الشروعی، داردارالاحیاء اثراث العربی، بیروت، ۱۹۸۵ء

۱۰-نووی، محدث الدین، الجمیع فی سرح المہذب، دارالفکر، بیروت بیتا



# بے نظیر اسلامی کا نفرنس

سید ابو جواد زیدی

## خلاصہ

امت مسلمہ کو پروردگار عالم کی جانب سے عطا کی گئی عظیم نعمتوں میں ایک بڑی نعمت حج ہے، سر زمین وحی پر حج فرزندان توحید کا وہ عظیم الشان اجتماع ہے جو پوری تاریخ انسانیت میں بے نظیر ہے۔

اس عظیم اجتماع کو ایک ایسی بے نظیر اسلامی کا نفرنس سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جس میں اسلامی دنیا کو درپیش مسائل اور عالم اسلام کے موجودہ مشکلات پر نظر گلو اور ان کا حل تلاش کرنے کے ساتھ باطل پرستوں سے مقابلے کی راہوں، حق کی تقویت کے اصولوں اور تمام اسلامی فرقوں کے مابین اتحاد و تکہتی کو فروغ دینے کی راہوں کو تلاش کر کے امت واحدہ کی تشکیل و ترقی کی راہ میں قدم آگے بڑھائے جاسکتے ہیں۔

پیش نظر مقائلے میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن و روایات کی روشنی میں حج کی اہمیت و فضیلت کے پیش نظر اس عظیم اجتماع کے موجودہ نقصانوں کو دیکھتے ہوئے مستقبل میں اس کے بہتر طور پر انجام پانے کی خاطر اس کے مقاصد اور بلند اہداف پر روشنی ڈالی جائے، نیز اس کے فلسفہ اور امتیازی حیثیت، برکات و فوائد کے بیان کے ساتھ ان ذمہ

داریوں کو واضح کیا جائے جو اس فریضہ کو نجام دینے کی صورت میں ایک دوسرے پر عائد ہوتی ہیں۔

### کلیدی الفاظ:

حج، اسلامی کانفرنس، کعبہ، اتحاد بین اسلامیین، اقتصادی نظام، سیاسی نظام، عالم اسلام

### مقدمہ

یوں تو دنیا میں ہر روز نہ جانے کتنی کافرنیسیں ہوتی ہیں نہ جانے کتنے اجتماع ہوتے ہیں جن میں مختلف موضوعات پر گفتگو اور بحث ہوتی ہے ان مختلف کافرنیسوں میں کبھی جگہ اور مقام کو کلیدی حیثیت حاصل ہوتی ہے، کبھی اس میں شرکت کرنے والے مندو بین توجہ کا مرکز ہوتے ہیں، تو کبھی موضوع گفتگو لوگوں کو واپسی طرف متوجہ کرتا ہے۔ عام طور پر موضوعات اور مسائل کے پیش نظر ہی کافرنیس کے مندو بین و شرکاء کا انتخاب عمل میں آتا ہے اور اسی کے مطابق کوئی اچھی جگہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ موضوع گفتگو، مندو بین و شرکاء اور مقام اجتماع یہ تینوں چیزوں ایک اجتماع کی کامیابی و ناکامی میں بنیادی روپ ادا کرتی ہیں۔

حج عالم اسلام کا ایک ایسا اجتماع ہے جو موضوع، مندو بین و شرکاء اور مقام تینوں اعتبار سے کیتا ہے روزگار ہے اس عظیم اجتماع کا موضوع بندگی و اطاعت ہے تو جگہ و مقام حرم الہی اور اس میں شریک ہونے والوں کے لئے بس اتنا ہے کہ وہ توحیدی مراج رکھتے ہوں وہ کہاں کے ہیں کون ہیں کتنے بڑے سرمایہ دار ہیں کس مقام و منصب پر فائز ہیں اس اجتماع میں ان بالتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے پورا دگار نے اس اجتماع میں شریک تمام لوگوں کو واپسی رحمت کے چشم سے سیراب ہونے اور اللہ کی نشانیوں کو چشم بصیرت سے دیکھنے کی دعوت عام دی ہے اور اپنے حرم کو اس عظیم اجتماع کا مرکز قرار دیا ہے۔

**حرم الہی اور حج کے اجتماع کی اہمیت قرآن و روایات کی روشنی میں:**

**الف: سب سے پہلاً گھر اور امن و سکون کا مرکز**

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضَعَ لِلنَّاسِ لِلَّذِي بِكَّةٌ مُبَارَكًا وَ هُدًى لِلْعَالَمِينَ﴾ فیہ

آیات بیان میں مقام ابراهیم و من ذخیرہ کان آمناً و لله علی النّاسِ حج

الْبُيْتُ مَنِ اسْتَطَعَ إِلَيْهِ سَيَلِّاً وَ مَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِّيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾



”بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے وہ مکہ میں ہے مبارک ہے اور عالمین کے لئے مجسم ہدایت ہے اس میں کلی ہوئی نشانیاں مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہوا وہ محفوظ ہوا، اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا واجب ہے اگر اس راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو کافر ہو جائے تو خدا تمام عالمین سے بے نیاز ہے“<sup>۱</sup>

﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخَذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهَدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهَّرَا بَيْتَنَا لِلطَّائِفَيْنَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكْعَعَ السُّجُودِ﴾

”اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے خانہ کعبہ کو ثواب اور امن کی جگہ بنایا اور حکم دے دیا کہ مقام ابراہیم کو مصلی بناؤ اور ابراہیم و اسماعیل سے عہد لیا کہ ہمارے گھر کو طواف اور اعتکاف کرنے والوں اور کوئی وجہ کرنے والوں کے لئے پاک و پاکیزہ بنائے رکھو“<sup>۲</sup>

اس گھر پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے جو بھی یہاں آیا ہے یہاں اس کے لئے کھلا ہوا ہے نہ کوئی یہاں آنے سے کسی کو روک سکتا ہے نہ ہی کسی طرح کی رکاوٹ کھڑی کر سکتا ہے پناخچار شاد ہوتا ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَواءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْأَبَادِ وَمَنْ يُرِدُ فِيهِ يَالْحَادِ بِظُلْمٍ نُذْفَهُ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ﴾

”بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور لوگوں کو اللہ کے راستہ اور مسجد الحرام سے روکتے میں جسے ہم نے تمام انسانوں کے لئے برابر قرار دیا ہے چاہے وہ مقامی ہوں یا باہروالے اور جو بھی اس مسجد میں ظلم کے ساتھ الحاد کا راستہ اختیار کرے گا ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے“<sup>۳</sup>

”علامہ طباطبائی“ فرماتے ہیں: اس آیت میں عاکف سے مراد اہل مکہ اور بادی سے مراد وہ لوگ ہیں جو باہر سے آتے ہیں۔<sup>۴</sup>

۱۔ سورہ آل عمران آیت ۹۷/۶۹

۲۔ سورہ بقرۃ ۱۲۵/۷

۳۔ سورہ حج ۲۵/۷

۴۔ علامہ طباطبائی تفسیر المیز ان جلد ۱۳

حج آیہ ۲۵۔ ”سواء العاکف فیه والباد“ کی تفسیر میں بعض مفسرین نے تو یہاں تک بیان کیا ہے کہ اس مقام کی زمین اور اس کے اطراف کے گھروں کو ٹھہرنے اور دیگر ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہر ایک کو برابر کا حق ہے اور اسی لئے بعض فقہاء نے مکہ اور اس کے اطراف کی زمینوں کی خرید و فروخت اور انہیں کرایہ پر دینے کو حرام تو بعض نے اسے کمرودہ جانا ہے۔<sup>۱</sup>

”سید ابوالاعلیٰ مودودی“، اسی سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”مکة مناخ لمن سبق“، یعنی جو شخص اس شہر میں کسی جگہ آ کر پہلے اتر جائے وہ جگہ اسی کی ہے، وہاں مکانوں کا کرایہ لینا جائز نہیں ہے۔<sup>۲</sup>

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّي أَجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَأَرْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الشَّمَراتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمْتَنَعَ قَلِيلًا ثُمَّ أَخْطَرُهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم نے دعا کی کہ پروردگار اس شہر کو امن کا شہر قرار دے، اس کے ان اہل شہر کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں پھلوں کا رزق عطا فرماء، ارشاد ہوا کہ پھر جو کافر ہو جائیں گے انہیں دنیا میں تحوڑی نعمتیں دے کر آخرت میں عذاب جہنم میں زبردستی ڈھکیل دیا جائیے گا جو بدترین انجام ہے۔<sup>۳</sup>

﴿وَإِذْ بَوَأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَ طَهْرُ بَيْتِي لِلنَّاسِ وَالْقَائِمِينَ وَ الرُّكُعُ السُّجُودُ﴾

”اس وقت کو یاد دلا و جب ہم نے ابراہیم کے لئے بیت اللہ کی جگہ مہیا کی کہ خبردار ہمارے بارے میں کسی طرح کا شرک نہ ہونے پائے اور تم ہمارے گھر کو طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں، اور کوئی وجود کرنے والوں کے لئے پاک و پاکیزہ بناؤ۔“<sup>۴</sup>

۱۔ ناصر مکارم شیرازی، جلد ۲، تفسیر نمونہ ص ۶۲، محمد حسن خبی، جواہر الکلام جلد ۲ ص ۷۸

۲۔ خطبات، سید ابوالاعلیٰ مودودی ص ۲۹۸

۳۔ بقرہ ۱۲۶

۴۔ حج ۲۶/۲۶



﴿ثُمَّ لِيُقْضُوا تَفَهَّمُ وَلِيُوْفُوا نُدُورَهُمْ وَلِيُطَوَّفُوا بِالْبُيُّتِ الْعَتِيقِ﴾

”پھر لوگوں کو چاہیے کہ اپنے بدن کی کشافت کو دور کریں اور اپنی نذریوں کو پورا کریں اور اس (بیت عتیق) قدیم ترین مکان کا طواف کریں“<sup>۱</sup>

کلمہ عتیق عتیق سے مشتق ہے، اہل لغت نے اس لفظ کے متعدد معانی نقل کیے ہیں: جیسے قدیم، قائم،  
گراں قدر، آزاد شدہ، ان میں سے ہر ایک معنی کے لئے متعدد لائل بیان ہو سکتے ہیں چنانچہ بیت اللہ الحرام کو اگر  
صفت عتیق کے ساتھ ذکر کیا جائے تو اس لفظ کے اندر پائے جانے والے مفہومیں کو دیکھتے ہوئے کوئی بھی معنی مناسب  
سے خالی نہ ہوگا۔<sup>۲</sup>

دوسرے الفاظ میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ وہ گھر ہے جو ہمیشہ آزاد رہا ہے اور اسی لئے اسے مادہ عتیق  
سے عتیق کہا گیا چنانچہ کعبہ کو اسی بنیاد پر حریت و آزادی کا مظہر و نشانہ کہا جاسکتا ہے۔<sup>۳</sup>

”آیت اللہ جوادی آملی“، اس سلسلہ میں فرماتے ہیں: قرآن میں آزادی کی اتنی اہمیت ہے کہ قرآن  
لوگوں کو دعوت دے رہا ہے کہ مظہر آزادی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں، حریت و آزادی کا مظہر کعبہ ہے جسے  
بیت عتیق کہا جاتا ہے، بعض لوگوں نے کعبہ کو بیت عتیق اس لیے جانا ہے کہ تاریخی قدامت کے لحاظ سے اس جیسی کوئی  
دوسری سر زمین نہیں ہے لیکن بعض روایات کے مطابق کعبہ کو ”بیت عتیق“، اس لئے کہا گیا ہے کہ کسی بھی زمانے میں  
کعبہ کسی کی ملکیت نہیں رہا ہے۔<sup>۴</sup>

امام علیؑ اس مقام کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جعلہ سبحانہ و تعالیٰ للاسلام  
علماء۔ پرو رڈگار نے کعبہ کو اسلام کا پرچم قرار دیا ہے۔<sup>۵</sup>

”استاد شہید مطہری“ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یہ قدمیم روایت رہی ہے کہ  
جب پرانے زمانے میں دو گروہ آپس میں متصادم ہوتے اور ان کے مابین جنگ چھڑ جاتی تو ہر ایک اپنا مخصوص پرچم

۱-حج ۲۹

۲-رک: لسان العرب، جلد ۹، ص ۳۸۷

۳- سلسلہ بیت ہای تلفیق دین، مبانی حقوق بشر در اسلام، ص ۱۹۵۔ آیت اللہ عبداللہ جوادی آملی۔

۴- علامہ مجتبی، بحوار الانوار، جلد ۶، ص ۹۸

۵- نجی البالاغم: خطبه ا وسائل، جلد ۹، ص ۱۰

لے آتا اور لوگ اس کے نیچے جمع ہو جایا کرتے، پر چم انکی بقا اور اور انکے استقلال کا راز سمجھا جاتا تھا پر چم کا بلدر رہنا ان سب کی حیات کی دلیل ہوتا اور اسکا سرگوں ہو جانا انکی شکست و ناکامی کا استعارہ، میں وجبہ تھی کہ ہر قبیلے کے دلیروں بہادر افراد علمداری کے دعوے دار ہوتے تھے اور دلیل و بہادر و شجاع افراد پر چم بلند کرنے والے کے ارد گرد جمع ہو جاتے تاکہ پر چم بلدر ہے، جہاں پر چم کو بلدر کھنے کا اتنا ہتمام ہوتا وہیں دشمن کی یہ کوشش ہوتی کہ جیسے بھی ہو پر چم سرگوں ہو جائے... آج بھی پر چم اتحاد، استقلال اور قوموں اور ملکوں کی خود مختاری کی علامت ہے ہر ملک کا اپنا ایک پر چم ہوتا ہے جسے مقدس جانا جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پر چم ہی کی قسم بھی کھانی جاتی ہے، اس حدیث میں امام علیؑ کعبہ کو اسلام کا پر چم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ جس طرح پر چم قوموں کی حیات انکے اتحاد کی علامت ہوتا تھا یہی اسلام کی حیات کی علامت کعبہ ہے چنانچہ ایک اور حدیث میں اس بات کی طرف یوں اشارہ ہوتا ہے ”لایزال الدین قائمما ما قامت الكعبه“ یعنی جب تک کعبہ اپنی جگہ قائم ہے اسلام بھی اپنی جگہ قائم ہے اس کا مطلب ہے کہ جب تک حج اپنی جگہ پر باقی ہے اسلام بھی اپنی جگہ باقی ہے... یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ حج سے اسلام کا مقصد ہرگز نہیں تھا کہ لوگ بغیر سوچے سمجھے مکہ کی طرف چل دیں اور بے معنی مناسک کو بجا لائیں بلکہ اسلام کا اصلی مقصد یہ تھا کہ لوائے کعبہ کے نیچے ایک ایک ارادہ لیکر ملت واحدہ کی صورت جمع ہو جائیں وہ ملت جس کا اصلی و اساسی نعرہ توحید ہے، اس لئے کہ کعبہ خانہ توحید ہے۔“<sup>۱</sup>

وہ قویں ہلاک ہو جاتی ہیں جو اپنے پر چم کی حفاظت نہیں کر پاتیں چنانچہ حدیث میں امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے ”لا تسرکوا حج بیت ربکم فتھلکوا“ خبردار حج کو ترک نہ کر دینا کہ اسکو ترک کر دینے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے <sup>۲</sup>  
حج راہ خدا کی طرف آنا ہے اس لئے کہ اللہ کی طرف آنے میں ہی انسان کی فلاح و کامیابی ہے چنانچہ امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے -

”عن ابی جعفر علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ ﴿فَقُرُو إِلَى اللَّهِ إِنِّی لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُّبِینٌ﴾ <sup>۳</sup> ... یعنی حجوا الی الله“<sup>۴</sup>

(حج، استاد شہید مرتضی مطہری ص ۲۲)

(وسائل الشیعہ، جلد ۸، ص ۱۳، ۱۴، ۱۵)

(ذارعات ۵۰)

(معانی الاخبار / ص ۲۲۲)

حج در حقیقت ہر طرح کی غلامی سے خود کو نجات دے کر مالک کی بارگاہ میں سرج حکانا اور اسی کے سایہ رحمت میں پناہ یمنا ہے چنانچہ میزاب کعبہ کے نیچے بھی دعا کایا نہ انظر آتا ہے: "اللَّهُمَّ اعْنِقْ رَقْبَتِي مِنَ النَّارِ وَادْرِأْ عَنِّي شَرَفَةَ الْعَرَبِ وَالْعَجْمِ وَاظْلَمْنِي تَحْتَ ظَلِّ عَرْشِكَ وَاصْرِفْ عَنِّي شَرَ کُلِّ ذِي شَرٍ وَ شَرِّ فَسْقَةِ الْجَنِّ وَالْأَنْسِ" ۱

کیوں نہ ہو حج ارکان دین میں سے ہے امام محمد باقر علیہ السلام کی معروف حدیث ہے: "بنی الاسلام علی خمسة اشياء : على الصلاة والزكاة والصوم والحج والولاية" ۲

حج کی افادیت و اہمیت کے لئے اتنا کافی ہے کہ حج قربت خدا حاصل کرنے کے لئے بہترین

عبادت ہے۔ ۳

حج کا ترک کرنا نہ صرگناہ کبیرہ بلکہ اسلامی معاشرہ سے نکل جانے کے اور کفر کے مترادف ہے۔ ۴  
کوئی بھی چیز اس کے ہم پانیہیں: امام صادق علیہ السلام: ما يعدله شيئاً ۵  
حج کے لئے کہا جاسکتا ہے کہ گویا یہ اسلام کا دھڑکتا ہوا دل ہے جو اسلامی معاشرہ کی رگوں میں خون دوڑا رہا ہے "سید ابوالاعلیٰ مودودی"، حج کو ایک عالمی تحریک کا نام دیتے ہوئے فرماتے ہیں: اس طریقہ سے شریعت بنانے والے حکیم و دانانے ایسا ہے نظری انتظام کر دیا ہے کہ انشاء اللہ قیامت تک اسلام کی عالم گیر تحریک (حج) مٹ نہیں سکتی دنیا کے حالات خواہ کتنے ہی بگڑ جائیں اور زمانہ کتنا ہی خراب ہو جائے، مگر یہ کعبہ کا اسلامی مرکز اسلامی دنیا کے جسم میں کچھ اس طرح رکھ دیا گیا ہے جیسے آدمی کے جسم میں دل ہوتا ہے۔ جب تک دل حرکت کرتا رہے، آدمی مر نہیں سکتا، چاہے بیماریوں کی وجہ سے وہ ملنے تک کی طاقت نہ رکھتا ہو، بالکل اسی طرح دنیا کا یہ دل بھی ہر رسال اس کی دور دراز رگوں تک سے خون کھینچتا رہتا ہے اور پھر اس کو رگ تک پھیلایا دیتا ہے۔ جب تک اس دل کی یہ حرکت جاری ہے اور جب تک خون کے کھینچنے اور پھیلئے کا یہ سلسلہ چل رہا ہے، اس وقت تک یہ بالکل محال ہے کہ اس جسم کی

۱ . الموسوعة الفقهية، کتاب الحج ص ۷

۲ . الكافي ، جلد ۲ ، ص ۱۸

۳ - جواہر الكلام جلد ۱ ص ۲۱۲

۴ - تحریر الولیۃ جلد اس ۳۷۰ ) وسائل الشیعہ، جلد ۸ ص ۱۹

۵ - وسائل الشیعہ، جلد ۸ ص ۷

زندگی ختم ہو جائے خواہ بیماریوں سے یہ کتنا ہی زار و نزار ہو۔ ۱

### ب: حج کے عظیم اجتماع کے برکات و فوائد:

اس عظیم اجتماع کے ذریعہ مالک نے اپنی قدرت و عظمت کی نشانیوں کو واضح کرتے ہوئے یہ پیغام دیا ہے کہ حرم الہی میں حرمت رکھنے والے بھینوں میں اس عظیم اجتماع کا حصہ بن کر دیکھو کہ لذت بندگی کیا ہے اگر تم نے اس لذت کا احساس کر لیا تو اب کوئی اور لذت تمہیں اپنی طرف رجھانیں سکے گی۔

﴿جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبُيْتَ الْحَرَامَ قِيَاماً لِلنَّاسِ وَالشَّهْرُ الْحَرَامُ وَالْهُدَىٰ

وَالْقَلَائِيدَ ذلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ۲

ابن بن تغلب نے امام صادقؑ سے اس آیت کے معنی پوچھئے کہ جعل اللہ... سے مراد کیا ہے آپ نے جواب دیا کہ جعلہا اللہ لدینہم و معايشہم یعنی اسے دین اور انکی معايشت کے منافع کے لئے قرار دیا ہے۔ ۳  
شعور بندگی کے ساتھ ساتھ اس اجتماع کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں انسان دنیاوی اور مادی نعمتوں سے بھی مالا مال ہو سکتا ہے اور اس عظیم اجتماع کے ذریعہ غریب و نادر لوگوں کی حسب استطاعت مد بھی کر سکتا ہے اس لئے یہ ایک دعوت عام ہے کہ اپنا بھلا چاہتے ہو تو بھی یہاں آؤ دوسروں کا در در کھتھتے ہو تو بھی اس سے زیادہ بہتر جگہ در دندری کے اظہار کے لئے اور کیا ہو سکتی ہے لہذا آؤ میرے گھر میں جمع ہو کر اپنے مفادات کے بارے میں بھی سوچو اور دوسروں کے بارے میں بھی سوچو کہ تم ان کے لئے کیا کر سکتے ہو۔

﴿وَأَذْنُ فِي النَّاسِ بِالْحَجَّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتَينَ مِنْ كُلِّ

فَجْ عَمِيقٍ لِيَشَهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ

عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾

”اور لوگوں کے درمیان حج کا اعلان کر دو کہ لوگ تمہاری طرف پیدل اور لا گرسواریوں پر دور دراز

علاقوں سے سوار ہو کر آئیں گے تاکہ اپنے منافع کا مشاہدہ کریں اور چند معین و نوں میں ان



چو پايوں پر جو خدا نے بطور رزق عطا کیے ہیں خدا کا نام لیں اور پھر تم اس میں سے کھاؤ اور بھوکے  
محتاج افراد کو کھلاؤ۔<sup>۱</sup>

”استاد شہید مطہری“ تفسیر صافی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”لیشہدوا منافع لهم“ سے  
یہاں پر مراد تمام منافع ہیں، امام صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ یہاں پر مراد دنیاوی فوائد ہیں یا آخرت کے  
آپ نے جواب دیا ہے <sup>۲</sup> تفسیر المیز ان میں ”علامہ طباطبائی“ نے بھی اس آیت کے ذیل میں مختلف روایات کو  
ذکر کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ دنیاوی آخرت دونوں ہی کے منافع مراد ہو سکتے ہیں آپ فرماتے ہیں ”وَطَرَحَ  
کے منافع کا ثابت ہونا آیت کے اندر پائی جانے والے عمومیت کے منافی نہیں ہے۔<sup>۳</sup>

سید محمد ضیا آبادی نے منافع کی وضاحت کرتے ہوئے حرم الہی کو ایک عظیم سمندر سے تعبیر کرتے ہوئے  
بڑی اچھی مثال دی ہے آپ فرماتے ہیں ”یہاں پر منافع سے مراد تمام تر خیر و نیکی ہے چاہے وہ مادی ہوں یا معنوی  
، دنیاوی ہوں یا اخروی، اسی سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف اسلامی اقوام کا جماعت ایک محور پر ایسے ہی ہے جیسے الگ الگ  
چھوٹی چھوٹی نہریں اور ندیاں جمع ہو کر کسی ایک سمندر میں گرتی ہیں تو جیسا سماں بندھتا ہے ویسی ہی مثال یہاں  
پر بھی ہے۔<sup>۴</sup>

حج کے برکات و فوائد کے سلسلہ میں موجود بے شمار روایتوں میں سے ہم کچھ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

”من مات فی طریق مکہ ذاہبا او جائیا امن من الفزع الا کبر یوم القياده“

”اگر کوئی مکہ کے راستے میں مرجاً تو قیامت کے دن عذاب اکبر سے محفوظ رہے گا“

”یخرج من ذنوبه کھیثے یوم ولدته مه“<sup>۵</sup>

”حج کے فریضہ کو ادا کرنے والا اس طرح گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے

بیدا ہوا ہو“<sup>۶</sup>

۱- رج ۲۸

۲- رج ۵۲

۳- علامہ طباطبائی، تفسیر المیز ان جلد ۱۔

۴- حج، برنامہ کامل ہنکال، سید محمد ضیا آبادی، ص ۲۸

۵- ملاذ الاخیر ص ۲۲۷

۶- کلینی، کافی ح ۸، ص ۲۵۳، اطیق الشاہد ۱۳۶۷، الناشر، دارالکتب الاسلام



امام باقر علیہ السلام :

”الحج یفنی الفقر“

”حج فقر کو دور کرتا ہے“ ۱

امام صادق علیہ السلام :

”حجوا واعتمرو اتصح ابدانکم و تسع ارزاقکم“ ۲

حج و عمرہ کروتا کہ تمہارے بدن سالم و تندرست رہیں اور تمہارے رزق میں برکت ہو

### حج کے عظیم اجتماع کا فلسفہ اور امتیاز:

اس عظیم الہی اجتماع کی ہی خصوصیت ہے کہ نہ زمانی اعتبار سے اور نہ ہی مکانی اعتبار سے اس کی کوئی نظر نہیں آتی جو مسلمانوں کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے دین اسلام کی بقاوی زندگی کا راز اس میں پوشیدہ ہے۔ امام صادق علیہ السلام کی حدیث کا معروف جملہ ہے ”لایزال الدین قائما ما قامت الكعبۃ“ جب تک کعبہ پر جگہ قائم ہے دین بھی اپنی جگہ قائم رہے گا۔ یہ اجتماع ہے جس میں دین کی بقا کے ساتھ ساتھ دنیا وی فوائد بھی ہیں چنانچہ امام صادق علیہ السلام نے حج کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”اللہ نے دین و دنیا کی مصلحتوں کے پیش نظر حج کو واجب قرار دیا ہے تاکہ مسلمان ایک دوسرے کو بہتر طور پر پہچان لیں اور ایک دوسرے کے حالات سے مطلع ہو جائیں ایک شہر سے دوسرے شہر سامان منتقل کر سکیں دیگر اقوام کے تجارتی اور اقتصادی ذخائر سے استفادہ کر سکیں اس لئے کہ اگر کوئی قوم صرف اپنے بارے میں سوچ گی تو وہ بلاک ہو جائے گی، شہرویران ہو جائیں گے تجارتی فوائد سے استفادہ ختم ہو جائے گا۔ ۳

حج بیت اللہ کا یہ امتیاز ہے کہ یہ ایک ایسا عالمی اجتماع ہے جس میں تمام فرزندان تو حیدر جم ہوتے ہیں اور سب مستقل طور پر مدعو ہوتے ہیں کوئی نہ کسی ملک کا نمایاں ہوتا ہے نہ کسی جماعت کا، اس دعوت میں نہ کسی سیاست کا دخل ہے نہ ہی مصلحت کا، نہ کسی مخصوص صلاحیت کی شرط ہے، نہ ہی کسی خاص استعداد کی، ہر انسان کو اس کے اسلام اور ایمان کی بنیاد پر مدعو کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عبادت پروردگار کے زیر سایہ عالمی مسائل پر گفتگو



۵۳

۱۔ النوری الطبری، مسندر ک الوسائل، ج ۸، ص ۳۳، اطیع الثاني ۱۴۰۸، الناشر: موسسه آل البيت علیہ السلام۔

۲۔ مکتبی، کافی جلد ۲، ص ۲۲۰ (۱۴۰۸)

۳۔ وسائل الغیث، جلد ۸، کتاب الحج، ابواب وجوب الحج باب اصل (۱۴۰۸)

ہواں لئے اسے عالم اسلام کا سب سے بڑا سمینار کہہ سکتے ہیں؛ حج کا لباس احرام، انسانی زندگی میں سادگی کی ملامت ہے اور انسان کو متوجہ کرتا ہے کہ اگر پروردگار لاکھوں کے جمیع کو ایک لئنگی اور چادر میں کھڑا کرنا چاہے تو انسان کو اپنی مادی حیثیت بھلا کر اس کی آواز پر بلیک کہنا چاہیے اور اسی طرح کھڑے ہونا چاہیے جیسے اس کے مالک نے مطالبہ کیا ہے بھی بندگی ہے اور یہی حج کا ایک بڑا عطا یہ ہے کہ حج انسان کو شعور بندگی دیتا ہے۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ حج جیسی عظیم نعمت کے بعد بھی مسلمان کفران نعمت کرتے ہوئے اس کی برکتوں سے غافل ہیں۔ ایک دوسرے کے درود کو سمجھنے کے لئے آپس میں تحدیر کو کر کا میا یوں کی چوٹیاں فتح کرنے کے لئے حج سے بڑھ کر اور کون سا موقع ہو سکتا ہے؟ یہ اللہ کی عظیم نعمت نہیں تو کیا ہے کہ اللہ کے حکم سے مسلمانوں کو خود خود اتنا بڑا اجتماع نصیب ہوتا ہے جو تاریخ میں بے نظیر ہے ”امام ثمنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”سب جانتے ہیں کہ ایسی عظیم کانفرنس کا انعقاد کسی بھی عہدہ دار اور حکومت کے بس میں نہیں، یہ تو امر خدا ہے کہ جس نے یہ عظیم اجتماع فراہم کر دیا ہے باعث افسوس ہے کہ گزشتہ تاریخ میں مسلمان اس آسمانی قوت اور اسلامی اجتماع سے اسلام و مسلمین کے مفاد میں مناسب فائدہ نہ اٹھا سکے۔“

حج کے عظیم اجتماع میں بہت سے سیاسی پہلو ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کے بنیادی اور سیاسی مشکلات سے آگاہی حاصل ہو جاتی ہے۔ بیت اللہ کے زائر علماء، دانشور، اور فرض شناس صاحب نظر افراد اگرمل کر بیٹھ جائیں اور ان مشکلات کو زیر بحث لا نئیں جن سے وہ جو جھر ہے ہیں تو ان کا حل بھی لکھ سکتا ہے، یہ تمام افراد اگرمل کر بیٹھیں اور مشکلات پر غور کریں تو اپس اپنے اپنے ملکوں میں جا کر عام اجتماعات میں اس کی روپورٹ بھی پیش کر سکتے ہیں۔

### حج کے عظیم اجتماع کی ذمہ داریاں:

اس عظیم اجتماع کی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلامی ممالک کے افراد کو آپس میں ہم آواز ہونے کی دعوت دی جائے اور مسلمانوں کے مابین موجود اختلاف کو دور کرنے کی دعوت دی جائے خطباً، مقرریں، اور مصنفین، اس اہم کام کے لئے آگے بڑھیں، کوشش کریں کہ مستضعفین کا ایک محاذ قائم ہو ایک محاذ کے قیام کے ذریعہ، لا الہ الا اللہ کے نعرے کے ذریعہ شیطانی طاقتوں، اور استعماری طاقتوں کی غلامی سے نجات پانے کی کوشش کریں اور اسلامی بھائی چارہ کے ذریعہ اپنی مشکلات پر غلبہ پائیں“ ۲ مشرکین سے اظہار برات اس عظیم کانفرنس

کا ہم حصہ ہے چنانچہ ایک اور مقام پر امام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہماری فریاد برائت اپنے کتب اور عزت و ناموس کے دفاع کی فریاد ہے، یہ فریاد ان اقوام کی درد بھری پکار ہے جن کے دلوں کو کفر و نفاق کے خبر نے زخی کر دیا ہے (صحیفہ نور ۲۰/۱۳) ”عظمیم کافرنس جو حضرت ابراہیم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر منعقد ہوتی ہے جس میں دنیا کے گوشہ گوشہ اور دور دراز کے علاقوں سے لوگ جمع ہوتے ہیں یہ انسانیت کے حقوق کے تحفظ اور قیام عدل کے لئے ہے“ ۱

امام ثمنی رحمۃ اللہ علیہ حج کے عظیم اجتماع کی ذمہ دار یوں کی وضاحت فرماتے ہوئے اپنے ایک خطاب میں فرماتے ہیں: حج کی انعام دہی کی غرض سے سرزی میں وحی پر حج ہونے والے آپ تمام فرزندان تو حیدر پر واجب ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور چارہ اندیشی کریں۔ مسلمانوں کے مسائل کو حل کرنے کی غرض سے تبادلہ خیال کریں۔ اس موقع پر آپ سبھی پر واجب ہے کہ اسلام کے مقدس اہداف، شریعت طاہرہ کے عالی مقاصد، مسلمانوں کی ترقی اور اسلامی معاشرہ کی وحدت و ہم دل کی راہ میں کوشش ہوں۔ استقلال کے حصول اور استعماری سرطان کو جڑ سے اکھڑ پھینکنے پر ہم فکر و ہم پیان ہو جائیں، مختلف مملکتوں سے آئے ہوئے مسلمانوں کی زبان سے ان کی مشکلات کو سنیں اور اسے حل و فصل کرنے میں ذرہ برابر کوتا ہی نہ کریں نیز اسلامی مملکت کے غرباً و فقراء کے سلسلہ میں چارہ اندیشی کریں۔ اسلامی سرزی میں فلسطین کو اسلام کے سب سے بڑے دشمن صہیونزم کے پیشوں سے نجات دینے کے بارے میں غور و گلر کریں۔ تمام ممالک سے آئے ہوئے علماء اور دانشوروں پر لازم ہے کہ ملت مسلمہ کو بیدار کرنے کے لئے تبادلہ نظر کے ساتھ مت Dell بیانات مسلمانوں کے درمیان دیں نیز اپنے ملک کی طرف واپس جانے کے بعد ان بیانات کو وہاں بھی منتشر کریں اور اسلامی ممالک کے عمائدین کو اس بات کی تاکید کریں کہ وہ اسلامی اہداف کو اپنا نصب اعين فرادریں۔ ۲ امت مسلمہ کو خانہ کعبہ کی طرف متوجہ کراتے ہوئے آپ فرماتے ہیں: اے مسلمانان عالم! اپنی عزت اور اپنے اقتدار کو اسلام اور بیت اللہ کے ذریعہ حاصل کرو۔ ”صحیفہ نور ج ۱۸ ص ۱۷)

مسلمان اس عظیم عبادت کے لئے جمع تو ہوں لیکن ظلم کے خلاف آواز نہ اٹھائی جائے، دشمنوں سے اظہار برائت نہ کیا جائے، مستقبل کے لئے ایک ٹھوں لا جعل پر غور نہ کیا جائے تو کیا اسے حج کہا جا سکتا ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ ”وَهُجْ جِنْ میں روح حج یعنی حرکت و قیام نہ ہو جس میں مشرکین سے پیزاری کا اظہار نہ کیا جائے، جس میں



۱- صحیفہ نور جلد ۲۰ ص ۱۸

۲- حج کنگرہ عبادی سیاسی ص ۱۹-۲۵

اتحاد کا مظاہرہ نہ ہو، جس سے کفر و شرک کے ایوانوں میں لرزہ طاری نہ ہو حقیقت میں حج کہنے جانے کے لائق نہیں ہے۔

یقیناً اس عبادت میں اپنے دین اپنے مکتب کے تحفظ کے لئے جان کی بازی لگادینے کا عزم واردہ اس کے سیاسی پہلوؤں پر غور و خوض خود ایک عبادت کا حصہ ہے اگرچہ میں انعام دینے جانے والے مناسک کے ساتھ ساتھ اس عظیم اجتماع میں برادری بھائی چارگی اخوت عالم اسلام کی موجودہ صورت حال، عالم اسلام میں زراعت، تعلیم، ثقافت، حفاظان صحت، جدید علماء، جن تمام میدانوں میں ہونے والے کارہائے نمایاں، جیسے اجتماعی مسائل پر بھی یوں توجہ ہو کہ یہ بھی عبادت کا ایک حصہ ہیں تو اس عظیم اجتماع کو بلند اہداف تک رسائی کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے۔

### حج کے عظیم اجتماع کو بلند مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا طریقہ کار:

حج کے عظیم اجتماع کو اسی وقت بلند مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے جب اس کی موجودہ کیفیت کا صحیح اندازہ ہو کرنی الحال وہاں کیا ہو رہا ہے؟ اسی کے بعد یہ سوچا جاسکتا ہے کہ وہاں کیا تبدیلی لاٹی جاسکتی ہے، جو کچھ اس عظیم اجتماع میں ہو رہا ہے وہ ہر ایک کے سامنے عیاں ہے وہ عبادت جو اسلامی معاشرے میں انقلاب برپا کرنے آئی تھی آج خود اپنے ہی ماننے والوں کے ہاتھوں کس طرح اسیر ہے۔ اسپر عالم اسلام کے مایناز مفکر ”سید ابوالاعلیٰ مودودی“ نے یوں روشنی ڈالی ہے ”خدا کی قسم! اگر یہ کام صحیح طریقہ پر ہوتا تو اندھے اس کے فائدے دیکھتے اور ہرے اس کے فائدے سن لیتے۔ ہر سال کام حج کروڑوں مسلمانوں کو نیک بناتا، ہزاروں غیر مسلموں کو اسلام کے دائرے میں کھینچ لاتا، اور لاکھوں غیر مسلموں کے دلوں پر اسلام کی بزرگی کا سکله بٹھادیتا۔ مگر برا ہو جہالت کا، جاہلوں کے ہاتھ پڑ کر کتنی بیش قیمت چیز کس بڑی طرح ضائع ہو رہی ہے۔“

حج کے پورے فائدے حاصل ہونے کے لئے ضروری تھا کہ مرکز اسلام میں کوئی ایسا ہاتھ ہوتا جو اس عالم گیر طاقت سے کام لیتا، کوئی ایسا دل ہوتا جو ہر سال تمام دنیا کے جسم میں خون صالح دوڑاتا رہتا، کوئی ایسا دماغ ہوتا جو ان ہزاروں لاکھوں خدا داد قاصدوں کے واسطے سے دنیا بھر میں اسلام کے پیغام کو پھیلانے کی کوشش کرتا، اور کچھ نہیں تو کم از کم اتنا ہی ہوتا کہ وہاں خالص اسلامی زندگی کا ایک مکمل نمونہ موجود ہوتا اور ہر سال دنیا کے مسلمان وہاں سے صحیح دینداری کا تازہ سبق لے کر پلتے۔

مگر وائے افسوس کہ وہاں کچھ بھی نہیں، مدتھائے دراز سے عرب میں جہالت پروش پارہی ہے، عبا سیوں کے دور سے عثمانیوں کے دور تک ہر زمانے کے باادشاہ اپنی سیاسی اغراض کی خاطر عرب کوتیری دینے کے بجائے صدیوں سے پیغمبر کی کوشش کر رہے ہیں انہوں نے اہل عرب کو علم، اخلاق، تمدن، ہر چیز کے اعتبار سے بستی کی انتہا تک پہنچا کر چھوڑا ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ وہ سرز میں جہاں سے کبھی اسلام کا نور تمام عالم میں پھیلا تھا، آج اسی جاہلیت کے قریب پہنچ گئی ہے جس میں وہ اسلام سے پہلے بدلنا تھی اب نہ وہاں اسلام کا علم ہے نہ اسلامی اخلاق، نہ اسلامی زندگی ہے۔ لوگ دور دور سے بڑی گہری عقیدتیں لیے ہوئے حرم پاک کا سفر کرتے ہیں مگر اس علاقہ میں پہنچ کر جب ہر طرف ان کو جہالت، طبع، بے حیائی، دنیا پرستی، بد اخلاقی، اور عام باشندوں کی گری ہوئی حالت نظر آتی ہے تو ان کی توقعات کا سارا ظسم پاش پاٹ ہو جاتا ہے۔ حقیقت کہ بہت سے لوگ حج کر کے اپنا ایمان بڑھانے کے بجائے اور اٹا کچھ کھو آتے ہیں۔ وہی پرانی مہنت گری جو حضرت ابراہیم و اما علیل علیہما السلام کے بعد جاہلیت کے زمانے میں کعبہ پر مسلط ہو گئی اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ختم کیا تھا اب پھر تازہ ہو گئی۔ حرم کعبہ کے منتظم پھر اسی طرح مہنت بن کر بیٹھ گئے ہیں خدا کا گھر ان کے لئے جائیداد اور حج ان کے لئے تجارت بن گیا ہے حج کرنے والوں کو وہ اپنا اسلامی سمجھتے ہیں مختلف ملکوں میں بڑی بڑی تجوہیں پانے والے ایجنس مقرر ہیں تاکہ اسامیوں کو گھیر کر بھیجیں۔ ہر سال اجیس کے خادموں کی طرح ایک لشکر کا لشکر دلالوں اور سفری ایجنسوں کا مکہ سے نکلتا ہے تاکہ دنیا بھر کے ملکوں سے اسامیوں کو گھیر لائے۔... نبوعہ باللہ من ذا لک۔ یہ بنارس اور ہر دوار کے پنڈتوں کی سی حالت اس دین کے نام نہاد خدمت گزاروں اور مرکزی عبادت گاہ کے مجاہدوں نے اختیار کر کی ہے جس نے مہنت گری کے کاروبار کی جڑ کاٹ دی تھی۔....

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے مذکورہ بالا کلمات سے واضح ہے کہ ابھی امت مسلمہ ان عالمی مقاصد سے بہت دور ہے جہاں اسے پہنچا چاہیے تھا لیکن اتنا ضرور ہے کہ جس کا خواب اس عظیم اسلامی مفکر نے دیکھا آج اگر یہ شخصیت ہوتی تو اس خواب کی تعبیر بھی اسے نظر آتی کہ ایسا ہا تھا تمام مشاہر و دانشواران اسلامی کی تصدیق کے بموجب رہبر انقلاب اسلامی کی شکل میں موجود ہے جو تمام دنیا کے جسم میں خون تازہ دوڑا سکتا ہے لیکن اسے مضبوط کرنے کی ضرورت ہے اس کا ساتھ دینے کی ضرورت ہے، اس ہاتھ کو مضبوط کرنے اور امت مسلمہ کی صاحب رہبری کے مسئلہ کو



حل کرنے کے لئے حج سے بہتر اور کون سا موسم ہو سکتا ہے جو خود بقول علامہ مودودی امت مسلمہ و اسلام کی بیداری کا زمانہ ہے ”جس طرح رمضان کا مہینہ تمام اسلامی دنیا میں تقویٰ کا موسم ہے اسی طرح حج کا زمانہ تمام روئے زمین میں اسلام کی زندگی اور بیداری کا زمانہ ہے۔“

کسی بھی چیز کی اہمیت کو سمجھنے کا ایک راستہ یہ ہے کہ دیکھا جائے ثم ان اسے کس نظر سے دیکھو رہا ہے حج کے عظیم اجتماع کے عظیم مقصد کو ہم نے سمجھا ہو یا نہ سمجھا ہو لیکن غیروں نے خوب خوب سمجھا۔ مگر سنن کا مشہور قول ہے ”جب تک قرآن کی تلاوت ہوتی رہے گی محمد (ص) کا نام زبان پر لیا جاتا رہے اور حج کا سلسلہ قائم رہے گا نظر انیت کو خطرہ لا حق رہے گا“۔<sup>۱</sup>

حج کے اس عظیم اجتماع میں اگر قرآنی دستور پر عمل کرتے ہوئے اس کے فوائد پر غور کیا جائے تو اسی اجتماع سے بہت کچھ کیا جاسکتا ہے اب یہ مسلمانوں پر ہے کہ وہ ان آیات پر کس طرح غور کرتے ہیں جن میں حتیٰ بھوکوں کو کھلانے اور انکی امداد کا حکم دیا گیا ہے:

﴿ وَ أَذْنُ فِي النَّاسِ بِالْحَجَّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَ عَلَى كُلِّ صَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ

كُلُّ فَجْ عَمِيقٍ لِيَشَهُدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَدْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ

عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَ أَطْعُمُوا الْبَائِسَ

الْفَقِيرِ ﴿ ۳﴾

اسی آیت پر عمل کرنے کے لئے اگر مسلمان عزم پیغم کر لیں تو کیا امت مسلمہ میں کوئی مسلمان بھوکا اور فقیر رہ سکتا ہے؟ آج دنیا میں غریب و نادر طبقے کے سلسلہ میں سروے یہ بتاتے ہیں کہ غربت و افلas میں زندگی گزارنے والوں کی بڑی تعداد اس لئے غریب و فقیر ہے کہ دنیا نے جو تقسیم اموال کے اصول بنائے ہیں ان کی بنیاد سماںداری پر ہے اس میں غریبوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ چنانچہ ماہرین اقتصاد کی تحقیقات کے مطابق دنیا میں خرد و نوش اور معیشتی وسائل کی قلت کے دو اسباب ہیں۔

۱۔ خطبات سید ابوالعلی مودودی باب ششم حج، جس، ۲۹۳، اسلام کشنز (پرائیوٹ) لیٹڈ

۲۔ استاد شہید مطہری رحح ص/۶۷،

(۲۸)-۳

- دنیا کا موجودہ اقتصادی نظام -

۲- دنیا کا موجودہ سیاسی نظام -

کیا مسلمانوں کے اتنے بڑے اجتماع میں ان دونوں مسائل پر گفتگو نہیں کی جاسکتی؟ کیا حج کی عظیم کافر نس میں ان دونوں مسائل کا حل تلاش نہیں کیا جاسکتا؟

دنیا کے سیاسی و اقتصادی نظام کے سلسلہ میں گفتگوم موضوع سے خارج ہے اقتصادی نظام کی کیا حالت ہے مختصر طور پر اس کے کچھ نمونے ملاحظہ ہوں۔

☆ دنیا میں گزشتہ چند سالوں میں ہونے والی غلہ کی پیداوار کا آدھا حصہ ترقی یافتہ ممالک پر صرف ہوتا ہے جن کی تعداد دنیا کی آبادی کے ایک چوتھائی ہے اس پر طرہ یہ ہے کہ ان کے مویش اور حیوانات دنیا کا ایک چوتھائی غلہ کھا جاتے ہیں جو چین اور ہندوستان میں صرف ہونے والے غلے کے برابر ہے۔ ۳

☆ امریکہ میں گواف، کی زمینوں پارکوں اور وہاں کے قبرستانوں کو ہرا بھرا رکھنے کے لئے دو میلیٹن کیبیاوی کھاد کا استعمال ہوتا ہے اگر اتنی مقدار میں تیسری دنیا کے ممالک میں بھی کھاد استعمال کی جائے تو انکے غلہ کی برآمد میں ۱۵ سے بیس میلیٹن کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ ۴

☆ ایک جنگی طیارہ پر لگنے والی لگت سے ۴۰۰۰ دیہاتوں میں میڈیکل سینٹر قائم کئے جاسکتے ہیں۔ ۵  
☆ ایسی توانائی سے چلنے والی ایک آبدوز کا خرچ ۲۳ ترقی پذیر ممالک کے بچوں کے تعلیمی بجٹ کے مساوی ہے۔ ۶

یہ تو دنیا کے دہائی دیتے ہوئے اقتصادی نظام کے چند نمونے تھے جو خود ماہرین اقتصاد کے دیے گئے آنکھوں و تھیںوں پر مشتمل تھے اور ذرا کم ابلاغ کی کرم نوازیوں سے ہم تک پہنچ گئے ورنہ، نہ جانے کتنی ایسی ہیروپورٹس رہی کی ٹوکریوں میں سڑکل رہیں ہو گئے کیا خبر؟

۱- جہان مسلح، جہان گرسنہ، ویلیبر انت، ترجمہ ہمایوں پور، سازمان انتشارات و آموزش انتقالی اسلامی چاپ اول، امیریاں و عقب ماندگی، ہمایوں انجی، ”دیساں، سرمایہ داری... نقل از عصر زندگی و چکوئی آیندہ انسان و اسلام، محمد رضا حکیمی، ص ۱۰۸

۲- چگونہ نیتی و یگری میر نصوص ۱۰

۳- دیکھا تو ری کار تھا، ۲۲۲،

۴- جہان مسلح، جہان گرسنہ، ۵۶،

۵- جہان مسلح، جہان گرسنہ، ۵۶



بہر کیف! کیا یہ وہ مسائل نہیں ہیں جن پر عالم اسلام کو اس عظیم اجتماع میں غور کرنا چاہیے؟ اگر غور کیا جائے تو اس عظیم کافرنس کو اور بھی بلند اہداف تک پہنچنے میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ شہید مطہری حج کے عظیم اجتماع کو بلند مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں：“..... وہاں جانے کے لئے ویزا کی ضرورت نہ ہو، اس مقام کو اسلامی متحده اقوام کے مرکز کی شکل میں ڈھلانا چاہیے،... اس مرکز سے اسلامی اقوام کے مرکز کے طور پر اسی طرح فائدہ اٹھانا چاہیے جیسے اقوام متحده نے مختلف بلاکوں اور شعبوں کو قائم کیا ہوا ہے، اس اسلامی متحده اقوام کے مرکز میں سلامتی کو نسل بھی ہونا چاہیے، ثقافتی ادارہ اور ادارہ حفاظان صحت وغیرہ بھی ہونا چاہیے،” اگر اقوام متحده و سلامتی کو نسل اور اس کے ذیلی اداروں کے سلسلہ میں غور کیا جائے کہ یہ کیوں وجود میں آئے تو اندازہ ہو گا کہ اسلام نے تو بہت پہلے ہی ایک ایسے مرکز کی نشان دہی کر دی تھی جو انسانیت کے امن کا محور ہوتی لیکن مسلمانوں ہی نے اس سے غفلت بر تی یہ ایک حقیقت ہے کہ：“پوری انسانیت کو ایک پناہ گاہ کی ضرورت ہے تاکہ ڈرے ہوئے وحشت کے مارے لوگ اپنی پناہ گاہ میں جا کر اپنے اوپر ہونے والے ظلم و ستم کو بیان کریں اور ہر طرف سے اکی فریادوں کے جواب میں لبیک کی صدائے اور لوگوں کو خوف و ڈر سے نجات ملے، اسی ضرورت کے پیش نظر اقوام متحده کی تشکیل ہوئی اب اسکی افادیت و حقیقت کتنی ہے یہاں تک بحث ہے چنانچہ اسلام نے پہلے ہی تمام مسلمانوں کے لئے ایک امن کی جگہ کو میں کر دیا۔”

محض یہ کہ آج دنیا نے قافلہ بشری کی ضرورتوں اور اس کے تقاضوں کے تحت جو بھی اصلاحی امور انجام دئے ہیں اور اجتماعیت کے محور تلے جتنے بھی شعبے بنائے ہیں سب کا جائزہ لینے کے بعد انکے موجودہ ناقص کو دور کر کے اسی حج کے اجتماع میں قرآن و حدیث کی روشنی میں ایک ٹھوس اور پختہ منشور حیات مدوین کیا جاسکتا ہے جسکے ہر ملک میں مختلف شعبے ہوں اور انکا مرکز خانہ خدا ہو لیکن یہ کام اسی وقت عمل میں آ سکتا ہے جب مسلمانوں کو اس کی افادیت اور حج کے عظیم اجتماع کے اندر پائی جانے والی صلاحیت کا اندازہ ہو اور وہ مسلک و مذہب کے جھگڑوں سے ماوراء کو کر عالم اسلام کے لئے ایک محور پر جمع ہو جائیں

اور رنگ، نسل، قوم، قبیلہ، ملک اور سرحدوں کے بتوں کو ابرا ہی یعنی عزم و ارادہ کے تیشہ سے توڑ کرامت واحدہ کے کاروائیں میں شامل ہو جائیں

۲۔ استاد شہید مطہری، حج ص ۲۲،

۱۔ حج برنامہ تکامل ص ۳۰

بقول علام اقبال

جہان رنگ و بو کو چھوڑ کر ملت میں گم ہو جا

نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی نہ افغانی

### حج اور اتحاد بین المسلمین

حج جیسی عظیم کافرنیس میں شرکت کے بعد بھی اگر مسلمان ایک دوسرے کے حالات سے بے خبر ہیں اور آپس میں متحد نہ ہو سکیں تو یقیناً ابھی تک وہ اس عظیم کافرنیس کے مقصد اور ہدف سے بے خبر ہیں اس کے نتائج سے غافل ہیں اگر مسلمانوں کو اپنے آپسی اتحاد کی طاقت کا اندازہ نہیں ہے تو کم از کم باطل پرست طاقتوں کے حیلوں اور مکرو فریب کے جالوں پر ہی نظر ڈالیں۔ اس سے انہیں بخوبی اندازہ ہو گا کہ دشمن ان کے آپسی اتحاد اور گھرے تعلقات سے کتنا پریشان ہے آج عالمی سامراج کو جس بات سے سب سے زیادہ خطرہ لاحق ہے وہ امت مسلمہ کے درمیان اتحاد و انسجام ہے اس لئے کہ سامراج یا اچھی طرح جانتا ہے کہ جب بھی مسلمان متحدر ہے ہیں اسے منہکی کھانی پڑی ہے جب بھی مسلمانوں نے متحدر ہو کر عالمی سامراج کا مقابلہ کیا ہے سامراج کا دنیا پر حکومت کا خواب چکنا چور ہوا ہے۔

اگر حقیقت پسندانہ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ استعمار کی حکومت کا راز یہی ہے اُنکی بتا اسی ”مکیاولی سیاست“ میں ہے کہ ”قوموں کو آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو“، عراق و افغانستان و فلسطین کی سرزی میں ہو کر دیگر اسلامی ممالک پر عسکری تاخت و تاز اگر ملت اسلامیہ نے اپنی شیر ازہ بندی کی ہوتی تو کبھی بھی استعمار کے اندر اتنی بہت نہ ہوتی کہ وہ آنکھ اٹھا کر کسی اسلامی سرزی میں کی طرف دیکھتا جب استعمار نے مسلمانوں کی اپنے متحد ہونے سے غفلت و بے خبری کا یہ عالم دیکھا کر انہیں آپس میں چٹکیاں لینے میں مزہ آتا ہے ایک دوسرے پر کپڑہ اچھال کر انہیں مسرت ہوتی ہے تو اس نے کہیں تعصب کو ہوادی اور ایک ہی قوم کی طاقت کو آپس میں ہی منتشر کیا تو کہیں استبداد کو خود پال پوس کر بڑا کیا، کہیں جاہلیت کو روانج دیتے ہیں کہیں سلفیت کی حمایت کر کے مختلف ہیلوں بہانوں سے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے بر سر پیکار ہونے پر آمادہ کیا اور اس طرح اپنی شاطرانہ چالوں کے ذریعہ اسلامی سرزیوں پر موجود ذخائر کو خوب نارت کیا اور آج بھی تیل کی دولت سے مالا مال سرزیوں استعماری فوجوں کی چھاؤنیوں میں تبدیل ہو کر انکے لئے لقمہ تربی ہوئی ہیں۔

ایسے میں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ استعمار کے مقصد اور ہدف کو پہچانیں اور ہر نعرہ لگانے سے



پہلے اسکی سمت اور جہت کا اندازہ لگانے کے ساتھ یہ جانے کی کوشش کریں کہ اس کا سرچشمہ کہاں ہے؟ آج ہر وقت سے زیادہ آپس میں تحد ہونے کی ضرورت ہے اور یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ ہمارے داخلی اختلافات میں کہیں ایسا تو نہیں کہ دشمن کا ہاتھ پہاں ہو اور ہمیں خبر ہی نہ ہو۔ اس لئے اتحاد کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے پر اعتماد، بھروسہ اور یقین کی ضرورت ہے تاکہ ہماری بدگانیوں سے دشمن کو اپنی چال چلنے کا موقع نہ مل سکے ایک دوسرے پر اعتماد کے ساتھ روزمرہ کے جاری مسائل سے خود کا بخوبی کھنے کی بھی ضرورت ہے اس لئے کہ کبھی کبھی یہی بے خبری انتشار اور افراط کا سبب بن جاتی ہے اور اسی بے خبری کا نتیجہ بدگانی کے طور پر سامنے آتا ہے جو نسل درسل منتقل ہوتی رہتی ہے اور یوں اختلافات گھرے ہوتے جاتے ہیں جب کہ اگر ایک دوسرے پر یقین اور بھروسہ ہو تو یہی یقین نہ صرف آپسی فضائی کو سازگار بناتا ہے بلکہ تغیری ملت میں بھی اہم رول ادا کرتا ہے۔

بقول علامہ اقبال

یقین افراد کا سرمایہ تغیری ملت ہے

بھی قوت ہے جو صورت گر تقدیری ملت ہے

اس یقین کے عظیم سرمایہ کو حج سے بہتر اور کس جگہ فراہم کیا جا سکتا ہے اتحاد میں اسلامیں کے لئے حج سے بہتر اور کون سا موقع ہو سکتا ہے حالات کی ڈگر کوڈ لکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ دور میں اگر مسلمان حج کی اس عظیم کافرنیس سے استفادہ کرتے ہوئے عزم آہنی کے ساتھ تحد ہو کر آگے بڑھ جائیں تو پوری دنیا انہیں سلام کرتی نظر آئے اس لئے کہ آج کل کے حالات وہ نہیں ہیں جو تین چار دہائیوں پہلے ہوا کرتے تھے آج تیس سال پہلے کے برخلاف صہیونی حکومت ایک ناقابل تغیری حکومت نہیں ہے دو دہائیوں کے برخلاف آج امریکہ اور اس کے حليف ممالک مشرق وسطی میں بے چون وچ اپنا حکومت نہیں چلا پا رہے ہیں بلکہ آج فلسطین کی قوم امریکہ و اشکبار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتی نظر آ رہی ہے اور حزب اللہ کی ۳۲ روزہ جنگ میں اشکبار کو جو ہزیت اٹھانی پڑی ہے اس نے اور بھی طاقت کا نشہ کافر کر دیا ہے۔ لبنان کے جیالے نوجوانوں نے اپنے آہنی عزم وارادہ کے بل پر مشرق وسطی میں طاقت کے غبارہ کی ایسی ہوانکامی ہے کہ اشکبار کو منہ چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی ہے اور ہر طرف اسے رسوائی و دولت کا سامنا ہے۔

ایسے میں اب اشکبار کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ کیا کرے اور وہ ایک کے بعد ایک غلط پالیسی اپناتے ہوئے اپنے ہی ہاتھوں اپنی قبر کو دے چلا جا رہا ہے  
اسلامی مقدسات کی توہین اور قرآن کریم کی بے حرمتی ہی اب اشکبار کا آخری حرب ہے ایسے میں اگر حج

کے عظیم پلیٹ فارم سے مسلمان مل جل کر ایک ایسی آواز اٹھائیں جو کا نتیجہ قرآنی اصولوں کی بالادستی ہو تو کیا انہیں کوئی روک سکتا ہے؟

امت اسلامی کے درمیان اتحاد، بیگتی، رواداری اور باہمی تعاون کے فروغ کی ضرورت کو آج ہر مسلمان محسوس کر رہا ہے افتنگیت پر رونما ہونے والے حالات اور تیزی کے ساتھ بدلتے ہوئے دنیا کے رنگ ہر مسلمان کے اندر یہ احساس جگار ہے ہیں کہ جہاں مسلمانوں کی بین الاقوامی برادری میں موجودہ ساکھوں کی بیختہ ہوئے قرآن جیسے خنزیر یہ بے بہا کے حقیقی معارف کا اقوم عالم تک پہنچنا ضروری ہے وہیں ایک ایسے قرآنی سماج کی تشكیل بھی ناگزیر ہے جسے امت واحدہ کہا جاسکے ہم اس وقت تک اقوام عالم کے درمیان اپنا کھویا ہوا وقار بحال نہیں کر سکتے جب تک تمدن ہوں، اس وقت تک دوسروں کو قرآن کے امن و سلامتی کے پیغام کو نہیں پہنچا سکتے جب تک اپنی قوم کے فرد کو اتحاد و ہم دلی اور پیغام امن کا خوگرہ بنادیں۔

کوئی بھی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک اسکے اندر اپنی منتشر طاقتیوں کو جمع کر کے اپنے اندر اتحاد پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا نہ ہو جائے چنانچہ قرآن و احادیث میں جا بجا اسی بات کے پیش نظر اتحاد و انسجام کی دعوت کے ساتھ تفرقہ اور اختلاف سے پرہیز کرنے کی تلقین نظر آتی ہے۔  
ارشاد ہوتا ہے۔

﴿ولتكن منكم امته يدعون الى الخير و يامرون بالمعروف و ينهون

عن المنكر و اولئك هم المفلحون ... ولا تكونوا كالذين تفرقوا

واختلفوا من بعد ما جأنهم البيانات و اولئك لهم عذاب الييم ... ﴾

اسی طرح حدیث میں ارشاد ہوتا ہے۔ لا تختلفوا فان من قبلکم اختلفوا فهلكوا۔ قرآن نے اختلاف کی اخروی سزا یعنی عذاب الہی کو بیان کیا ہے اور حدیث میں دنیاوی سزا یعنی ہلاکت کو بیان کیا گیا ہے۔ اور کیوں نہ ہوا س لئے کہ اتحاد آج مسلمانوں کی سیاسی مجبوری یا ضرورت نہیں بلکہ مکتب تو حیدری کا تقاضا ہے تو حیدر ہوئکن فرزندان تو حیدر کے درمیان اتحاد نہ ہو یہ ناممکن ہے چنانچہ علامہ کاشف الغطا نے بڑی اچھی تعبیر استعمال کی ہے آپ فرماتے ہیں: بنی الاسلام على كلمتين : کلمة التوحيد و توحید الكلمة ، اسلام کی بنیاد دو کلموں پر ہے ایک کلمہ توحید و سرا تو حیدر کلمہ یعنی جو بھی نداۓ تو حیدر بلند کر رہا ہے وہ اپنے طرز عمل میں

اپنے بھائیوں کے ساتھ ایک ہوا یانہ ہو کہ کلمہ توحید تو سب پڑھتے ہوں لیکن عمل میں ہر ایک اپنا اپنا راگ الاپ رہا ہے۔ یقیناً اگر امت اسلامی قرآن اور حدیث کے آئینہ میں اپنے خود خال سنوار لے تو اس منزل پر پہنچ سکتی ہے جہاں قرآن یہ نوید دے رہا ہے ”ولکن منکم امۃ یاد عون..... بس ضرورت ہے مخدہ و کراگے بڑھنے کی، بیدار ہونے کی، جاگنے کی اگر ہم بیدار ہو گے خواب غلت سے جاگ گئے تو کامیابی ہمارے قدم چومنے کی آج جب حالات بھی سازگار ہیں حج جیسی عظیم کافر نس مسلمانوں کو دعوت فکر عمل دیتے ہوئے آزادے رہی ہے۔

مسلم خوابیدہ اٹھنگا ماما آراتو بھی ہو  
وہ چک اٹھا فاق گرم تقاضا تو بھی ہو

## منابع و مأخذ



- ۱۔ قرآن کریم
- ۲۔ شیخ البلاغمہ
- ۳۔ کلینی، کافی
- ۴۔ علامہ محلی، بخار لانوار
- ۵۔ شیخ حرم عاملی، وسائل الشیعہ
- ۶۔ شیخ محمد حسین شجاعی، جواہر الكلام
- ۷۔ علامہ طباطبائی، تفسیر المیزان
- ۸۔ امام شمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ، تحریر الوسیله
- ۹۔ امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ، صیفۃ نور لعلی
- ۱۰۔ آییۃ اللہ اعظمی سید محقق الدارماد، کتاب الحج، تقریر ابحاث تایف: عبداللہ جوادی آملی
- ۱۱۔ اشیخ، اطف اللہ صافی گلپاکانی، فقہ الحج، بحوث استدلالیہ فی الحج،
- ۱۲۔ الموسوعات الفقهیہ، الحج دارالتراث، بیروت
- ۱۳۔ شہید مرتضی مطہری، حج
- ۱۴۔ ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ

- ۱۵-عبدالله جوادی آملی، سلسله بحث‌های فلسفه دین مبانی حقوق بشر در اسلام ،
- ۱۶-عبدالله جوادی آملی، جرم‌های از پیران زمزم
- ۱۷-عباس علی عمید زنجانی ، در راه برپای حج ابراهیمی
- ۱۸-محمد حکیمی، عصر زندگی و چگونگی آینده در اسلام
- ۱۹-سید محمد ضیا آبادی، حج برنامه تکامل
- ۲۰-محسن قرائتی، حج
- ۲۱-محسن احمدوند، سفر به بیت حقیقت ،
- ۲۲-سید ابوالاعلی مودودی، خطبات مودودی، اسلام کپلی کشنز (پرائیوٹ) لمینیز



# اسلامک گلوبالائزیشن کا چہرہ

محمد علی قادری

ترجمہ: امان اللہ جعفری

## خلاصہ:

گلوبالائزیشن یادوسرے لفظوں میں گلوبال ازم کی پیدائش اور ارتقاء کو ایک دہائی سے اوپر کا عرصہ گزرو چکا ہے لیکن اس کے باوجود ابھی تک اس موضوع کے مختلف پہلو ابہام اور تکمیل کا شکار ہیں جو کئی سوالات کو جنم دیتے ہیں جیسے: گلوبالائزیشن کا مطلب کیا ہے؟ گلوبالائزیشن یا گلوبال ازم کی اصطلاح اور اس کی طرف رجحان کس زمانے میں پیش آیا؟ کیا اسلام میں گلوبال ازم کی طرف رجحان پایا جاتا ہے؟ اگر جواب ہاں میں دیا جائے تو کیا اسلامک گلوبال ازم کو ثابت کرنا ممکن ہے؟ اور اگر ہم کہیں کہ جی ہاں! اسلامک گلوبال ازم کو ثابت کیا جاسکتا ہے تو پھر اس صورت میں اس کی بنیاد خصوصیات اور ڈھانچے کس چیز کو قرار دیا جائے گا؟ مفکرین نے ان سوالات میں سے بعض کے جوابات فراہم کئے ہیں، لیکن ان جوابات نے اپنے تنوع اور کثیر تعداد کی وجہ سے نئے ابهامات کو جنم دیا ہے۔ اس مقاولے کا ہدف مندرجہ بالا سوالات کے واضح اور روشن جوابات فراہم کرنا ہے۔

ذکورہ سوالات میں سے ہر ایک کے واضح اور قابل تشفی جوابات کے حصول کے لئے درج ذیل مفروضے سامنے لائے جائیں گے:

- ۱۔ گلوبال ازم کی اصلاح مغرب کی پیداوار ہے لیکن گلوبالائزیشن کی پیدائش کا مظہر اسلام ہے۔
- ۲۔ دیگر تمام مذاہب کے نقچ صرف اسلام ہی گلوبالائز ہونے کی بھرپور صلاحیتوں سے مالا مال ہے۔

الف۔ گلوبالائزیشن کی تعریف اور اس کے تاریخی پہ منظر کا بیان۔

ب۔ اسلام اور گلوبالائزیشن کے بارے میں اس کا نظریہ اس کے علاوہ اسلامک گلوبالائزیشن کی خصوصیات، ڈھانچوں اور صلاحیتوں کی تشریح۔

### گلوبال ازم کی تعریف:

گلوبال ازم کے معنی کیا ہیں؟ اس کی تاریخ یاد آش کیا ہے؟ اور اس کی طرف جھکاؤ کا عمل کس زمانے سے وجود میں آیا؟۔

کلوبال ازم یا گلوبالائزیشن کی اصطلاح عام ہونے کے باوجود ابھی تک اس کے لئے کوئی واضح معنی وضع نہیں کئے گئے کیوں کہ ایک تو گلوبالائزیشن کے بعض پہلو ابھی تک واضح نہیں ہیں حتیٰ کہ ان لوگوں کے لئے بھی جن پر اس کے مختلف مرحلے کا اثر ہوتا ہے۔ دوسرا ہم لکھتے یہ ہے کہ یہ ایک جدید اصطلاح ہے جس کو وجود میں آئے ہوئے دو دہائیوں سے بھی کمتر عرصہ ہوا ہے اس لئے ابھی تک اسے یقین اور پانداری کی منزل نصیب نہیں ہو سکی ہے اور ابھی تک یہ مسلسل تغیر و تبدلی کا شکار ہے۔

اس کے باوجود گلوبالائزیشن کی ایک خاص تعریف متعین کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، ہر چند یہ تعریفیں ناقص، مبہم اور محتکوں ہی کیوں نہ ہوں، جیسے:

”گلوبالائزیشن کا مطلب ہے دنیا کو یکساں یا ایک جیسا کرنا، یعنی مختلف طریقوں جیسے سیلاب، چینلوں کی ترقی، کمپیوٹری پھیلاو اور خصوص مختلف اور آئے دن بڑھتے ہوئے ٹوی چینلوں کے توسط سے اپنی صورت پذیری کا عمل انجام دے رہا ہے۔“

”گلوبالائزیشن ایک ایسا مظہر ہے جس کے کئی ابعاد ہیں، چینلوں، اس لئے اقتصاد، سیاست اور ثقافت وغیرہ سب اس کے دائرة کا میں آجاتے ہیں جس کے بعد قوموں کے درمیان لکیر کھیپتی ہوئی سرحد یا تو ختم ہو جاتی ہے یا اپنا مفہوم کھو جاتی ہے، اس کے علاوہ، تمام ممکن اپنا پرانا اثر و رسوخ کھو بیٹھتے ہیں اور ان کے اپنے بنائے ہوئے داخلی قوانین کی جگہ اب ان پر بننے والوں کی حکومت شروع ہو جاتی ہے۔“

گلوبالائزیشن ایک اجتماعی مسئلہ ہے جس میں جغرافیائی، تہذیبی، مذہبی اور انسانی زندگیوں پر سایہ گلن دیگر قیود کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یقیناً گلوبالائزیشن ایک سیاسی ثقافتی اور اجتماعی مرحلے کا نام ہے لیکن ان سب سے پہلے یہ ایک اقتصادی روشن ہے۔



اگر ہم گلوبالائزیشن کی ظاہری شکل و صورت کی جگہ اس کی ماہیت پر توجہ دیں تو درج ذیل طریقوں سے اس کی تعریف کر سکتے ہیں:

گلوبالائزیشن روئے زمین پر ہجرت، استعمار اور ثقافتی تلقید کے ذریعہ یورپی تہذیب کے پھیلاؤ کا نام ہے۔<sup>۷</sup>

گلوبالائزیشن سرد جنگ کے بعد سرمایہ داروں کی اس حرکت کا نام ہے جو تمام دنیا پر حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔<sup>۸</sup>

گلوبالائزیشن امریکی نمونوں کے پوری دنیا میں پھیلاؤ کی کوششوں کا نام ہے۔ یاد رہے کہ یہی کہتہ بعض یورپی ممالک کے خوف وہ راس کی اصل وجہ بنا ہوا ہے۔<sup>۹</sup>

گلوبالائزیشن ایک خوف ناک اور بامگینہ نظام کی تصویر اور از سر زد دین و قوم کی بنیادوں کے خاتمه کا نام ہے اور جس کا ہدف اقوام اور حکومتوں کی تمام سیاسی و اجتماعی بنیادوں کی بیخ کرنے کرنا ہے۔<sup>۱۰</sup>

گلوبالائزیشن تیری دنیا کے ممالک کے داخلی امور میں مداخلت اور ان ممالک کی اجتماعی پائداری اور حاکمیت کو دیکھنے بغیر ہی ہر اس قانون کی پامالی کا نام ہے جو ملٹی نیشنل کمپنیوں کی طرف سے آزاد انتہا بردارت کی روک تھام کے لئے وضع کیا جاتا ہے۔<sup>۱۱</sup>

مصطف کامانہ ہے کہ گلوبالائزیشن دنیا میں ایک انتہائی پیچیدہ جدید استعمار کی بنیاد دالنے کے مترادف ہے۔ اس بارے میں گلوبالائزیشن کے مراحل جیسے الکٹرانک گلوبل ولیج (Global Village)، گلوبل قبیلے کا ظہور، انفارمیشن کی دنیا میں ظہور پذیر ہونے والے انقلاب، زمان و مکان کے سماں اور نیز دنیا اور معلومات کی وسعت سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

پیروز مجتہد زادہ، لفظ ”گلوبالائزیشن“، کو امریکی دباؤ کے معنی میں استعمال کرتا ہے جو حقیقت میں کارخانہ داروں اور سرمایہ کاروں کے ہاتھوں دنیا کا گلوبالائزیشن ہے جس کا صدر مقام امریکہ ہی مانا جاتا ہے اور اس گلوبالائزیشن کی صورت میں تمام دنیا کو خواہ امریکہ ہی کے تملن، مفہوم، زبان اخلاق یا بے اخلاقی سے استادہ کرنا اور انھی کا دم بھرنا پڑے گا۔<sup>۱۲</sup>

گلوبالائزیشن کے مراحل کا مطالعہ معمولاً چار فنی، اقتصادی، سیاسی اور ثقافتی پہلوؤں سے کیا جاتا ہے۔ فنی اور ٹیکنالوجیکل سطح پر اسے تیرے صنعتی انقلاب کا نام دیا جاتا ہے۔ پہلا صنعتی انقلاب، اٹھارویں صدی میں ٹیکنالوجی کی دنیا میں رومنا ہونے والا تغیر و تبدل تھا۔ دوسرا صنعتی انقلاب انیسویں صدی کے درمیانی برسوں میں ظہور پذیر ہوا

جس سے روابط اور میکنالوجی کی دنیا میں تبدیلیاں آئیں۔ بیسویں صدی کے آخری برسوں میں رونما ہونے والے تیسرا صنعتی انقلاب سے ارتباطات اور معلومات کی دنیا میں ابھائی نیادی تبدیلیوں نے ظہور کیا۔ اس انقلاب سے اقتصاد کے شعبے میں مذکورہ فنی تبدیلیوں کے سبب ایسے تغیرات سامنے آئے جو آج سے پہلے بھی نہ آئے تھے اقتصاد کے گلو بلازرنش کے لئے قومی اقتصاد پر حکومت کا کنٹرول ختم ہو جاتا ہے اور اس طرح قوم کی اقتصادی اور مالی سیاستوں کے اصلی عناصر گلو بلازرنڈ صورت میں سامنے آتے ہیں۔ سیاسی نقطہ نگاہ سے یہیں الاقوامی سیاست کے نیادی اختیارات کے پھیلاؤ (جیسے ولڈ بینک) کے نتیجے میں علاقائی حکومتوں کے اختیارات محدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ بات طے ہے کہ گلو بلازرنش علاقائی حکومتوں کی اصل خصوصیات (جیسے سرحدوں کی اہمیت) کو کمزور کر دیتی ہے۔ لازمی ہے کہ ثابتی سٹھپر بھی گلو بلازرنڈ شہر کی بات کی جائے۔ یہیں الاقوامی تہذیبی اور اجتماعی سٹھپر رونما ہونے والی ہر قسم کی تحریک کا تعلق اسی گلو بلازرنڈ شہر سے ہے جو یہاں رائٹس اور علاقائی حکومتوں کی طرف سے ملنے والی شہری ازادی جیسے موضوعات سے بحث کرتی ہے اور یہیں یہ بذات خود علاقائی حکومتوں سے زیادہ تو ادائی کی حامل ہے۔ ۱۔ اس لئے مختلف تعریفوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گلو بلازرنش خود مغربی پلانگ کا ایک حصہ ہے یادوسرے لفظوں میں یہ اصطلاح دنیا کو غارت کر دینے کا ایک پروجیکٹ ہے اور مختلف ادوار میں گلو بلازرنش کا عمل بھی مغربیت کے عصر کا شکار ہے۔ اس لئے جب ہم دیکھتے ہیں کہ تیسری دنیا کے لوگ گلو بلازرنڈ ہونے سے خوف زدہ ہیں تو ہم کسی طرح بھی ان کی مدد نہیں کر سکتے۔ اس مقامے میں آنے والے مطالب سے ان خدشوں کا کھل کر اٹھا رہو جائے گا۔

## گلو بلازرنش کی اصطلاح اور اس کی طرف جھکاؤ کی تاریخ

گلو بلازرنش کی تاریخ کے بارے میں بحث و حصول پر مشتمل ہے:

۱۔ گلو بلازرنش کی اصطلاح کی تاریخ۔

۲۔ گلو بلازرنش کی طرف جھکاؤ کی تاریخ۔

### ۱۔ گلو بلازرنش کی اصطلاح کی تاریخ۔

اس لفظ کا ریشه پچاس کی دہائی کے انتہائی اور ساٹھ کی دہائی کے ابتدائی برسوں میں ملا ہے ۱۹۵۹ء (۱۳۲۸ھ) میں ”اکونومسٹ“ کے عنوان کے تحت منتشر ہونے والے ایک میگزین نے پہلی دفعہ (Globalized Quota) یعنی ”عالیٰ حصہ“ استعمال کیا۔

۱۹۶۱ء میں اس وقت کی سب سے معترضین ڈکشنری یعنی پیسٹر نے دونی اصطلاحات یعنی گلوبال ازم



اور گلوبالائزڈ کی تعریف پیش کی۔ ایک سال بعد Spectator پبلیشرز نے گلوبالائزڈ کے مفہوم کو ہم قرار دیا 1962ء میں مارشل کے لواہن نے اپنی کتاب ”جنگ اور امن“ کا نام تبدیل کر کے گلوبال ولچ رکھ لیا۔ ۲۱ بعض لوگوں کے کہنے کے مطابق یہ گلوبال ولچ کی اصطلاح ہی تھی جو گلوبالائزشن کی اصطلاح کو سامنے لانے کا اصل محرک ہے۔ اس کے باوجود یہ اصطلاح بیسویں صدی کی آخری دہائی تک محدود ہی رہی۔ اس بنا پر جب ہم دیکھتے ہیں کہ امریکی کاغذی میں ایسی کتابوں کی تعداد جن میں گلوبالائزشن یا گلوبال ازم کے الفاظ سے کام لیا گیا ہے، صرف ۳۳ ہے تو ہمیں بالکل حیران نہیں ہوتی۔ حالانکہ ہم اس بات کے بھی شاہد ہیں کہ ایسی کتابوں کی تعداد میں یہ اضافہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ مصنفوں اور محققین نے بیسویں صدی کے آخری برسوں میں گلوبال ازم کی اصطلاح کی طرف بہت توجہ دی ہے۔ اس بنا پر یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ بیسویں صدی کے آخری برسوں کی سب سے اہم بات تمام ملکوں (بالخصوص مغربی ممالک) میں گلوبال ازم کی اصطلاح کا عام ہونا ہے۔ ۲۲

اوپر بیان ہونے والی تمام باتوں سے یہ نتیجہ لکھتا ہے کہ گلوبال ازم کی اصطلاح درحقیقت مغربی کیمپیل ازم اور سرمایہ دار ان نظام کو راجح کرنے کی ایک مسلسل کوشش کا نام ہے جو ایک سرد جنگ کے اختتام پر کھل کر سامنے آئی ہے اور تمام دنیا پر مسلط ہونے کے خواب دیکھ رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب نکورہ سرد جنگ (جس کا کام مشرقی دنیا کا بھروسہ تھا) اختتام پذیر ہوئی تو امریکہ کی طرف سے ”دنیا کی تنظیم نو“ کے عنوان کے تحت ایک نئی اسٹریٹجی (Strategy) پیش کی گئی۔ یہ مظہر جس میں امنیتی کی جدید نکانہ الوجی کی دنیا میں رونما ہونے والی عظیم تبدیلیاں بھی شامل ہوتی رہیں، بعد میں گلوبال کا ازم پیش خیہ ثابت ہوا۔ ۲۳

## ۲۔ گلوبالائزشن کی طرف جھکاؤ کی تاریخ۔

گلوبالائزشن کی طرف جھکاؤ (چاہے اس کی نوعیت نظریاتی ہو یا عملی) کی تاریخ کی جڑیں خود انسان کی پہلی دفعہ روئے زمین پر آیکار ہونے کی تاریخ میں پیوست ملتی ہیں۔ گلوبال ازم کی طرف جھکاؤ پہلی بار ادیان الہی میں ظہور پذیر ہوا، وہ اس طرح کہ یہودیت، عیسائیت اور اسلام جیسے بڑے بڑے مذاہب میں اس موضوع کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ ان تمام مذاہب میں سے ہر ایک کی سبھی کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح ایک واحد ملت اور حکومت سامنے لائی جاسکے۔ اس بیچ اسلام کے گلوبال ازم کو دوسرے مذاہب کے گلوبال ازم سے زیادہ مکمل اور برتر کہا جاسکتا ہے کیوں کہ: ”ان الارض یرثها عبادی الصالحون“ والی آیت میں گلوبال ازم کی بات کرتے وقت نہ صرف عرب، عجم، ملکی، مدنی بلکہ مسلمانوں کو خاطب قرار دیا گیا ہے جس کے دو بنیادی عناصر معنویت

(خدا) اور عقلانیت (انسان) ہیں ادیان الٰہی کے ساتھ ہی بعض دیگر ایسے تمن، ممالک اور مکاتب فکر بھی تھے جو حکومت، ذاتی مفادات اور اپنے علاقوں کی سرحدوں کو وسعت دینے کے لئے دنیا کی طرف جھکاؤ محسوس کرتے تھے۔ انھوں نے اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کی بھی کوشش کی بالی، ایرانی اور روی اقوام کا شماراںی طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں ہوتا ہے جو صرف اور صرف اس کوشش میں تھے کہ کسی نہ کسی طرح تمام دنیا پر حکومت کر کے لوگوں کو اپنے اصولوں کی پیروی کرنے پر مجبور کر دیں۔ ۶۱

اسلام کے بعد تمام دنیا پر حکومت کی بات کرنے والے دو اور مکاتب فکر یعنی مارکس ازم اور کمپیٹل ازم کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مارکس ازم سے تعلق رکھنے والے لوگ تاریخ کو چار مرحلے یعنی کیمون اولیہ، برده داری، فیڈل ازم اور کمپیٹل ازم میں تقسیم کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان ان چار مرحلے سے گزر کر آخری مرحلے یعنی کیونزم میں داخل ہو جاتا ہے جو ایک ایسی حکومت کا نام ہے جس کی خصوصیات میں اشتراکیت، حکومت کی عدم موجودگی اور سرمایہ دارانہ نظام کی نابودی شامل ہیں۔ لیکن آخری مرحلے یعنی کیونزم میں داخل ہونے سے پہلے انسان کو ایک اور مرحلے یعنی سوشن ازم سے گزرننا پڑتا ہے۔ سوشن کچھ تو کچھ تل ازم کی طرح ہے اور کسی حد تک کیونزم کی طرح۔ مثال کے طور پر سوشن ازم میں بھی کمپیٹل ازم کی طرح حکومت کا تصور پایا جاتا ہے، لیکن کمپیٹل ازم کے برخلاف اس نظام میں حکومت پر تمام لوگوں کو اختیار حاصل نہیں بلکہ حکومت سنبھالنے کا حق صرف مزدوروں کو ہے۔ اگرچہ آج کی دنیا میں کیونزم کی شکست کا سبب اس نظام فکر کے ناقابل وصول اور پوری دنیا پر کیونزم کی حکومت کا ایک خیالی تصور ہے۔ لیکن اس کے باوجود سوشن اس طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد کا مانا ہے کہ چوں کہ سوشن ازم ایک پاکدار نظام ہے اور اس نظام کے عدالت اور مساوات پر مبنی معیارات انسان کی فطرت میں پوشیدہ ہیں، اس لئے بھی نہ بھی انسان دو بارہ سوشن ازم اور پھر کیونزم کی طرف لوٹ آئے گا۔ ۶۲

گلو بلازڈ ہونے کی ایک اور دعوے دار یعنی کمپیٹل ازم جسے دوسرے لفظوں میں مغربی سرمایہ دارانہ نظام کہا جاتا ہے۔ بھی پوری دنیا پر ایک واحد حکومت بنانے کے درپے ہے۔ ۶۳ پوری دنیا پر سرمایہ دارانہ نظام کے تسلط کی جدو جہاں وقت سامنے آئی جب انسیوین صدی کے اوخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں شامی ممالک میں سرمایہ داری نے اپنی جگہ بنالی جس کے نتیجے میں سرمایہ بنانے اور دولت بچانے کا عمل شدت اختیار کر گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک نے سرمایہ صادر کرنے کا اقدام کیا تاکہ اس طرح نہ صرف سرمایہ کاری کے خواہاں بازاروں تک رسائی حاصل کر سکیں بلکہ اپنے اندر وطنی تمام قسم کے بحرانوں کو بھی ترقی پذیرا اور چھوٹے ملکوں میں منتقل کر دیں۔ یہی سرمایہ دارانہ نظام کی از سرنو ترقی اور پیش رفت کا باعث ہنا۔ یہاں ہم مندرجہ بالا تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ

گلوبالائزیشن ایک تو مغربی ممالک میں آباد انسانوں کی تاریخ میں رونما ہونے والی تبدیلیوں ہی کی ایک کڑی ہے، دوسرے یہ مغربی سرمایہ داری کو آگے بڑھانے کا محک ہے۔ لیکن سرجنگ کے اختتام کے بعد کچھ اور مہلک اور خطر ناک صورت اختیار کر کے تمام دنیا پر سلطے کے خواب دیکھنے لگا ہے۔ ۱۹

ان تمام دلائل کی بنابر گلوبالائزیشن کا مطلب یہ ہوا کہ اقتصادی سیاست اور فناہی تحریک کی باگ ڈو رصرف اور صرف تاجریوں اور سرمایہ داروں کی ہاتھوں میں ہوئی چاہئے۔ اس مرحلے میں حکومتوں اور بین الاقوامی اداروں حتیٰ کہ بین الاقوامی کمپنیوں کو بھی اس بات کی اجازت حاصل نہیں کہ ان کی فعالیت پر انگلی اٹھائیں۔ ۲۰ اسی نقطہ نظر اور عقیدے کو دیکھتے ہوئے ”کروگین“، گلوبالائزیشن کو کثر بین الاقوامی مارکیٹوں کا باہمی ملاب اور ملکیک ایوان، اسے مختلف پروڈکٹز کو بین الاقوامی سٹریٹ پر لے اتا اور سرمایہ دارانہ کو مت قرار دیتے ہیں۔ ”بازنسون“ بھی اسے تجارت کی دنیا میں رونما ہونے والے انقلاب جس میں تمام تجارتی سرحدیں ختم کر دی جاتی ہیں، بینالوہی کے تباولے میں تیزی اور سرعت اور عالمی سٹریٹ پر ضرورت کی چیزوں کے استعمال میں وسعت اور اضافے کا باعث قرار دیتا ہے۔ ایسے عالم میں بالکل بھی حریت نہیں ہوئی چاہئے اگر یہاں بھی ہمیں امریکہ سب سے آگے نظر آئے ”میلکم و ٹرزا“ کا کہنا ہے۔

” گلوبالائزیشن درحقیقت روئے زمین پر مہا جرت، استعمار اور ثقافتی تقليد کے ذریعے سے تہذیب و تمدن کے براہ راست پھیلاو کا نام ہے۔ یہ مظہر ذاتی طور پر اپنی تمام تر سیاسی اور سماجی فعالیت کے ہمراہ سرمایہ دارانہ نظام کی ترقی اور وسعت کا ہدف لئے ہوئے ہے۔ ۲۱

”روژہ گارودی“ کا اس بارے میں بیان ہے:

” گلوبالائزیشن ایک ایسے نظام کا نام ہے جو طاقتور گروہوں کو آزادانہ روابط اور آزاد مارکیٹ کے ادعائے ساتھ ساتھ اس قابل بھی بنتا ہے کہ وہ انسان دشمن بعض اصناف کو بھی کمزور طبوں پر لا دیں“ ۲۲  
” رابرٹسن“ ایک مجموعی ترتیب بندی کے پیش نظر کی پیش ازم کی طلب کردہ دنیا اور اس دنیا کی خصوصیات کو درج ذیل خانوں میں تقسیم کرتا ہے:

۱:- پہلا مرحلہ جو یورپ میں سن ۱۸۰۰ء سے ۱۸۵۰ء کے درمیانی برسوں میں رانج رہا۔ اس مرحلے میں کلیسا کی تخلیل، قومی حکومت کا ظہور اور کمزور استماروں کا سامنے آنا شامل ہیں۔

۲:- یہ ایک شروعاتی مرحلہ تھا جس کا دورانیہ سن ۱۸۵۰ء سے لے کر ۱۸۸۵ء تک تھا۔ اس مرحلے کے اہم ترین موضوعات میں شہری مسائل اور اولین بین الاقوامی قراردادوں کا انعقاد شامل ہے۔

### اسلامک گلوبالائزیشن:

گزشتہ تمام مباحث کا لب باب یہ ہے کہ گلوبالائزیشن کی جڑیں مغربی ممالک سے جاتی ہیں۔ دراصل یہ اصطلاح مغرب ہی میں پیدا ہوئی ہے اور وہیں اس کی پروش اور آپیاری عمل میں آتی ہے۔ اس کے اصول اور مبانی درحقیقت مغرب کے فکری اصول و مبانی ہی ہیں۔ ایسے دانشمندوں کی تعداد کم نہیں جو اسے مغربی پراجیکٹ قرار دیتے ہیں۔ اس پروجیکٹ کا سب بے سر برآورده عنصر امریکہ ہی ہے۔ ایک بات طے ہے کہ مختلف دلائل ایسے ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ امریکہ گلوبالائزیشن کی لیدر شپ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا

۳:- حرکت اور تحریک کا مرحلہ جس کا دورانیہ ۱۸۵۰ء سے لے کر ۱۹۲۰ء تک کے عرصے کو فراہدیا جاتا ہے۔ اس دور میں انسانوں نے وسیع پیانے پر ہجتوں اور بڑی بڑی جنگوں کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کیا جس کی سب سے بڑی مثال پہلی جنگ عظیم تھی۔

۴:- سلطنت پانے کا مرحلہ جو ۱۹۲۹ء سے ۱۹۴۵ء تک پھیلا ہوا ہے۔ یاد رہے کہ یہ وہی زمانہ تھا جب دنیا نے دوسری جنگ عظیم کا مشاہدہ کیا اور ولڈ کیونٹی کی تشکیل عمل میں آئی۔ ساتھ ہی ساتھ اسی مرحلے میں اقوام متحدہ کی صورت گردی بھی ہوئی۔ سرد جنگ کا آغاز ہوا اور دنیا کے ممالک میں اضافہ ہو گیا۔ اس طرح اس عرصے میں گلوبالائزیشن کی رفتار اور تیز ہو گئی۔

۵:- فطیعت کے نقدان کا مرحلہ جو گروہی میڈیا کی فعالیت، سرد جنگ کے ازسرنو آغاز، مہلک ہتھیاروں تک رسائی کے لئے جدوجہد اور دنیا کے بارے میں اس کردہ خاکی پر رہنے والے تمام لوگوں کے اعتماد میں کمی پر منحصر ہوا ہے۔

۶:- گلوبالائزیشن کا وہ مرحلہ جو سرد جنگ کے اختتام پر یعنی ۱۹۹۱ء ۲۰۰۰ء میں سابقہ روں کے ٹوٹنے، عراق پر امریکی حملے اور دنیا کی ازسرنو ٹیکنیکی قطبی نظام کے عمل کی شکل میں سامنے آیا جس کا واحدہ ہبہ امریکہ کو فراہدیا جاسکتا ہے۔ یہ مظہر ٹینکنا لو جی اور انٹرنیٹ کی دنیا میں عظیم تبدیلیوں، بین الاقوامی تجارتی مرکز کی تشکیل اور گیراہ یورپی ممالک کی ایک واحد کرنی پراتفاق کے ہمراہ معرض وجود میں آیا۔

درج بالا تمام باتوں سے یہ نتیجہ رکھتا ہے کہ گلوبالائزیشن اور گلوبال ازم کے الفاظ میں تغیر و تبدل اور سرمایہ دارانہ نظام کی تاریخ مغرب سے جاتی ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام کی طرف سے پیش کیا جانے والا گلوبالائزیشن یا گلوبال ازم کا تصویر بھی اسی دنیا پسندانہ اور انسان مدارانہ خصوصیات سے تعلق رکھتا ہے؟

ہے کہ: اگر مسیحیت یا امریکہ بطور ایک نظام حکومت کے دنیا پر عادلانہ حکومت کی الہیت نہیں رکھتا تو پھر کون ہی طاقت اس کی توانائی رکھتی ہے؟! اس کے لئے اسلام ایک مناسب جاگزیں ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر ہم یوں مان لیں تو پھر سوال پیدا ہو گا کہ کیا اسلام گلو بلاائزشن کی دینی تعلیمات پر بنیاد رکھی جاسکتی ہے؟ آخراں گلو بلاائزشن کی بنیادیں کن اصولوں پر استوار ہیں اور اس کی خصوصیات اور الالات وسائل کیا ہو سکتے ہیں؟ ۲۵ ان سوالات کے جوابات دینے کے لئے ہم مندرجہ ذیل مباحث پر گفتگو کرتے ہیں:

### آیات و روایات میں گلو بلاائزشن کا ذکر:

اسلام وہ دین ہے جو آفاقی اور جہانی صورت میں وجود میں آیا۔ مسلمانوں نے اس دین کو گلو بلاائزڈ کرنے کے لئے بہت جدوجہد کی۔ شیعہ بھی جتنے ابھن علیہ السلام کی عالمی حکومت سے دل لگائے بیٹھے ہیں۔ ایسی آیات و روایات کی تعداد بھی کچھ کم نہیں جن میں اسلام کے گلو بلاائزڈ ہونے کے مراحل کی تائیں، تصدیق اور اس نکتہ پر تاکید پائی جاتی ہے۔ ۲۶

(الف)۔ آیات: قرآن کی بعض آیات اسلام کے گلو بلاائزڈ ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں، جیسے:

﴿وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً  
وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ (۵) وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِي فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ  
وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْدُرُونَ﴾ ۲۷

”اور ہم چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو روئے زمین پر کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انھیں لوگوں کا پیشوایا کیں اور زمین کا وارث قرار دیں۔ اور انھیں کو روئے زمین کا اقتدار دیں اور فرعون و هامان اور ان کے لشکروں کو انھیں کمزوروں کے ہاتھوں سے وہ منظر دکھلائیں جس سے یہ (بنی اسرائیل) ڈر رہے ہیں“

اگرچہ درج بالا دو آیات کا تعلق حضرت مولیٰ علیہ السلام، فرغون اور بنی اسرائیل سے ہے لیکن درحقیقت آیات کا اصل مطلب وہ نہیں۔ آیات میں جس بات کا ذکر آیا ہے وہ خداوند عالم کے اس ارادے کے بارے میں ہے جس میں کمزوروں کو مستکبر ہیں پر حاکیت بخشنے کا ذکر ہوا ہے۔ حالانکہ اس بارے میں خداوند عالم کے ارادے کی حقیقی تصدیق نہیں ہوتی۔ پس ایک دن ایسا ضرورت آئے گا جب خداروئے زمین پر موجود صالح اور عابد لوگوں کو دوسرے تمام لوگوں پر حاکیت عطا کر کے اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ ۲۸

## دوسری آیات:

﴿قَالَ رَبُّ فَانْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُعْشَوْنَ (٣٦) قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ

(٢٧) إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ﴾

”اس (شیطان) نے کہا کہ پروردگار مجھے روز حشر تک کی مہلت دے دے (اور زندہ رکھ)۔ (خداوند عالم کی طرف سے) جواب ملا کہ مجھے مہلت دے دی گئی ہے (لیکن قیامت تک نہیں بلکہ) ایک معلوم اور معین وقت تک کے لئے“

ان آیات کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا آسان ہو جاتا ہے کہ اسی دنیا میں ایک دن ایسا آئے گا جب لوگوں پر شیطان کی حاکیت کا خاتمہ ہوگا۔ درحقیقت جب ایسے نے قیامت تک کی مہلت مانگی تو خداوند تعالیٰ نے ایک طرح اس سے اتفاق نہ کیا اور ایک خاص اور معین مدت (یعنی قیامت کے برپا ہونے سے پہلے) تک اسے مہلت عطا کی۔ انسانوں پر شیطان کی حکومت ختم ہونے کے ساتھ ہی خداوند تعالیٰ کے سب سے صالح بندہ یعنی حضرت جنت ابن الحسن علیہ السلام کے ہاتھوں ایک گلو بلازڑ اسلامی حکومت کا آغاز ہو جائے گا۔

## تیسرا آیت:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَهِّرَهُ عَلَى الَّذِينَ كُفَّارٌ

وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾

”وہ خداوہ ہے جس نے اپنے رسول کو دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اپنے دین کو تمام

ادیان پر غالب بنائے چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو“

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا کی قسم! ابھی تک اس آیت کی تفسیر ظاہر نہیں ہو سکی ہے۔ راوی نے پوچھا: میری جان آپ پر فدا ہو! اس آیت کی تفسیر کب ظاہر ہو گی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: جب خداوند تعالیٰ کے ارادے سے قائم علیہ السلام قیام فرمائیں گے۔<sup>۳۲</sup> اس لئے اسلام کا گلو بلازڑیشن اور امام زمان علیہ السلام کی پوری دنیا پر واحد حکومت جدید ترین علوم و فنون کے استعمال سے سامنے آئے گی اور اس کو تدبیر، تدبیر، دانش اور بینش دوام بخٹیں گے۔

## چوتھی آیت:



﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِي

الصَّالِحُون﴾ ۳۲

”اور ہم نے ذکر (توریت) کے بعد زبور میں بھی لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین (پر حکومت کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے)

”بیشح“ میں تمام دنیا پر حکومت کرنے کا پہلو شامل ہے یعنی زمین پر حکومت کرنے والے تمام حکام وہ لوگ ہوں گے جو عبادت کریں گے اور صالحین میں جن کا شمار ہو گا یہی مطلب حضرت داؤد علیہ السلام کے مزامیر میں، مزمور (باب) ۳۷ میں کچھ اس طرح سے آیا ہے: حلیم لوگ زمین کے وارث ہوں گے یہاں زبور سے مراد حضرت داؤد کی کتاب زبور نہیں بلکہ (جیسا کہ مرحوم طبری کہتے ہیں) ایک مطلق آسمانی کتاب ہے۔ اس رو سے بعض مفسرین مذکورہ آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: ”ہم نے قرآن کے علاوہ زبور میں بھی کہا ہے کہ: میرے شایستے بندے زمین (پر حکومت) کے وارث ہوں گے۔“ ۳۲

پانچویں آیت:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي

الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخَلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيَمْكُنَنَ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي

أرْتَضَى لَهُمْ وَلَيَبْدَلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْدُونَ نَى لَا يَكُونُونَ بِ

شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ ۳۵

”اللہ تعالیٰ نے تم میں سے صحاباں ایمان و عمل صالح سے وعدہ کیا ہے کہ انھیں روئے زمین میں اسی طرح اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے والوں کو بنایا ہے اور ان کے لئے اس دین کو عالم بنائے گا جسے ان کے لئے پسندیدہ قرار دیا گیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے تبدیل کر دے گا کہ وہ سب صرف میری عبادت کریں گے اور کسی طرح کا شرک نہ کریں گے اور اس کے بعد بھی اگر کوئی کافر ہو جائے تو درحقیقت وہی لوگ فاسق اور بدکار ہیں“



در اصل درج بالا آیت میں اس مسئلے کی طرف اشارہ ہوا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے دنیا کا آغاز اپنی رسالت اور امامت کے خاندان سے کیا، اس لئے اس کا خاتمہ بھی انھی پر کرے گا، یعنی پہلے بھی دنیا خداوند تعالیٰ کے سب سے لائق اور شائستہ لوگوں کے اختیار میں تھی اور آخر میں بھی روئے زمین پر بننے والے صالح ترین لوگوں کے ہاتھوں میں رہے گی ۲۶۔ ایسی احادیث بھی کچھ کم نہیں جن میں وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ آئندہ وقت میں بھی زمین پر حکومت الہی قائم کرنے والا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے خاندان مبارک سے ہوگا۔ یہ خاندان اور اس با برکت خاندان سے ظہور کرنے والے آخری انسان (حضرت ولی عصر علیہ السلام) کے پاس ہی حکمت کی چاہیاں اور رحمت کے خزانے ہوں گے۔

**ب)**۔ روایات: روایات اور احادیث سے بھی چند ایک میں اسلام کے گلو بلازیشن کی بات ہوئی

ہے، جیسے:

پہلی روایت:

”قال رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم : ان خلفائی و اوصیائی حجاج الله علی الخلق بعدی اثنا عشر او لهم اخی و آخرهم ولدی . قیل یا رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم و من اخوک ؟ قال : صلی الله علیہ وآلہ وسلم : علی بن ابی طالب علیہ السلام . قیل : فمن ولدك ؟ قال : المهدی (عجل الله تعالیٰ فرجہ الشریف) یملا الارض قسطا و عدلا كما ملئت جورا و ظلما و الذى بعثنى بالحق بشيرا و نذيرا ولو لم یق من الدنيا الا يوم واحد لطول الله ذلك اليوم حتى یخرج فيه ولدی المهدی فینزل روح الله عیسیٰ بن مریم فیصلی خلفه“ ۲۷

”یعنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے خلفاء اور جانشین اور مرے بعد تمام مخلوقات میں بارہ افراد ایسے ہوں گے جو باقی تمام مخلوقات پر خدا کی جنت ہیں



جن میں سے پہلا میرا بھائی اور آخری بیٹا ہوگا۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کا بھائی کون ہے؟ فرمایا: علی ابن ابی طالب علیہ السلام پھر سوال ہوا: آپ کا بیٹا کون ہے؟ فرمایا: مہدی جو اس زمین کو عدالت سے بھردے گا، بالکل اسی طرح جس طرح یہم و جور سے بھرگئی ہوگی۔ مجھے اس کی قسم کہ جس نے مجھے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے کے عنوان سے مبعوث کیا، اگر دنیا کی عمر میں ایک دن بھی باقی رہ گیا ہو تو خدا اس دن کو اتنا طول دے دے گا کہ میرا بیٹا مہدی (علیہ السلام) ظہور کرے۔ (اور ظہور کے بعد) حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہو کر ان کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔<sup>۳۸</sup>

#### دوسری روایت:

”قال رسول الله صلی الله علیہ و آلہ و سلم: يخرج من آخر الزمان  
رجل من ولدی اسمه کا سمی و کنیتہ ککنیتی یملا الارض عدلا کما  
ملئت جورا ، فذلک المهدی (عجل الله تعالیٰ فرجہ)“<sup>۳۹</sup>  
”یعنی: رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخر الزمان میں میرے بیٹوں میں سے ایک مرد ایسا قیام کرے گا جس کا نام میرے نام جیسا اور جس کی کنیت میری کنیت جیسی ہوگی۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھردے گا، بالکل اسی طرح جس طرح وہ ظلم سے بھر چکی ہو گی اور وہ مہدی (عجل الله تعالیٰ فرجہ) ہے۔“<sup>۴۰</sup>

#### تیسرا روایت:

”قال النبی صلی الله علیہ و آلہ و سلم : المهدی منی و هو اجلی  
الججهة ، اقنى الانف ، یملأ الارض قسطا و عدلا کما ملئت جورا و  
ظلمما ، یملک سبع سنین“<sup>۴۱</sup>  
”یعنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہدی (عجل الله تعالیٰ فرجہ) مجھ سے

ہے۔ اس کا چہرہ نورانی اور ناک خمار ہے۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا،  
بالکل اسی طرح جس طرح وہ ظلم و تم سے پر ہوگی”<sup>۲۲</sup>

### چوتھی روایت:

”قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : لو لم يبق من الدنيا  
الا يوْمٌ واحدٌ لطُولِ اللَّهِ ذَالِكَ الْيَوْمِ حَتَّىٰ يَبْعَثَ رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ  
بَيْتِي ، يَوَاطِي أَسْمَهُ أَسْمَى“<sup>۳۳</sup>

”یعنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا کی عمر میں ایک دن بھی باقی رہ  
گیا ہوگا جب بھی خداوند تعالیٰ اس دن کو طول دے دے گا یہاں تک کہ میرے خاندان  
میں سے ایک مرد جو میرا ہم نام ہوگا، قیام کرے گا“<sup>۳۴</sup>

### پانچویں روایت:

” ان علیاً علیه السلام سال النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : امنا آل  
محمد المهدی (عجل الله تعالى فرجه) ام من غيرنا؟ قال رسول الله  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : بل منا يختتم الله به كما فتح بنا“

”یعنی: علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا مهدی (عجل  
الله تعالیٰ فرجہ) ہم آل محمد (علیہم السلام) میں سے ہوں گے یا غیر آل محمد (علیہم السلام)  
میں سے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ہم میں سے ہے، خدا اس پر  
خاتمه کر دے گا (یعنی کمال بخشے گا) جس طرح ہم سے شروع کیا تھا“<sup>۳۵</sup>

درج بالا پانچ احادیث دراصل پانچ ہم نکات کی طرف اشارہ کرتی ہیں:

۱۔ اسلام دنیا میں اپنے پھیلاو کا خواہاں ہے۔

۲۔ اسلامی دنیا کا پھیلاو امام زمان علیہ السلام کے ہاتھوں مکن ہوگا۔

۳۔ امام زمان علیہ السلام کی حکومت ایک جهانی حکومت ہوگی۔

۴۔ اسلامی گوبالائزیشن کی بنیادیں عدل اور انصاف پر استوار ہیں۔



۵۔ امام زمان علیہ السلام کی حکومت ایک طولانی حکومت ہوگی۔

### اسلامی گلو بلازیشن کے فکری اور فلسفیانہ منابع:

اسلامی تہذیب و تمدن کے فکری اور فلسفیانہ منابع کا اصل سرچشمہ حجت الہی، بعثت انبیاء اور اولیاء کی امامت ہیں جن پر عقل اور انسانی فطرت کی مہرتائید ہمیشہ سے ثابت رہی ہے۔ ان بنیادی عناصر نے صدیوں پہلے ہی اسلامی تمدن کے ارکان تشكیل دیئے جس کی آخری کڑی اسلامی تمدن کے گلو بلازیشن کی نوید اور خوشخبری ہوگی۔ چند اہم ترین بنیادیں حسب ذیل ہیں:

### فطرت کی بنیاد

ایک انسان کے اسلام سے مشرف ہونے اور اسلامی معاشرے میں قدم رکھنے کی پہلی شرط تو حید ہے۔ قرآن کریم "لا اله الا الله" ۲۶ "لا اله الا هو" ۲۷ "لا اله الا انا" ۲۸ وغیرہ جیسی تعبیروں کے ساتھ اپنے خاص اہتمام کا ذکر کرتا ہے۔ تو حید پرستی تمام ایسے انسانوں کا نقطہ مشترک ہے جو اسلام کے گلوبل معاشرے کا حصہ ہیں جو سماجی اتحاد کا سب سے اہم کلنٹہ شمار ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلَّدِينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ

إِلَخْلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيْمُ وَلَكِنَ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ ۲۹﴾

"آپ اپنے رخ کو دین کی طرف رکھیں اور باطل سے کنارہ کش رہیں کہ یہ دین وہ فطرت الہی ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اور خلقہت الہی میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے یقیناً یہی سیدھا اور مستحکم دین ہے مگر لوگوں کی اکثریت اس بات سے بالکل بے خبر ہے"

### عاقبت اندیشی:

یعنی آخرت کی طرف کشش کو اسلامی اور دینی زبان میں معاد یا قیامت کا نام دیا جاتا ہے۔ جب اسلام قیامت یا معاد کے موضوع پر تاکید کرتا ہے تو اس کا مقصد صرف ایک گلوبل نظام کو تشكیل دینا ہوتا ہے تاکہ اصل سر چشمہ پر اعتماد کرنے کے ساتھ ساتھ اس اعتقداد (یعنی قیامت پر یقین) کو انسانی زندگی کی ذاتی، سماجی اور جہانی سمت کو اجاگر کیا جاسکے، کیوں کہ ایسا عقیدہ پوری سماجی روش کو بھی متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس پر کنٹرول

رکھنے کی الہیت سے بھی مالا مال ہے۔ اس بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿ افحسبتم انما خلقنا کم عشا و انکم الینا لا ترجعون ﴾ ۵۰

”کیا تم نے یہ سوچ لیا ہے کہ ہم نے تمھیں فالتو خلق کیا ہے اور تم کبھی ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤ گے؟“

### انسانی عظمت

خداوند تعالیٰ نے انسان کو محترم قرار دیا ہے۔ اس دین کی نظر میں انسان ایک ایسے وجود کا نام ہے جو مادی اور معنوی دونوں لحاظ سے اپنا شخص رکھتا ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کے گلو بلازیشن اور مغرب کے گلو بلازیشن کی پلانگ میں سرے سے اختلاف ہے کیوں کہ مغرب کے گلو بلازیشن کا اصل مقصد اسلامک گلو بلازیشن کے برخلاف انسانوں پر تسلط حاصل کرنا ہے۔ جب کہ اسلام انسان کو اہمیت دینے کے حق میں ہے اور صرف یہ چاہتا ہے کہ انسان آگاہ ہو کر اپنی مرضی سے اور پوری آزادی کے ساتھ دین کے پیغام کو سنے۔ اسلام ہر گروہ نہیں چاہتا ہے کہ انسانوں پر دین کے پیغامات زبردستی ٹھوپ دیئے جائیں۔

درج بالا تین اصولوں کو دیکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اسلامک گلو بلازیشن کے منصوبے حسب ذیل ہیں:

۱۔ رنگ و نسل کے بجائے ایمان اور عقیدے کی بنیادوں پر انسانوں کی کرامت اور برتری کا تعین۔

۲۔ نفعی سبیل کے قاعدے کے مطابق بادشاہت پسندی اور بادشاہت پذیری کی نظری۔

۳۔ تمام انسانوں، بیشمول کفار و مسلمین، کے مساوی حقوق کا اجراء۔

### اسلامک گلو بلازیشن کا ڈھانچہ:

اسلامک گلو بلازیشن کے تصور کو عملی جامد پہنانے اور فکری اور فلسفیانہ بنیادوں پر اسے استوار کرنے کا تعلق مناسب ارکان اور ڈھانچوں کی تشكیل سے ہے جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

### خداۓ سبحان کی حاکمیت:

جہان ہستی پر حکومت کرنے کا حق صرف خدا کو حاصل ہے۔ دراصل یہ خدا ہی ہے جس کا ارادہ تمام دنیا پر محیط ہے اور تمام ہستیوں کا وجود اور دوام اسی خداۓ تعالیٰ کے فیضان سے وابستہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں دنیا اور



اس کے تمام ارکان و عناصر خداوند تعالیٰ کے دست قدرت اور اختیار میں ہیں۔ وہی خدا ہے جس نے انسانوں کو ان کی سرنوشت پر اختیار دے رکھا ہے۔ یعنی خدائے تعالیٰ نے انسانوں کو معاشرہ چلانے کے لئے اپنی حاکیت و دیعت کی کیوں کہ انسان بھی اسی کے ارادے کی جگلی ہے۔ اصل میں روئے زمین پر خدا کی حاکیت ہمیشہ خدا کی طرف سے منتخب کردہ ایک ایسے بزرگ رہبر کے ہاتھوں انجام پاتی ہے جسے خود امت بھی رہبری کے منصب پر فائز ہونے کا اہل قرار دیتی ہے۔ ایک ایسے نظام میں عقلانیت، معنویت اور عدالت باہم مل کر معاشرے کو کمال کی حد تک پہنچا دیتی ہیں۔

### امامت و رہبری

اسلامک ملکو بلاائزشن کو عملی جامد پہنانے کے لئے امامت و رہبری کی سب سے اہم خصوصیت خداوند تعالیٰ کی طرف سے منتخب کی جانا ہے۔ مولائے متقیان حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

”وَخَلْفَ فِيْكُمْ مَا خَلَفَ الْأَنْبِيَاءُ فِيْ أَمْمَهُمْ ، اذْلَمْ يَتَرَكُوهُمْ هَمَّلَا ،

بغَيْرِ طَرِيقٍ وَاضْعَفُ ، وَلَا عِلْمَ قَائِمٍ“

”یعنی: اس نے بھی کچھلی امتوں کے پیغمبروں کی طرح تمہارے لئے ایک میراث رکھ چھوڑی ہے کیوں کہ انہوں نے اپنی امت کو ایک روشن رہنمائی اور معین نشانی کے بغیر نہیں رکھا“<sup>۵۳</sup>

امامت و رہبری کی چند اور بھی خصوصیات ہیں جیسے: اتحاد و اتفاق کا مرکز و محور، سیاسی اور معنوی سرپرستی، انسانی فعالیت کی بنیاد، سماجی نظم و ضبط کا مرکزی نقطہ، اس کے لئے لوگوں کی بیعت کی مشروعیت اور ذاتی اور اجتماعی طور سے نمونہ عمل ہونا۔

اسی طرح رہبری و امامت اسلامک ملکو بلاائزشن کی دنیا میں فکری اور آئینہ یا لوچیکل مرکز و محور کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس طرح حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

”إِنَّمَا وَاللهِ لَقَدْ تَقْمِصَهَا أَبْنَى أَبْنَى قَحَافَةً وَإِنَّهُ لَيَعْلَمُ أَنَّ مَحْلَى مِنْهَا مَحْلٌ

القطبُ مِنَ الرَّحْمَى ، يَنْحُدِرُ عَنِ السَّلِيلِ ، وَلَا يَرْقَى إِلَى الطَّيْرِ“<sup>۵۴</sup>

”یعنی: آگاہ رہو، خدا کی قسم کہ ابن ابی قافہ (ابو بکر) نے خلافت کو لباس کی طرح پہن

رکھا ہے حالاں کہ پوری طرح آگاہ ہے کہ اسلامی حکومت میں میراث مقام بچی کے مرکزو  
محور کی طرح ہے“

### ایک واحد امت:

ایک اسلامک گلو بلا نزد سیم میں تمام انسان عقلی اور معنوی بلوغت اور بالیدگی کی حالت میں زندگی بسر کرتے ہیں اور ایک عالی مقام پر فائز ہوتے ہیں اور با فعل تمام انسانی اقدار سے لطف اندوں ہوتے ہیں۔ اسلامک گلو بلا نزد معاشرہ ایک مکمل اور یکساں معاشرہ ہے جن میں تمام سماجی ضرورتیں پوری کردی جاتی ہیں اور صالح اور عدالت کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تمام امکانات سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ انھیں وجوہات کی بنا پر خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

﴿ وَإِن هَذِهِ أُمَّةٌ مِّنْ أُمَّةٍ وَاحِدَةٍ وَإِنَّ رَبَّكَمْ فَإِنَّهُمْ فَلَقَنُونَ ﴾ ۵۵

”او تمہاری امت ایک واحد امت ہے اور میں ہی تم سب کا پروردگار ہوں لہذا میرے (فرمان کی مخالفت) سے ڈروء

### ایک قانون:

حدیث تقلین سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیاوی اور آخری سعادت اور کمال تک رسائی کا راز اسی میں ہے کہ انسان اچھے قانون (یعنی خداوند تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید) اور اس کے بہترین اجراء کرنے والے (یعنی اہل بیت علیہم السلام) کی پیروی کرے۔ اگرچہ اب تک کئی بار انسانی معاشروں کو ناقص قانون کے ہاتھوں دکھاٹھاڑا ہے لیکن قانون کا اجرا کرنے والے صالح بندوں کی عدم موجودگی زیادہ پریشانی کا باعث بنتی رہی ہے۔ اسلامک گلو بلا نزد معاشرے میں نافذ ہونے والے قانون میں عقل کو عمل دخل حاصل نہیں کیوں کہ انسانی عقل کبھی بھی انسان کے تمام مسائل کے حل میں اس کی مدد و گارثابت نہیں ہو سکتی۔ ایسے معاشرے میں نافذ ہونے والے قانون کا نام قانون شرع ہے جو انسانوں کی تمام ضرورتوں سے پوری طرح آگاہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اس لئے یہ قانون ہمہ جہت ہے اور ہر پہلو سے مکمل اور انسانوں کی فطرت سے ہم آہنگ ہے۔ اسلامک گلو بلا نزدیکی کی تصدیق کی صورت میں اسلامی قانون (دیے دوسرے لفظوں میں اسلام کے قانونی سیم کا نام دیا جاسکتا ہے) پوری طرح نافذ ہوتا ہے، جس کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں اور جس میں ہر شخص کے لئے اس کی استعداد کے مطابق مختلف قوانین اور مدداریوں کا تعین کیا گیا۔



## اسلامک گلوبالائزیشن کے خصوصیات:

اسلامک گلوبالائزیشن کے خصوصیات کسی طرح بھی دنیا کے دیگر نظاموں جیسے ہیں ہیں۔ اس نظام (اسلامی نظام) کی بنیادیں معنویت، عقلانیت، انسانیت، عدالت اور امنیت وغیرہ پر استوار ہیں۔ اس لئے ایسے نظام کے تحت چلنے والے معاشرے کو سب سے کامل اور عالمی معاشرہ کہا جاسکتا ہے۔ یہاں ہم اس نظام کے چند خصوصیات کا ذکر کر رہے ہیں:

### عدالت

اسلامک گلوبالائزیشن کے نظام میں عدالت انتہائی گہری اور وسیع صورت میں سامنے آتی ہے۔ یہ نظام خود بخود تمام دنیا کے ظلم و ستم کا خاتمہ کر کے رکھ دے گا۔ اس نظام سے معاشرے میں راجح ظلم و بربریت کی بخش کنی ہو گی اور تمام معاشرہ مساوات و برابری کی فضنا میں سانس لے گا۔ اس موضوع کے بارے میں بے شمار احادیث ملتی ہیں جیسے: ابوسعید خدری (اہل سنت کے ایک محدث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”ابشركم بالمهدي يملا الارض قسطا كما ملئت جورا و ظلما  
يررضى عنه سكان السماء والارض يقسم المال صحاحا . فقال رجل  
ما معنى صحاحا ؟ قال : باسويه بين الناس و يملأ قلوب امة محمد غنى  
ويشعهم عدله ...“ ٥٦

”میں تحسین (حضرت) مهدی (علیہ السلام) کے ظہور کی خوش خبری دیتا ہوں جو زمین کو  
عدالت سے بھردے گا، بالکل اسی طرح جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھری ہو گی۔ زمینوں  
اور انسانوں کے رہنے والے اس سے راضی ہو جائیں گے۔ اور وہ تمام دولت اور اموال  
کو صحیح طور پر تقسیم کرے گا۔ ایک شخص نے سوال کیا: صحیح تقسیم کرنے کے معنی کیا ہیں؟  
فرمایا: لوگوں کے درمیان مساوی طور پر اور پھر فرمایا: اور وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)  
کے پیروکاروں کے دل بے نیازی سے بھردے گا اور اس کی عدالت تمام لوگوں کو سمیٹ  
لے گی،“



علی عقبا پنے والد سے یوں نقل کرتے ہیں:

”اذا قام القائم ، حکم بالعدل و ارفع الجوری ایامہ و امنت به السبل

و اخر جت الارض بر کاتھا و رد كل حق الی اهله ... ولا یجد الرجل

منکم یومئذ موضعا لصدقة و لا لبرة لشمول الغنى جمیع المؤمنین“

”جب قائم قیام کرے گا توہ عدل و انصاف پر مبنی حکم کرے گا۔ اس کے دور میں ظلم و

بور کا خاتمہ ہو جائے گا اور اس کے وجود کے پرتو میں تمام راستے پر امن ہو جائیں گے۔

زمین اپنی برکات بہر زکال کر کر کھو دے گی اور ہر مستحق کو اس کا حق ملے گا۔۔۔ اور کوئی

بھی شخص صدقہ، اتفاق یا مالی امداد کے نام پر کچھ وصول نہیں کرے گا کیون کہ اس وقت

تمام مؤمنین غنی اور بے نیاز ہو جائیں گے“

ایک اور روایت میں آیا ہے:

”یملا اللہ به الارض عدلا و قسطا بعد ما ملئت ظلما و جورا“

”خداوند تعالیٰ اس (حضرت مهدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ) کے ویلے سے زمین کو عدل و

انصاف سے بھر دے گا، جب کہ وہ (زمین) ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی“<sup>۵۵</sup>

## ترقی

امام زمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے دور حکومت میں علم و دانش اپنی ترقی کی انتہائی حدود کو پہنچ جائیں گے۔

دوسرے افظوں میں آپ کے دور میں علمی اور اقتصادی وسعت تمام پہلوؤں سے مکمل ہو جائے گی اس بنا پر تمام علوم

اس کوشش میں لگ جائیں گے کہ نہ صرف زیادہ ترقی کی جائے بلکہ نئی سئی ایجادات بھی سامنے آئیں۔

اس موضوع کی طرف بہت سی احادیث اشارہ کرتی ہیں، جیسے:

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

”العلم سبعة و عشرون حرفا فجمع ما جاءت به الرسل حرفان ، فلم

يعرف الناس حتى لا يوم غير الحرفين ، فإذا قام قائمنا اخرج الخمسة

و العشرين حرفا“<sup>۵۶</sup>



”علم و انش کے ستائیں حروف (شے) ہیں۔ وہ تمام علوم جو خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہیں اور تمام پیغمبر انسانوں کے لئے لائے ہیں، دو حروف سے زیادہ نہیں اور لوگوں کو ابھی تک ان دو حروف سے زیادہ کا علم نہیں ہے لیکن جب ہمارا قائم قیام کرے گا تو علم کے باقی پچیس حروف (شے) بھی لوگوں کے درمیان اشکاراً اور منتشر کر دے گا (اور موجودہ دو حروف کو بھی ان کے ساتھ ملادے گا تاکہ ستائیں حروف مکمل ہو جائیں)۔

”انہ یبلغ سلطانہ المشرق و المغرب و تظہر لہ الکنوؤ لا یقی فی

الارض خراب الا یعمرہ“

”اس کی حکومت مشرق اور مغرب تک پھیل جائے گی اور اس کے لئے زمین کے تمام خزانے ظاہر ہو جائیں گے اور پوری دنیا میں کہیں بھی ویرانی کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ اسے آباد کرو دے“ ۲۰

امام محمد باقر علیہ السلام بھی فرماتے ہیں:

”اذا قام قائمنا وضع يده على روس العباد فجمع بها عقولهم و  
كملت بها احالمهم“

”جب ہمارا قائم قیام کرے گا تو اپنا ہاتھ بندوں کے سروں پر رکھ دے گا تاکہ ان کی دانائی جمع ہو جائے اور نشوونما کامل ہو جائے۔“ ۲۱

### معنویت:

امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی گلو بارہ ڈھنڈھ کو حکومت کے دور میں معنویت اعلیٰ ترین صورت میں ظاہر ہو گی۔

روایت میں ہے کہ:

”رجال لا ينامون الليل لهم دوى في صلاتهم كدوى النحل بيiton

قیاماً على اطرافهم“ ۲۲

”وہ لوگ جو راتوں کو نہیں سوئیں گے، اپنی نمازوں میں یوں اہتمام اور تضرع کریں گے جیسے شہد کی کھیاں اپنے چھتوں میں بھجنہتی ہیں، وہ لوگ رات کو اپنے ارد گرد پہرہ دیتے ہوئے صبح کریں گے“

## امن و امان:

ایک آئینہ میں حکومت کی سب سے پہلی شرط امن امان کا قیام ہے جو ایسی حکومت کے پھیلاوا اور معنویت کے نفاذ کے لئے اشد ضروری ہے ایک حدیث میں ہے:

”حتى تمشي المرة بين العراق الى الشام لا تضع قد미ها الا على

البات وعلى راسها زينتها لا يهيجها سبع ولا تخافه“

”راتے ایسے پر امن ہو جائیں گے کہ ایک عورت عراق سے شام تک سفر کرے تو اپنے قدم سبزے کے علاوہ کسی اور چیز پر نہ رکھے گی۔ اپنے زیورات اپنے سر پر رکھے گی۔ اسے کوئی جانور یاد رندا خوف وہ راس میں بتلانہ کر پائے گا اور وہ کسی درندے سے خوف محسوس نہ کرے گی،“ ۲۳

## رضا مندri

”يرضى بخلافه السماوات والارض ، يحبه اهل السماوات والارض“ ۲۴

”اسلام کے گلوبلائزڈ حکومت ایک ایسی حکومت ہے جس میں زمین و آسمان دونوں اپنی رضا مندri اور خوشنودی کا اظہار کرتے ہیں اور عرش و فرش پر رہنے والی تمام مخلوقات اسے چاہتی ہیں ایسی حکومت جو تمام لوگوں ( حتیٰ کہ مرے ہوئے لوگوں ) کے لئے بھی گشاش کا باعث ہو“

## اطاعت گزاری

امام زمان عجل اللہ تعالیٰ فرج کے دور حکومت میں امام علیہ السلام کی اطاعت خالص ترین اور کامل ترین صورت میں سامنے آئے گی۔ حدیث ہے:

”و يقونه بانفسهم في الحروب و يكونه ما يريد منهم“

”وہ جنگوں میں امام علیہ السلام کی دل و جان سے مدد کریں گے اور امام علیہ السلام انھیں جو بھی حکم دیں، انجام دیں گے“



## اسلامک گلوبائزیشن کے وسائل:

اسلامک گلوبائزیشن عمومی ہدایت کے ہدف تک پہنچنے کے لئے سب سے پہلے معاشرے میں فساد برپا کرنے والے لوگوں کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان کرے گی:

### ۱۔ دعوت اور ہدایت کا اصول

قرآن میں آیا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَّا كَافِةً لِلنَّاسِ بُشِّرَاهُ وَنذِيرًا﴾ ۲۶

”اور پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے،“

پھر فرماتا ہے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا رَسُولُ اللَّهِ يَكُمْ جَمِيعًا﴾ ۲۷

”پیغمبر! کہہ دو کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول اور نما سندہ ہوں،“

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کا مقصد تمام لوگوں کی ہدایت اور دعوت کو قرار دیا۔ فرماتے ہیں:

”فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ إِلَيِّ النَّاسِ كَافِةٌ لَأَنَّدُرَ مِنْ كَانَ حِيَا وَيَحْقِّقُ الْقَوْلَ

عَلَى الْكَافِرِينَ“ ۲۸

”میں تمام انسانوں کے لئے خدا کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میرا فرض ہے کہ میں زندوں کو

خبردار کروں اور کفار پر عذاب کا حکم مسلم ہو جائے،“

اسلامی ہدایت اور دعوت کی بنیاد صلح و آشتی پر استوار ہے، جس طرح راغب اصفہانی مفردات میں لکھتے ہیں:

”الصلح تختص بازالة النقار بين الناس“

”صلح و آشتی لوگوں کے درمیان کدورت مٹانے سے مخصوص ہے اور یہ (کدورتوں کو) مٹانے میں مدد و

معاون ثابت ہوتی ہے،“

خدا و نبی تعالیٰ بھی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ اگر دشمن آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ پڑھائیں تو آپ اس کا استقبال کیجئے۔

﴿ وَ ان جنحوا للسلم فاجح لها ﴾ ٢٩

”اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی جنک جاؤ“

## ۲۔ جہاد اور دفاع کا اصول:

اگر اسلام کی دعوت کا اثر نہ ہو اور معاصرے میں فساد برپا کرنے والے لوگوں نے اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے قیام کیا یا اگر وہ لوگ جنخون نے اسلام کی دعوت قبول کر لی، خطرے میں پڑ جائیں تو ایسی صورت میں اسلام دفاع اور جہاد پر تاکید کرتا ہے۔ اس بارے میں درج ذیل آیات پر غور کیجئے:

۱۔ ﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَأَغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ

جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴾ ۴۰ ﴾ کے

”پیغمبر! کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے کہ ان کا انعام جہنم ہے جو

بدترین طحکانا ہے“

۲۔ ﴿ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يَحِبُّ

الْمُعْتَدِلِينَ ﴾ ۱۶ ﴾ کے

”جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں تم بھی ان سے راہ خدا میں جہاد کرو اور زیادتی نہ کرو کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا“

۳۔ ﴿ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقْفَتُمُو هُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ

وَالْعِتَّةُ أَشَدُّ مِنَ الْقُتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ

فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴾ ۲۷ ﴾ کے

”اور ان مشرکین کو (یعنی ان بت پرستوں کو) جو کسی طرح کی قتل و غارت اگری سے عار

محسوں نہیں کرتے تھے) جہاں پاؤ تقتل کر دو جس طرح انہوں نے تم کو آوارہ وطن کر دیا

ہے تم بھی انہیں (مکہ سے) نکال باہر کر دو! اور فتنہ (اور بت پرستی) تو قتل سے بھی بدتر

ہے۔ اور ان سے مسجد الحرام (یعنی حرم کے اندر) اس وقت تک جنگ نہ کرنا جب تک

وہ تم سے جنگ نہ کریں۔ اس کے بعد بھی اگر وہ جنگ چھیڑ دیں تو تم بھی چپ نہ بیٹھو اور



جنگ کرو کہ یہی کافرین کی سزا ہے!“

## حوالہ:

ا۔ رک : P . Hirst , and G Thompson , Globalization in Question , Polity Press . Cambridge 1999

۲۔ سلمی اسکلڈ، گلو بلاائزیشن کے کوئی معنی نہیں، ترجمہ: داؤ کیانی، جام جم، ۷/۳۰، ص ۸، ۱۳۸۰

رک U . Baick , What is Globalization ? Blackwell publishers 1999

۳۔ باری اکسفورڈ، دنیا کا نظام، سیاست اور تہذیب و تمدن، ترجمہ: حیر امیرزادہ، سیاسی اور میں الاقوامی مطالعات کا ادارہ، تهران، ۷/۱۳۸۷، ص ۳۲

۴۔ فرہنگ رجائی، گلو بلاائزیشن کا مظہر، انسان کی حالت اور نشریاتی تمدن، ترجمہ: عبدالحسین اذرگنگ، اگاہ، تهران ۱۳۸۰، ص ۳۰

۵۔ جان تاملیسون، گلو بلاائزیشن اور تہذیب و تمدن، ترجمہ: حکیمی، تہذیبی تحقیقاتی ادارہ، تهران، ۱۳۸۱، ص ۲۸

۶۔ سلیمان ایران زادہ، ادارتی منصوبہ بندی میں تغیرات اور گلو بلاائزیشن، مرکز آموزش دولتی، تهران، ۱۳۸۰، ص ۲۷

۷۔ مانوک کاتنز، معلومات کا زمانہ، ترجمہ علی قلیان و فرشین خاکباز، طرح نو، تهران، ۱۳۸۰، ج راص ۱۳۰

۸۔ ایتو نی گیدز، ازاد دنیا، ترجمہ: علی اصغر عیدی اور یوسف حاجی عبد الوہاب، انتشارات علم و ادب، تهران ۹/۱۳۷۹، ص ۶

۹۔ پل سویزی اور دیگر، گلو بلاائزیشن اخکس لئے؟ ترجمہ: ناصر رافشان اگاہ، تهران، ۱۳۸۱، ص ۸۲

۱۰۔ سرژ لاتوش، غربی سازی دنیا، ترجمہ: امیر رضائی، قصیدہ، تهران ۱۳۷۹، ص ۱۱۰

۱۱۔ قدیر نصیری، ”چیستی جهانی شدن، تاملی نظری و سرنوشت آہنگ جهانی،“ فصل نامہ مطالعات راہبردی، چوتھا سال، ش ۳/۱۳۸۰، ص ۲۸۵ اور ۲۸۶

۱۲۔ کیت نش، جهانی شدن، سیاست، قدرت، ترجمہ: محمد تقی دل فروز، کویر، تهران، ۱۳۸۰، ص ۱۰۱ سے ۱۳۱ تک

M . Waters , Globalization , R utlcidge , New York 1995

۱۳۔ مالکوم واٹرز، گلو بلاائزیشن، ترجمہ: اسماعیل مرادی، سازمان مدیریت صنعتی، تهران ۹/۱۳۷۹، ص ۱۰

۱۴۔ یضا

۱۵۔ مرتضی قره باغیان، ”گفتگو دربارہ جهانی شدن،“ فصل نامہ تخصصی اقتصاد اسلامی، پہلا سال، ش ۲/۱۳۸۰، ص ۱۳۸۰

- ۱۶- محسن عبدالحمید، جهانی شدن از نظر اسلامی، ترجمه شاکرلوتی، پگاه حوزه، ش، ۳۲، ۵۰، ۱۳۸۰، ص/۹
- ۱۷- فریدون تقاضلی، تاریخ عقاید اقتصادی از افلاطون تا دوره معاصر، نشری، تهران، ۱۳۲۷، ص/۵۲
- ۱۸- شیل کیل، اراده خدا، یهودیان، مسکیان در راه تفسیر دوباره جهان، ترجمه: عباس اگاهی، انتشاراتی دفتر برائے فرهنگ اسلامی تهران، ۱۳۷۰، ص/۳۰ سے ۷ تک
- ۱۹- ایمانوں والرستاین، دنیا کے بدلتے ہوئے نظام میں سیاست اور تمدن کا کردار، ترجمه: پیروز ایزدی، نشری، تهران ۱۳۷۷، ص/۲۷۸
- ۲۰- حسین دھشیار، گلوبالائزیشن، یورپی اقدار کی باہر لے جانے کا ایک کامیاب مرحلہ، دو ماہنامہ اطلاعات سیاسی اقتصادی، ص/۱۵۸-۱۵۷، (مهر اور آبان) ص/۸۲
- ۲۱- مهدی آقایی، ضرورت ہمکاری منطقہ ای در فراید جهانی شدن، پگاه حوزه، ش، ۷، ۳۷، اردیبهشت ۱۳۸۱، ص/۱۰
- ۲۲- [www.globalpolicy.org](http://www.globalpolicy.org)
- ۲۳- آندرہ فوئن، کی بدون دیگری؟ ترجمه: عبدالرضا ہوشمند مهدوی، فاخته، تهران، ۱۳۷۹، ص/۲۲۸
- ۲۴- البرٹ بقریان، پیامدھای جهانی شدن، یک روکیدہ آماری، مجلہ توسعہ مدیریت، ش، ۳۱، ابان ۱۳۸۰، ص/۱۱۵
- ۲۵- حسام الدین واعظ، جهانی شدن جهان اسلام و سیاستھائی جهانی، مبنج: [www.corporatewatch.org](http://www.corporatewatch.org)
- ۲۶- فرانس فوکویاما، اسلام و جهان مدرن، ترجمه: سعید کوشان، افتاب میگزین، ش، ۱۷، فروردین ۱۳۸۱، ص/۷
- ۲۷- قصص/۲۵
- ۲۸- اہل ختن کا ایک گروہ، گفتمان مهدویت، اسلامی ابلاغات کا دفتر، قم، ۱۳۸۱، ص/۳۲
- ۲۹- مجر/۳۶ سے ۳۸
- ۳۰- گفتمان مهدویت، ایضاً ص/۲
- ۳۱- توبہ/۳۳
- ۳۲- عبد علی بن جمعه الحویزی، تفسیر نور الثقلین، انتشارات علمیہ قم، حج ۱۳۷۳، ص/۵۰
- ۳۳- انبیاء/۱۰۵
- ۳۴- گفتمان مهدویت، ایضاً ص/۳۷-۱۰۲



۵۵ نور ۳۵

۳۶۔ گفتمن مہدویت، ایضاں، ۳۸،

۳۷۔ محمد باقر مجلسی، بخار الانوار، دارالعرفت، بیروت، ۱۴۰۳ق، ج ۷ص ۱۷

۳۸۔ تجیب بن الحسن حلی، الحمدۃ، موسسه الامام اصادقؑ قم، ۱۴۱۲ق، ص ۲۳۳

۳۹۔ گفتمن مہدویت، ایضاں، ۹۰،

۴۰۔ تجیب بن الحسن حلی، ایضاں، ۲۳۲

۴۱۔ گفتمن مہدویت، ایضاں، ۹۱

۴۲۔ ایضا، ۹۲

۴۳۔ سبط ابن جوزی، تذکرة خواص الامم، موسسه اہل بیت علیہم السلام، لبنان، ۱۴۰۶ق، ۷ص ۳۷

۴۴۔ گفتمن مہدویت، ایضاں، ۸۹

۴۵۔ ایضا

۴۶۔ مومنون ۱۱۵/۲

۴۷۔ اسراء ۱۷

۴۸۔ نحل ۲

۴۹۔ روم ۳۰

۵۰۔ صافات ۳۲/۵

۵۱۔ بقرہ ۱۶۳ (ولقد کر منابی آدم)

۵۲۔ نجح البلاغی اس عبارت اور دیگر عبارت کے ترجمہ کا انتخاب محمد مہدی فولادوند کے ترجمے سے کیا گیا ہے۔

۵۳۔ نجح البلاغی، پہلا خطبہ

۵۴۔ نجح البلاغی، تیسرا خطبہ

۵۵۔ مومنون ۵۲/۵

۵۶۔ ارشیخی، نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی الخاتما، الدارالعالمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ق، ص ۲۰۰

۵۷۔ لطف اللہ صافی الگلپا نگانی، منتخب الارث، منشورات مکتبۃ الصدر، قم، ۱۴۰۲ق، ص ۰۷۱

۵۸۔ فضل بن حسن طبری، اعلام الوری، دارالعرفت، بیروت، ص ۹۸





۲۸- سباء<sup>۲۸</sup>  
۲۷- اعراف<sup>۱۵۸</sup>  
۲۸- علی احمد میانجی، مکاتیب الرسول، دارالحکمة، بیروت، ص۹۰

۲۵- ایننا

۲۶- الایفان<sup>۳۰</sup>

۲۷- محمد باقر مجlesi، ایننا، ج۵۲، ص۳۳۶

۲۸- محمد بن علی الصبان، اسعاف الراغبين، بیروت<sup>۱۳۹۸</sup>، ق، ص۱۳۰-۱۳۱

۲۹- محمد باقر مجlesi، ایننا، ص۳۲۸

۳۰- محمد باقر مجlesi، ایننا، ج۵۲، ص۳۳۶

۳۱- لطف اللہ صافی الگلپا رگانی، منتخب الاشر، منشورات مکتبۃ الصدر، قم<sup>۱۳۷۲</sup>، ص۲۷۳

۳۲- محمد مهدی رے شہری، میزان الحکمة، دارالحدیث، قم<sup>۱۳۶۴</sup>، ق، ص۱۸۷

# صہیونزم کی پیدائش اور تشکیل

محترمہ: ع۔ م (ماخوذ از اندریشہ تقریب شمارہ ۱۹۵)

ترجمہ: فضاحت حسین

## خلاصہ

هر مکتب فکر میں اس مکتب کے زاویہ نگاہ سے دشمن شناسی اہم مسئلہ ہوتا ہے۔ اس کائنات میں اگر کوئی بھی مخلوق اپنی بقا کی خدمت حاصل کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے اپنے دشمنوں کو پہچانا ضروری ہے تاکہ وہ اس کے مقابلہ میں لازمی و سائل دفاع فراہم کرے۔ اس معاملہ میں حیوانات بھی اس قاعدہ سے مستثنی نہیں ہیں؛ کوئی بھی حیوان اس وقت تک کسی کاشکار نہیں بنتا ہے جب تک غفلت کا شکار نہ بن جائے۔ اسی لئے امام تمامی فرماتے ہیں: "کوئی بھی آزاد خیر انسان اسرائیل کو قانونی نہیں مانتا ہے"۔ سورماندہ کی ۸۲ ویں آیت نے دشمن شناسی اور دشمنوں کی طبقہ بندی کی جانب اشارہ کیا ہے۔ "لتجلدن اشد الناس" پہلے درجہ کے دشمن یہودی ہیں۔ اگر کبھی قرآن بدلتا تو پہلے درجہ کا دشمن بھی بدلتا جائیگا۔ قرآن میں جہاں کہیں بھی ہمیں لفظ "یہود" نظر آئے ہمیں اس سے صہیونزم کو مراد لینا چاہئے۔

دوسرے مرحلہ میں "الذین اشرکوا" یعنی مشرکین ہیں۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ عیسائی بھی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔

﴿ولن ترضي عنك اليهود ولا النصارى حتى تتبع ملتهم قل ان هدى الله هو الهدى و لئن اتبعوا هم بعد الذى جاءكم من العلم ما

## لک من الله من ولی ولا نصیر ﴿٤﴾

”اور آپ سے یہود و نصاری اس وقت تک راضی نہیں ہو سکتے جب تک آپ ان کے  
نمہب کے پیروں نے جائیں۔ کہہ دیجئے: يَقِيْنًا اللَّهُكَىْ بِهِ اَصْلُ بِهِ اِيْتَ هے۔ اور  
اگر اس علم کے بعد جو آپ کے پاس آچکا ہے آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو  
آپ کے لئے اللہ کی طرف سے نہ کوئی کار ساز ہو گا اور نہ مددگار،“ (بقرہ ۱۲۰/۶)

اس مضمون میں سب سے زیادہ صہیونزم کی ابتدائی زندگی سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔  
اس سلسلہ میں صہیونزم کے چار پہلوں؛ یعنی اقتصادی، سیاسی، ندیبی اور یا یتی صہیونزم  
کو مد نظر قرار دیا گیا ہے اور انکی مختصر وضاحت پیش کی گئی ہے۔ اس کے بعد ”لارڈ  
روچیلڈ“ کی نگاہ میں مشرق وسطی کی اہمیت، اس پر قبضہ کرنے کے لئے مقدمات کی  
弗راہمی اور اس علاقہ میں یہودی حکومت قائم کرنے کے سلسلہ میں تفصیل سے گفتگو کی  
گئی ہے۔ اس سلسلہ میں صہیونزم کے چاروں پہلو فعال تھے اور ایک دوسرے کے  
ہاتھوں میں ہاتھ دئے ہوئے ایک طاقتور یہودی حکومت بنانے کی تگ و دو میں لگے  
ہوئے تھے اور بعد میں انہی کوششوں کے نتیجہ میں اسرائیلی حکومت کی بنیاد رکھی گئی۔ آخر  
میں صہیونزم سے درپیش حقیقی خطروں کی جانب اشارہ کیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے  
کہ ان مشکلات کو حل کرنے کے لئے پوسٹ صہیونزم وارڈ عمل ہوا تھا لیکن وہ بھی یہ ذمہ  
داری ادا کرنے میں ناکام رہا۔

### کلیدی الفاظ :

صہیونزم، اقتصادی، سیاسی، ثقافتی اور ندیبی صہیونزم، اسرائیل، روچیلڈ، بالفور۔

### مقدمہ

﴿لَتَجْدَنَ اَشَدُ النَّاسِ عَدَاوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودُ وَالَّذِينَ اَشْرَكُوا  
وَلَتَجْدَنَ اَقْرَبَهُمْ مُوْدَ لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا اَنَا نَصَارَى ذَلِكَ بَان

منهم قسیسین و رہبانا و انہم لا یستکبرون﴾

”(اے رسول) اہل ایمان کے ساتھ عداوت میں یہود اور مشرکین کو آپ پیش پیش پائیں گے



اور ایمان والوں کے ساتھ دوستی میں نصاریٰ کو قریب تر پائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عالم اور درویش صفت لوگ ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ہیں۔ (امدادہ ۸۲)

امام خمینی رہ اسرائیل کی تشكیل کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: "اسلامی امتوں کی سرکوبی کی خاطر استعماری حکومتوں کی سازباڑ اسرائیل کی تشكیل کا سبب بنی ہے۔ اسرائیل کو بنانے سے استعماری حکومتوں کا مقصد صرف فلسطین پر قبضہ کرنا نہیں ہے بلکہ اگر انہیں موقع دے دیا جائے تو سارے عرب ممالک فلسطین جیسے حالات سے دوچار ہوں گے۔" (امام خمینی، ج ۲، ص ۳۶۱)

اقتصادی صہیونزم اس سے پہلے "روچیلہ" جیسے افراد کی فکر کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ اقتصادی صہیونزم وہی فیزیو پرائزرم، مرکنٹلائزرم اور لبرائزرم ہے۔ اقتصادی صہیونزم نے مرکزی سرمایہ کی شناخت کی جن میں سب سے اہم مشرق و سطحی تھا۔ کیونکہ مشرق و مطلی مخصوص صفتیں کمال کے ہے اور اگر اسکے حال پر چھوڑ دیا جائے تو یہ دنیا میں پہلے نمبر پر نظر آئے گا اور وہ ممالک جنہیں آج تیسری دنیا کہا جاتا ہے وہ دنیا کے سب سے ترقی یافتہ ممالک میں تبدیل ہو جائیں گے۔ ان ممالک میں بالقوہ امکانات و وسائل موجود ہیں لیکن وہ امکانات جو اسے فعلیت اور تحقیق کی منزل عطا کریں، ان سے یحروم ہے۔ مشرق و سطحی کی کامیابی کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں:

۱۔ علم و دانش

۲۔ قوت و طاقت

۳۔ عزم و ارادہ

اسی وجہ سے موجودہ حالات میں صہیونی حکومت کی ساری کوشش یہ ہے کہ وہ مسلمان ممالک کے علم، قوت اور ارادہ کو کمزور کر دے۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا فریضہ بھی یہ ہے کہ وہ ان تینوں میدانوں میں خود کو مضبوط بنائیں۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی بیداری نے مسلمانوں کے عزم و ارادہ کی تربیت کی ہے جو آج بھی جاری ہے۔ ذمدادار اور دانشور طبقہ کی بھی یہ ذمداداری ہے کہ وہ بچوں، نوجوانوں اور جوانوں میں حقیقی علم و دانش کی بنیادیں مسنجکم کریں تاکہ وہ عملی اقدامات انجام دینے کے لئے اپنے اندر قوت و طاقت کا احساس کریں اور ان میں بجوش و ولہ پیدا ہو۔ لہذا علم و دانش، قوت و طاقت اور عزم و ارادہ کے میدان میں بچوں، نوجوانوں اور جوانوں کی تعلیم و تربیت کی خاطر معلوموں اور مبلغوں کی کارکردگی پوسٹ صہیونزم کے بالکل مدقائق ہے۔ چونکہ وہ مسلمان ملتوں کے

بزرگوں پر موثر نہیں ہو سکتے ہیں اس لئے وہ مسلمان بچوں، نوجوانوں اور جوانوں کے علم، طاقت اور ارادہ پر مسلط ہونا چاہتے ہیں۔ پس پوسٹ صہیونزم کا اصلی مقابلہ کرنے والے مدرس، مبلغ اور ذمہ دار دانش را فرادی ہیں۔

اقتصادی صہیونزم کے نتیجے میں سیاسی صہیونزم عالم وجود میں آیا۔ سیاسی صہیونزم کو تشکیل حکومت کی خاطر ایک قوم کی ضرورت تھی جسے پورا کرنے کے لئے مذہبی صہیونزم وجود میں لا یا گیا۔ مذہبی صہیونزم نے ایک شرط کو ضرورت میں تبدیل کر دیا یعنی اس عقیدہ کو کہ "ماشی" (منجی) آجائے اسکے بعد ہم لوگ جائیں "اس طرح تبدیل کر دیا کہ پہلے یہودی جا کر مقدامات ظہور فراہم کریں تاکہ بعد میں ماشی آئے اور حکومت بنائے۔ جب حکومت بن گئی تو شفافیتی صہیونزم نے میدان عمل میں اپنی تبلیغی کارکردگی شروع کی اور اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہننا یا۔ (عطاری، ۱۳۷۳، ص ۲۰-۲۰)

آج پوری دنیا میں تقریباً ایک کروڑ ستر لاکھ یہودی ہیں۔ آج برتری و بالادستی کے سارے معیار یہودیوں کے ہاتھ میں ہیں: اقدرت ۲- تعلیم ۳- دولت

اس لئے مسلمانوں کو پہلے سے زیادہ ہوشیار و بیدار رہنا چاہئے۔ امام خمینی رہ فلسطین اور اسرائیل کے درمیان صلح برقرار کرنے کے سلسلہ میں معتقد ہیں کہ ظالم و مظلوم کے درمیان ثالثی کرنا منطقی کام نہیں ہے بلکہ یہ خود ایک بہت بڑا ظلم ہے اور فقط مظلوم کا دفاع یعنی اسرائیل کے مقابلہ میں فلسطینیوں کی حق طلبانہ مراجحت کا دفاع کرنا یعنی منطقی اور عاقلانہ کام ہے۔ (امام خمینی، وہی مدرک، ج ۱۱، ص ۱۵۹)

### تشکیل صہیونزم کی اہمیت

عمومی طور پر یہودیت میں صہیونزم اور خاص طور پر صہیونی نظام کے زیر سایہ اسرائیلی حکومت کی تشکیل سے واقفیت ایک انتہائی اہم اور موژذ بندگی ہے اور اس مسئلہ سے آگاہی حاصل کر کے دوسرا سے مسائلِ مجملہ ہاگانا اور موساد جیسی صہیونی تنظیموں اور بول نظاموں کی بہتر طور پر تحقیق و جتنی کی جاسکتی ہے۔ جب آسمانی مذاہب بعض لوگوں کے مزاج کے موافق نہ ہوئے تو وہ نئے مذاہب اختراع کرنے کی فکر میں لگ گئے۔ انہوں نے خود آسمانی ادیان میں مذاہب بنانے کا پیشہ کی شروعات کی بطور مثال دین اسلام میں بہائیت اور وہابیت، یہودیت میں صہیونزم اور عیسائیت میں پروٹستانزم کو وجود میں لائے۔ صہیونزم نے اپنے وجود کا اعلان کیا۔ اس کا پہلا اجلاس یورپ میں شیڈور لینڈ میں منعقد ہوا۔ ٹوڈر ہرٹسل (Teodr Hertsel) نامی آدمی نے اس اجلاس کی ذمہ داری سنبھالی اور صہیونی کا نفس منعقد کی۔ اس بعد کے متعدد اجلاس ہوتے رہے۔ آج تک ساٹھ سے زائد سی اور متعدد



غیر سی کانفرنس متعقد ہوئی ہیں۔ ان کانفرنسوں میں جو فیصلے لئے گئے انہوں نے انھیں "یہودی پر ڈوکول" یا "یہودی دانشوروں کا پر ڈوکول" نامی کتاب میں اپنے منشور عمل اور آئین و احکام کے طور پر شائع کیا۔ (جنپن یزدی، ۱۳۸۲)

بانخصوص طلاب، اسٹوڈنٹس، محققین اور تعلیم یافتہ افراد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ کریں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ صہیونیوں نے کس طرح دوسروں کے بارے میں سوچا اور لکھا ہے۔ اگرچہ بعد میں انہوں نے کہا کہ اس کتاب کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن پوری دنیا میں صہیونیوں کی رفتار و کو دراسی کتاب کے مطابق ہے۔

صہیونزم اپنے نام کے ساتھ میں ظاہر ہوا لیکن اسکی واقعی تشکیل کی جانب بہت کم اشارہ کیا جاتا ہے۔

### صہیونزم کے چار پہلو

اپنے ابتدائی مرحلہ سے لے کر اسرائیل کی تشکیل تک صہیونزم کے چار مندرجہ ذیل پہلو ہیں:

۱۔ اقتصادی پہلو

۲۔ سیاسی پہلو

۳۔ مذہبی پہلو

۴۔ ثقافتی پہلو

البتہ یہ ضرور ہے کہ ثقافتی پہلو باقی تینوں پہلووں میں سرگرم عمل رہا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ چاروں پہلو ایک دوسرے سے منسلک ہیں اور انہیں دقيق طور پر ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (she 4.) Z.Abdullayev, Abs-in siyasi heyatinda sionizmin rolü میں بھی اس مسئلہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ ایسے لوگ تھے جو ذرا ساموقع ملنے پر دولت و شرودت اور زردو جواہر کے پیچے لگ جاتے تھے اور خدا سے غافل ہو جاتے تھے۔ علمی اعتبار سے اس وقت یہیہ ایجاد نہیں ہوا تھا لیکن ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ توریت میں جس اخلاقی مسئلہ کی جانب سب سے زیادہ اشارہ کیا گیا ہے اور اس زمانہ میں راجح تھا وہ ربا کا مسئلہ ہے۔ دولت و شرودت اور اقتصاد و بازار پر قبضہ جمانے سے یہودی قوم اور بنی اسرائیل کو اپنی ذات کے اعتبار سے ہمیشہ سے دچکی رہی ہے۔ انھیں میں بھی انکی دنیا پرستی کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ قرآن میں بھی واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ یہ حیص لوگ ہیں جو دنیا اور زندگی سے محبت کرتے ہیں۔

یہ تاریخی سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک کہ فرانس میں Physiocracy نامی مکتب فکر وجود میں آیا۔ یہ مکتب کہتا ہے: زمین کو اصلاح حاصل ہے۔ ہم اس سے جتنا زیادہ حاصل کریں گے اتنا ہی کامیاب ہوں گے۔ اس کے بعد مرکنا کالزم (Merkantilism) نے میدان عمل میں قدم رکھا۔ اس مکتب فکر کے پروگریٹس تھے کہ تجارت کو اصلاح حاصل ہے۔ ہم جتنا زیادہ زرو جواہر کاٹھا کر لیں گے اتنا ہی کامیاب اور فاتح رہیں گے۔ اس مکتب فکر کے بعد برالزم (Liberalism) وجود میں آیا۔ اس کا نظریہ یہ ہے کہ ہر اس چیز کو اصلاح حاصل ہے جس میں فائدہ و منفعت ہے۔ اس تاریخی سلسلہ اور اس طرز فکر کو وجود میں لانے والے یہودی ہیں یعنی اس طرح افکار کے حور زیادہ تر یہودی رہے ہیں۔

انہی یہودیوں میں سے ایک شخص لارڈ روچلڈ ہے۔ اس شخص نے انتہائی عجیب و غریب کام انجام دئے ہیں۔ وہ یورپ میں ستر ہویں صدی میں ایک تحریک شروع کرتا ہے اور اٹھاڑ ہویں صدی میں اقتصادی اعتبار سے پورے یورپ پر اس طرح قبضہ کر لیتا ہے کہ یورپ میں شروع ہونے والی ہر جنگ کے طرفین اسی کی طرف رجوع کرتے تھے اور اس سے قرض لیتے تھے۔ یعنی وہ دونوں حریفوں کے نزدیک مقبول اور قابلِ اعتماد تھا!

### لارڈ روچلڈ کی نگاہ میں مشرق و سطحی کی اہمیت

روچلڈ کو ایک زمانے میں مشرق و سطحی کی سیاسی جغرافیائی حیثیت و اہمیت کا احساس ہو جاتا ہے۔ یہ اہمیت مشرق و مغرب عالم کو ایک دوسرے سے متصل کرنے والے ۱۸۰۰ سے ۱۷۰۰ کلومیٹر میں پھیلے ہوئے سوئز نہر کی بحیرے سے ہے۔

مغرب کے سوئز نہر کے مختلف امتیازات مندرجہ ذیل تھے:

۱۔ مغرب کا تجارتی مال سنتے میں منتقل ہو جائیگا۔

۲۔ اپنی منزل تک پہنچنے میں اسے کم وقت لگے گا۔

۳۔ وارداتی سرمایہ کو ہونے والی مشکلات کم ہو جائیں گی۔

۴۔ تجارت کے خطرات کم ہو جائیں گے۔

۵۔ مشرق میں آمادہ ہونے والا انکاس سرمایہ اور خام مال ان تک جلدی پہنچ جائے گا۔ (H. eliyev, Felestin meselesi va sionizm seh12)



روچلڈ کو جب مشرق و سطی کی ان خصوصیات کا اندازہ ہو گیا تو اس نے برطانیہ کے یہودی وزیر اعظم "بالفور (Arthur James Balfour)" کو لکھا: "میں تمہیں پیسہ دوں گا تم سوئز نہر اور اس کا شیزر مصر کے لیدر سے خرید لو۔

یہودی وزیر اعظم خط کے جواب میں اسے لکھتا ہے کہ سوئز کا شیزر بہت مہنگا ہے۔ اگر تم سارا پیسہ دو تو ہم اسے خرید لیں گے۔ روچلڈ جواب دیتا ہے: ٹھیک ہے میں اس شرط کے ساتھ برطانوی حکومت کو پیسہ دوں گا کہ وہ فلسطین نامی علاقے میں یہودی حکومت کی تشکیل کا وعدہ کرے۔ بعد میں یہ کام انجام پاتا ہے اور یہ میں سے شیطنت بھی شروع ہو جاتی ہے۔ روچلڈ نیپولین کی جو عیسائی تھا، مدد کرتا ہے۔ نیپولین ۱۷۹۷ء میں فلسطین پہنچتا ہے کہ جس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ صہیونزم اسی سال وجود میں آیا ہے، اس سے ٹھیک ایک سو سال پہلے رسمی طور پر اعلان کرتا ہے کہ پوری دنیا کے یہودیوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اپنی دیرینہ آزو کے مطابق اس جگہ آ کر یہودی ملک کی تعمیر کریں۔ کھوئی ہوئی عظمت، "قدیمی قدس حکومت" کی دوبارہ تعمیر اور یہودیوں کو بیت المقدس کا اصلی وارث قرار دیتے ہوئے وہ وہاں پر بہت سے اقدامات انجام دیتا ہے۔ (فلسطین سر زمین تاریخ و مقاومت، ۱۳۷۹ء، ص ۲/۹)

یہ ایک قدیمی طرز فکر ہے لیکن اس میں اقتصادی پہلو کی کارفرمائی زیادہ شامل حال رہی ہے۔

مشرق و سطی میں استعماری طاقتوں کی دراندازیوں کی دوسری وجہ اس سر زمین پر موجود تیل اور گیس کی صورت میں دنیا کی ستر فیصد از جی کا وجود ہے۔ وہ ممالک جو اس از جی سے مختلف سرمائے بناتے ہیں اور اسکے بعد اسے دس گناہ قیمت پر ان ممالک کے ہاتھوں فروخت کر دیتے ہیں، وہ کسی بھی قیمت پر یہ نہیں چاہیں گے کہ اس علاقہ کو اسکے حال پر چھوڑ دیں۔ یہ دو دو چار والی بات ہے۔ اگر اس علاقہ کو اسکے حال پر چھوڑ دیا جائے تو قدیمی تہذیب کے ورثدار یہاں کے باشندوں میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ وہ ان ذرائع سے استفادہ کی ایک نئی ثقافت وجود میں لے آئیں۔

اقتصادی صہیونزم کے لئے دوسرا ہم پہلو سرمایہ کاری تھا۔ یعنی جب یہاں پر نامنی ہو گی تو قدرتی طور پر کوئی بھی یہاں پر سرمایہ کاری نہیں کرنا چاہے گا۔ لہذا اقتصادی صہیونزم کے لئے ضروری تھا کہ وہ اصلاح لذت و منفعت کے تحت اس زرخیز علاقے کو ہمیشہ نامن رکھے، جس کی خاطر انہوں نے اسرائیل نامی ایک چھانی کا خاکہ

آمادہ کیا۔ ۹۷۷ء سے یہ فکر موجود تھی لیکن ۱۸۹۷ء میں رسمی طور پر اس کا اعلان کیا گیا۔ نپولین نے اس منحوس فکر کے ایک پہلوکی جانب اشارہ کیا ہے۔ روچلڈ بھی ۱۸۷۷ء میں عثمانی حکومت کو لکھتا ہے: "میں فلسطین میں آ کر زمین اور وسائل خریدنا چاہتا ہوں۔ آپ دوسرے یہودیوں کو بھی تعاون کی اجازت دیجئے۔" عثمانی حکومت نے ابتداء میں اس کام کی اجازت نہیں دی۔ ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۸ء میں استانبول میں عثمانی مجلس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا اور اس مجلس کے لئے صوبہ بیت المقدس سے فلسطین کے پہلے نمائندے منتخب ہوئے۔ نومبر ۱۸۸۱ء میں عثمانی حکومت نے اعلان کیا کہ وہ فلسطین کے علاوہ عثمانی حکومت کے قلمرو میں بیرونی (غیر عثمانی) یہودیوں کو حق سکونت عطا کرتی ہے۔ نومبر ۱۸۹۲ء میں عثمانی حکومت نے ایک بار پھر یہودیوں کو زمین بچنا منوع قرار دیدیا۔ اس کے بعد ۱۸۹۶ء میں عبدالحمید دوم نے فلسطین کو یہودیوں کے حوالے کرنے کی یہودی ادارے کی تجویز کو رد کر دیا اور کہا: "میں عثمانی قلمرو حکومت کے کسی بھی حصہ سے چشم پوشی نہیں کر سکتا ہوں۔" میں ایک زندہ ملکوں کے جنم کا آپریشن کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا ہوں۔ ۱۸۹۷ء میں صہیونیوں کے پہلے اجلاس کے عمل کے طور پر عبدالحمید دوم نے اپنے دربار کے بعض افراد کو صوبہ بیت المقدس میں حکومت کے لئے فلسطین بھیج دیا۔ اس کے بعد جنوری ۱۹۱۳ء میں پہلی عالمی جنگ کے آغاز پر جو ۱۹۱۸ء تک جاری رہی اور عثمانی حکومت کے زوال پر ختم ہوئی، متی ۱۹۱۶ء میں سائیکس پیکونی خنی معاہدہ انجام پایا۔ اس معاہدہ کی رو سے عثمانی حکومت کے عرب صوبے فرانس اور برطانیہ کے درمیان تقسیم ہو گئے۔ بعد میں بعض لوگ گئے اور انہوں نے فلسطین میں زمین خریدی۔ یہ بات جو کبھی جاتی ہے کہ فلسطینیوں نے اپنی زمینیں یہودیوں کے ہاتھ بیچ دی تھی، صحیح نہیں ہے بلکہ بعض لوگوں نے قانونی دائرہ میں رہتے ہوئے اپنی زمینیوں کا ایک حصہ فروخت کر دیا لیکن اس مقصد کے لئے نہیں کہ وہاں پر یہودی حکومت کی تشکیل ہو۔ روچلڈ نے ان خریدی ہوئی زمینیوں پر کچھ کمپنیاں کھول دیں جن میں سب سے پہلی کمپنی منشیات کی تھی۔ اس کے بعد فارم، کھیتی باڑی اور دوسری شفافی صنعتوں کے مرکز اور کمپنیاں کھول دیں۔ اس کام کے لئے وہ جرمی، امریکا، روس، ہنگری اور پولینڈ کے یہودی نمائندوں کو وہاں پر لے آیا۔ یہ سارا کام پر سکون ماحول میں اپنی فطری راہ و روش پر آگے بڑھ رہا تھا۔

اقتصادی صہیونزم کا دوسرا چہرہ لبرالزم ہے۔ کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کا شناخت نامہ ہیں یعنی جب اقتصادی صہیونزم کا تذکرہ ہوتا ہے تو اس کی جگہ پر لفظ لبرالزم استعمال کیا جاسکتا ہے۔ امریکا کی اس حکومت کی مکمل طور پر پشت پناہی کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس علاقے میں موجود منافع میں شریک ہے۔ (V. Evsal, Orta )

## یہودی حکومت کی تشکیل کے لئے ضروری مقدمات کی فراہمی

بعد میں وہ یہودی حکومت کی تشکیل کے بارے میں سوچنے لگے۔ وہ جانتے تھے کہ یہودی حکومت بنانا آسان نہیں ہے بلکہ اسکے لئے متعدد لوازمات کی فراہمی ضروری ہے مجملہ جاہ طلب افراد تلاش کر کے انکی اس طرح تربیت کرنا کہ انکے اندر حکومت و طاقت حاصل کرنے کی ہوں موجود ہو۔ اس کے بعد ان سے کہا جائے کہ فلسطین میں حکومت بنانے کا لوگ تمہاری اقتصادی پشت پناہی کریں گے۔ یہاں پر ثقافتی صہیونزم نے اپنا کام شروع کیا۔ ثقافتی صہیونزم میں ثقافتی ماحول سازی کا طریقہ یہ تھا کہ وہ پہلے کسی موضوع کو پیش کرتے تھے، پھر اسے بناتے تھے، اسکے بعد اسے ذہنوں میں راسخ کرتے تھے، پھر مستحکم کرتے تھے اور مستحکم کرنے کے بعد وہ جانبہ رابطہ یعنی معکوس رابطہ برقرار کرتے تھے بالفاظ دیگر یہ ان لوگوں کو جن چیزوں کی تلقین کرتے تھے بعد میں وہ لوگ انہی چیزوں کو اپنے تقاضے کے طور پیش کرتے تھے۔ انہوں نے یہ طریق کا راپنایا اور مختصر سی مدت میں بہت سے یہودیوں کی تربیت کی۔ روس، پولینڈ، سویٹزرلینڈ، برطانیہ، امریکہ اور جرمنی میں صہیونزم کے بہت سے حامی پیدا ہو گئے جن میں سے کوئی سائنسدار، کوئی ماہر نفسیات، کوئی فوجی وغیرہ تھے۔ انہیں ایک جگہ اکٹھا کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ ہم یہودی حکومت بنانا چاہتے ہیں۔ کارل مارکس جس نے مارکسی نظام کی بنیاد رکھی، ایک یہودی ہے۔ ۳ یہ لوگ اسی وقت سے اس موضوع پر کہ "ہم حکومت بنانا چاہتے ہیں" کام کر رہے تھے۔ ۱۸۶۰ء میں "ہمارے پاس حکومت ہونا چاہتے ہیں" کا نعرہ اس سوال میں تبدیل ہو گیا کہ "ہم کس طرح حکومت بنائیں ہیں" یعنی "ہمارے پاس حکومت ہونا چاہتے ہیں" ذہنوں میں راسخ ہو گیا تھا۔ ۱۸۹۷ء میں "ہم کس طرح حکومت بنائیں ہیں" کا بھی خاکہ تیار ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اس موضوع پر کام کرنا شروع کیا کہ ہم کس طرح اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنائیں ہیں۔ یہ سلسلہ بھی بحسن و خوبی آگے بڑھ رہا تھا۔ ۱۸۹۱ء میں انہوں نے اس کا معکوس نتیجہ بھی حاصل کیا یعنی یہودیوں نے اس بات پر زور دیا کہ ہم حکومت بنانا چاہتے ہیں۔ بعد میں برطانیہ کا وزیر خارجہ خط لکھتا ہے: "جناب روچلڈ! میں آپ کو یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ یہودی حکومت بنائی جائے۔ میں نے آپ کو بتا دیا ہے کہ آپ صہیونی تحریک کو اطلاع دے دیجئے کہ ہم انکی آرزوؤں کو پایہ تتمیل تک پہنچائیں گے۔" یہ وہی معکوس نتیجہ ہے یعنی اصلی پیش رو

روچلڈ برطانوی حکومت کو یہ کہنے پر ابھارتا ہے کہ انہوں نے ہم سے تقاضا کیا اس وجہ سے ہم ان کی خواہش پوری کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ۱۹۴۷ء میں یہودی حکومت کی تشكیل ہو گئی۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ "ہر ٹصل" کو صہیونزم کا بانی سمجھا جاتا ہے جبکہ وہ ۱۹۰۳ء میں ۲۵ سال کی عمر میں اس دنیا سے جا پکا تھا۔ اس نے ایک کتاب اور کتاب پر تحریر کیا ہے:

۱۔ یہودی حکومت (Juden state)

۲۔ ہر ٹصل کی ڈائری

وہ اپنی ڈائری میں لکھتا ہے: "مجھے مذہب یہودیت سے کیا سروکار ہے۔ میری نظر میں سیاست و حکومت کی اہمیت ہے اور مجھے صرف حکومت سے مطلب ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "ہر ٹصل" اس وقت صحیح کہہ رہا تھا کیونکہ ابھی تک مذہبی صہیونزم کے خدو خال نمایاں نہیں ہوئے تھے اور وہ لوگ صرف حکومت کا خاکہ تیار کر رہے تھے۔ مذہبی صہیونزم کو وہ اس دور کے بعد وجود میں لائے ہیں یعنی مذہبی صہیونزم یہودی حکومت کی تشكیل کے بعد کا مرحلہ ہے۔ اس کے بعد جب وہ حکومت کی جگہ معین کرنا چاہ رہے تھے تو ہر ٹصل نے لکھا: "حکومت کے لئے سب سے اچھی جگہ یوگا نڈا ہے کیونکہ وہاں پر تیل بھی ہے، وہاں کی آب و ہوا بھی مناسب ہے، سمندر ہے، مختلف وسائل ہیں اور کوئی خاص مشکل بھی نہیں ہے۔" اس ناشست میں سب نے یہ تجویز قبول کر لی لیکن روچلڈ کی نگاہ میں اقتصادی مفادات کے اعتبار سے سب سے اچھی جگہ مشرق وسطی تھی اس لئے وہ یوگا نڈا کے لئے راضی نہیں ہوا اور یہ تجویز قبول نہیں ہو سکی۔ دوسری طرف یوگا نڈا میں تشكیل حکومت کے حامیوں کا کہنا تھا کہ فلسطین میں قدرتی ذرائع نہیں ہیں اور اقتصادی اعتبار سے اس کا کوئی خاص مقام نہیں ہے۔ آخر کار ہر ٹصل جو ۱۸۹۷ء سے فلسطین میں اسرائیلی حکومت کی تشكیل کی مخالفت کر رہا تھا، مشکوک طریقہ سے مرگیا اور اس کے بعد فلسطین میں اسرائیلی حکومت بننے پر متفقہ فیصلہ ہو گیا۔ (سوکولوف، ۷۷ء، ص ۳۵) قابل توجہ بات یہ ہے کہ یہودی جو اقتصادی اور سیاسی معاملات میں بہت ذہین ہیں، اپنا مرکز حکومت ایسی جگہ بناتے ہیں جہاں حکومت بنانے کا ماحول فراہم نہیں تھا! حکومت کی جگہ معین کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ حکومت کے لئے عوام کی ضرورت ہے۔ اسرائیلی حکومت کے لئے قوم و ملت بنانے کے لئے انہوں نے ثقافتی تحقیقات انجام دیں۔ برطانوی حکومت نے مشرق شناسی اور یہود شناسی کے شعبوں میں ابتدائی تحقیقات شروع کیں۔ "لارڈ سین دایی" وہ پہلا آدمی تھا جو برطانوی حکومت کی جانب



سے مامور ہوا کہ ایک عیقین ثابتی تحقیق انعام دے۔ ۱۸۹۰ءیں اس نے اپنی تحقیقات کے نتائج مخفی طور پر برطانوی وزارت خارجہ کے حوالہ کئے۔ وہ اپنی تحقیقات کا نتیجہ اس طرح بیان کرتا ہے: "میں نے یہودیوں کے تعلق بہت زیادہ تحقیقات انعام دی ہیں۔ مختلف ممالک میں دو طرح کے یہودی ہیں:

۱۔ بعض بزرگ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ظہور کے منتظر ہیں۔ ظہور بھی فلسطین میں ہی ہو گا۔ "ماشی" یا منجی عظیم فلسطین میں بیت المقدس میں ظہور کرے گا۔ وہ لوگ کہتے ہیں: "خدا یا! ہمیں توفیق دے کہ ہم اگلے سال وہاں پر رہیں۔ لیکن اس جملہ سے انکی مراد یہ ہے کہ خدا یا ہماری زندگی میں ہی ایسا انتظام کر دے کہ منجی کا ظہور ہو جائے اور ہم اس منجی کی رکاب میں ہوں۔ اس کا مطلب نہیں ہے کہ ہم ظہور ماشی سے پہلے اس سر زمین (فلسطین) میں رہیں۔ کیونکہ وہ اسی طرح دعا کرتے ہیں۔ ہم ان لوگوں سے نہیں کہہ سکتے ہیں کہ ظہور ماشی سے پہلے تم لوگ اٹھ کر وہاں چلے جا۔ اسی طرح انکے درمیان بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اپنے گناہوں اور بت پرستی وغیرہ کی وجہ سے اس سر زمین سے دور کر دیئے گئے ہیں۔ توریت میں بھی ہے کہ جب تک منجی عالم نہ آجائے تب تک ہم اس سر زمین پر قدم نہ رکھیں۔ لیکن اس کے ظہور کے بعد جاسکتے ہیں۔ ہم اس قسم کے یہودیوں سے یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ حکومت تشکیل دو یا اس حکومت میں شامل ہو جا اور اس سر زمین کی جانب بھرت کرو۔

۲۔ دوسرا گروہ ان جوانوں کا ہے جو دین سے فرار اور گریز کا دور گزار چکے ہیں اور ایک ایسے مرحلہ میں داخل ہو چکے ہیں جہاں ان کی فکر صرف یہ ہے کہ دین سیاست سے جدا ہے اور ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ ہم دین کو چھوڑ کر موجودہ قوم کی حفاظت کریں۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ جو دین و سیاست کی ہم آہنگی میں اصالحت منفعت کے قائل ہیں یہاں انہیں ایک نیا ترجمان مل جاتا ہے جو کہتا ہے: "دین کیوں سیاست سے جدا ہو؟ دین میں سیاست ہے اور سیاست عین دین ہے؛ بالکل وہی نقطہ نظر جس کے برعکس ہم دوسرے اسلامی ممالک میں لوگوں کو تلقین کرتے ہیں۔ وہ یہودیوں سے کہتے تھے: "دین عین سیاست ہے اور سیاست عین دین ہے۔ البتہ انہوں نے اس مسئلہ پر کافی محنت کی ہے۔ کیونکہ یورپ میں یہودیوں کے درمیان صہیونزم کے مقابلہ میں کچھ ایسے لوگ تھے جو Haskala نامی یہودیوں کی روشن خیال تحریک سے متاثر تھے۔ تحریک جوے اور اسی اور اسی صدی میں تشکیل پائی تھی، یورپی سماج اور ثقافت سے علیحدہ یہودیوں کو مغربی ثقافت و تمدن سے آشنا کرتی تھی اور انہیں یورپی سماج اور

ثقافت میں ضم کرنے کا میدان فراہم کرتی تھی۔ اسی وجہ سے یہ تحریک غیر انفرادی مسائل میں یہودیوں کے درمیان غیر دینی تعلیمات اور سکولر لکھنرائج کر رہی تھی۔ اس تنظیم کا مقصود مغلی طور پر ماڈرن لکھنر اور یہودی معنویت سے ہم آہنگ یہودی ثقافت کی بنیاد پر اتنا تھا۔

صہیونزم کا شفافیتی پہلو یہاں سے شروع ہوتا ہے۔ یعنی "لارڈ سین وائی" کی تحقیقات کے بعد انہوں نے فیصلہ لیا کہ ماحول سازی کریں۔ ماحول سازی کا کام شروعات میں مخفی طور پر تھا، بعد میں دھیرے دھیرے سامنے آتا گیا اور آخر میں بالکل علی الاعلان ہو گیا۔ پہلی عالمی جنگ میں بعض یہودی جو کمپوں اور دوسروں میں جگہوں پر تھے اور مشکلات میں گرفتار تھے، انہیں اکٹھا کیا گیا اور نوکری اور سہولیات وغیرہ کا وعدہ کر کے فلسطین لے آئے۔ اس طرح وہاں پر قوم بسانے کا کام انجام پا گیا۔ اس کے بعد دوسروے لوگوں کو بھی مختلف حریبے اور ہتھکنڈے اپنا کروہاں لاتے رہے۔ اسی دوران مذہبی صہیونزم بھی تشكیل پا گیا اور اس نے ایک لازمی شرط کو ضرورت میں تبدیل کر دیا یعنی یہ عقیدہ کہ پہلے ماشی ظہور کرے اس کے بعد ہم اسکی رکاب میں جائیں گے، تبدیل کر دیا اور کہا گیا : "ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم فلسطین میں جمع ہو جائیں تاکہ ظہور ماشی کے مقدمات فراہم کریں۔ جب یہ قائم تھا ہو گئی تو اس کے بعد انہوں نے مکuous رابطہ برقرار کیا۔ وہ لوگ ابھی بھی کہتے ہیں : "نیل سے فرات تک تم لوگوں کو آزاد کرنا ہے۔ پس مذہبی صہیونزم نے دو لازمی شرائط کو ضرورت میں تبدیل کر دیا؛ ایک فلسطین میں یہودیوں کی موجودگی اور دوسروے نیل سے فرات تک کا علاقہ آزاد کرنا۔

یہودیوں سے یہ باتیں کہنے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے حوصلے بلند ہیں، وہ مشکلات کے مقابلہ میں نہ ڈریں، جنگجوی انہی عزائم کے حامل ہوں، دفاعی پوزیشن نہ اختیار کریں اور ان میں آدم کشی کی بہت وجہات باقی رہے۔ یہاں تک کہ انہیں یہ تعلیم دی گئی کہ اگر کسی بچہ یا عورت کا قتل کر دیا تو یہ ثواب اور خدائی مقدرات میں سے ہے۔ وہ ان مسائل کو خاموشی سے بیان نہیں کرتے تھے بلکہ اعلانیہ طور پر بیان کرتے تھے۔ وہ علی الاعلان یہودیوں سے کہتے تھے کہ تمہیں نیل سے فرات پورے مشرق و سطحی کو پاک بنانا ہے اور ظہور ماشی کے لئے آمادہ کرنا ہے۔ ۱۹۱۶ء تک پوری دنیا کے ایک کروڑ ستر لاکھ یہودیوں میں سے صرف پندرہ ہزار لوگ صہیونزم کے عضو بنے۔ بہت کم لوگ فلسطین آئے تھے۔ آج بھی انکی طاقت فرسا کوششوں کے بعد بھی چالیس لاکھ یہودی فلسطین میں اکٹھا ہوئے ہیں؛ یعنی وہ بہت زیادہ کامیاب نہیں ہوئے اور اتنے زیادہ پروپیگنڈوں کے بعد بھی سب کو جمع کرنے میں ناکام رہے۔

جو لوگ آئے ہیں وہ بھی مذہبی جذبہ کے ساتھ نہیں آئے بلکہ ان میں سے بہت سے لوگ جانتے تھے کہ یہ سب کچھ خرافات ہے۔

اسرائیل میں ہر زبان اور ہر قوم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ زیادہ تر یہودی ظاہری دفاعی حالت میں نظر آتے ہیں نہ کہ حقیقی دفاعی حالت میں۔ مختلف جنگوں میں بھی اگر برطانیہ اور امریکا نے براہ راست یا بالواسطہ انکی مدد نہ کی ہوتی تو وہ لوگ اتنے ڈرپاک اور بزدل ہیں کہ ان میں مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ تاریخ میں ہم نے اس کے مختلف نمونے مشاہدہ کئے ہیں۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فلسطین میں داخل ہونے کے لئے چالیس سال تک اس شہر کے باہر روکے رکھا۔ یہ لوگ ان سے کہتے تھے: "آپ اپنے خدا کے ساتھ جا کر اسے آزاد کیجئے ہم لوگ بعد میں آئیں گے! یہ وہی قوم ہے، انہی صفات و خصوصیات کے ساتھ بلکہ اس سے بھی زیادہ بذریعہ اور بے دین ہو چکی ہے۔

### مذہبی صیہونزم کے کارناامے!

مذہبی صیہونزم نے اس دوران مندرجہ میں افکار راجح کر کے اپنی کا کر کر دیگی کا یوں مظاہرہ کیا ہے:

- ۱۔ ہم پوری دنیا کے یہودیوں کے وکیل ہیں اور دنیا کے کسی بھی گوشے میں کوئی بھی یہودی کسی مشکل میں گرفتار ہو ہم اسکے وکیل اور دادرس ہیں۔
- ۲۔ پوری دنیا یہودیوں کی دشمن ہے، لہذا یہودی مظلوم اور ساری دنیا ناظم ہے۔ ہم یہودیوں کے وکیل ہیں اور یہودیوں کو بھی اس حکومت کی وکالت کی ضرورت ہے۔
- ۳۔ وہ تمام یہودی یا غیر یہودی جو صیہونی راہ و رسم کے مخالف ہیں، انکی شخصیت کشی ہونی چاہئے یا خود انکو ختم کر دینا چاہئے۔

۴۔ صیہونیوں نے ہٹلر کے مظالم سے استفادہ کرتے ہوئے اور دوسرے گروہوں کے ساتھ مل جل کر یہودیوں پر ظلم کا پروپیگنڈا کر دیا؛ یعنی مالی معاملات میں یہودیوں کی بدعتوانی کے عمل کو یہودیوں پر ظلم کے عنوان سے پیش کیا۔ بعض ممالک مثلاً فرانس اور مراکش میں خود ان لوگوں نے شرارت کی اور ایک کنیسہ میں بم رکھ کر کچھ یہودیوں کو قتل کر دیا۔ اس کا خاک بھی ثقافتی صیہونزم نے آمادہ کیا تھا۔ (گارودی، ۱۳۸۰)

۵۔ آخری سالوں میں ثقافتی صیہونزم کا ایک اہم کام پوسٹ صیہونزم راجح کرنا تھا۔ ۱۹۹۰ء اور ۱۹۹۲ء میں صیہونزم تقریباً تھل کا شکار ہو گیا کیونکہ اس نے نیل سے فرات تک کی آزادی کا وعدہ کیا تھا لیکن عملی طور پر صرف

فلسطین پر قبضہ کیا تھا۔ میجہ میں ان پر مسلمانوں کا دباو بڑھتا گیا اور وہ نفسیاتی طور پر بھی مشکلات میں گرفتار ہوتے گئے، اسی وجہ سے اقتصادی صہیونزم نے اپنے داہنے ہاتھ لیجنی شافتی صہیونزم کے ذریعہ پوسٹ صہیونزم کی تشکیل کی۔ پوسٹ صہیونزم کا کہنا ہے کہ ہمیں زمانے کے تقاضوں کا تالع ہونا چاہئے۔ اس وقت ہمارا فریضہ یہ ہے کہ ہم فی الحال فلسطین کو اپنے قبضہ میں رکھیں۔ اگر ہمارے برابر میں کوئی فلسطینی حکومت بھی تشکیل پاجائے تو بھی کوئی حر ج نہیں ہے! بعض یہودی جو مہمی صہیونزم کو جان و دول سے مانتے تھے پوسٹ صہیونیوں کے مقابل آگئے اور کہا کہ ہم کس طرح اپنے عقائد سے دست بردار ہو سکتے ہیں؟

### پوسٹ صہیونزم کی مشکلات

پوسٹ صہیونزم کے سامنے اس وقت دو مشکلیں ہیں:

۱۔ ان کی پہلی مشکل ان کے درمیان شدت پسند افراد کا وجود ہے جو کسی بھی طرح کا سمجھوتہ کرنے پر راضی نہیں ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ مشرق و سطی میں موجود ہر فرد کو کٹرے کلڑے کرنا عبادت ہے اور مسجد الاقصی کو مسما رکنا عبادت ہے۔

۲۔ ان کی دوسری مشکل پورا عالم اسلام اور حریت پسند افراد ہیں جو وسعت نظر کے ساتھ حالات کا جائزہ لیتے ہیں اور صہیونزم کے پیغمبر اور مجدد افکار کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔ (Z. Abdullayev, R. Ismayilov, Sionizm imperializme xidmet edir, seh15)

خود شافتی صہیونزم پوسٹ صہیونزم رانج کرنے کے لئے دواہم دلیل پیش کرتا ہے:

۱۔ تاثیر عقل

۲۔ تاثیر جر

ظاہر ادنوں تاثیر حجج ہے کیونکہ عقل کے ذریعہ انہوں نے یہ درک کر لیا ہے کہ نامنی ایجاد کرنے اور قتل و غارت گری مچانے کے لئے ایک زمانے تک یہ نظریہ اچھا تھا لیکن آج انہیں جو قدرت حاصل ہو گئی ہے اسکی وجہ سے انکے شانہ بہ شانہ انکے ہم فکر کے طور پر بلزام اور امریکا بھی موجود ہیں۔ ایسی حالت میں کیا ضروری ہے کہ وہ نیل سے فرات تک قبضہ کریں اور اپنے دشمن بنائیں۔ اسی طرح جر کی بنیاد پر صہیونزم پوسٹ صہیونزم میں تبدیل ہو گیا یعنی اس نے اپنے نظریات میں شدت کا راستہ رک کر دیا۔

پوسٹ صہیونزم نے اس کے بعد ایک نیا شافتی معاملہ پیش کیا اور کہا: "صہیونی جو یہ کہتے تھے کہ ہمیں نیل سے فرات



تک قبضہ کرنا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم اس پر تسلط حاصل کریں اور تسلط کا مطلب لوگوں کے افکار و نظریات میں رسوخ پیدا کرنا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک ملک پر ظاہری قبضہ نہ ہو لیکن کوئی دوسری ثافت اور آراء و افکار اس پر مسلط ہوں۔ مثلاً اسلامی ممالک میں مغرب کی ثافتی یا غار، اسلامی ممالک کو ظاہری طور پر اپنے قبضہ میں نہیں لیتی ہے لیکن جوانوں کی خواہشات اور افکار میں رسوخ پیدا کر کے انہیں اپنے سامنے تسلیم کر دیتی ہے۔ یہ صورت حال ظاہری قبضہ کرنے سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ قبضہ کا ہمیشہ جواب دیا جاتا ہے کہ لیکن اس تسلط کا لوگ استقبال کرتے ہیں۔ تسلط میں بیوقوف بنانے کے حربوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے لیکن قبضہ میں ظاہری حمولوں سے۔ اسی طرح قبضہ کرنے میں ممکن ہے کہ قابض خود ہی مسلط ہونے والوں میں تبدیل ہو جائے۔ (برنامہ ہائی حکما یہود برائی تحریر جہان، ص ۱۰۷)

موجودہ زمانے میں صیہونزم کی کارکردگی تسلط پسندانہ سیاست کی بنیاد پر ہے۔

(Muse Menuhin Moshe Menuhin, Sionizm yehudi tenqidcileri, she

31)

## منابع

۱- قرآن

۲- امام شمسی، روح اللہ، صحیفہ نور، ج ۲ و ۱۱

۳- جزو برنامہ ہائی حکما یہود برائی تحریر جہان

۴- جز و تلمود، سند نژاد پرستی یہود

۵- حسینی شیرازی، سید محمد، دنیا بازیچہ یہود، ترجمہ سید ھادی مدرسی، انتشارات سلسلہ، تهران، طبع اول،

۱۳۸۲

۶- فرنجاني، علی اکبر، اسرائیل و فلسطین، بیتا، بیتا

۷- سوکولوف، ناہوم، تاریخ صہیونیزم، (The History of Zionism) ترجمہ مجتبی بردبار،

انتشارات مسسه مطالعات تاریخ معاصر ایران، تهران، طبع اول، ۱۳۷۷

۸- عطاری، عادل توصیف، تعلیم و تربیت صہیونیستی در فلسطین اشغالی و دیاسپورا، ترجمہ مجتبی بردبار،

انتشارات موسسه زیتون، تهران، طبع دوم، ۱۳۷۳

- ۹- فلسطین سرزمین تاریخ و مقاومت، انتشارات جنبش جهاد اسلامی فلسطین، طبع اول، ۱۳۷۹
- ۱۰- گارودی، روزه، محمد صیہونزم اسرائیل، ترجمه جعفر یاری و دیگران، انتشارات کیجان، تهران، طبع
- دوم ۱۳۸۰
- ۱۱- نجفی یزدی، سید حسین، پرونکل دانشوران یهود، ترجمه بهرام محسن پور، انتشارات ناظرین، تهران، طبع
- اول ۱۳۸۲

12. Z.Abdullayev, Abs-in siyasi hayatında sionizmin rolü.

13. V. Evsal, Orta serqde savas.

14. Z. Abdullayev, R. Ismayilov, sionizm imperializme xidmet edir.

15. Muse Menuhin (Moshe Menuhin), sionizm yehudi tenqidcileri.

16. H. eliyev, Felestin meselesi va sionizm



# ثقافتی زوال قرآن کے آئینہ میں

(آخری قط)

محمد علی قاسمی (ایم۔ اے محقق اور مصنف)

سید شاہد رضا رضوی

## خلاصہ:

قرآن کریم کے بلند و بالا مقام اور اسلام میں تہذیب و ثقافت کی اہمیت کے پیش نظر،  
ثقافتی زوال کو ختم کرنے والے اسباب اور مظاہر کی شاخت، قرآن کی نظر میں بہت  
زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ قرآن کا باضابطہ حضور، اس کی سرگرم موجودگی اور اس کے  
اہداف و مقاصد کا نفاذ، عصر حاضر میں اسلامی معاشروں کو دشمنوں کی ثقافتی یلغار سے  
بچاتا ہے۔ موجودہ تحقیق، انسانی سماج کے زوال کے واقعی اسباب کا پتہ لگانے، اس  
کے مصادیق اور قرآن کی روشنی میں اس درد کے علاج کی کیفیت کو معلوم کرنے کے  
لئے تدوین کی گئی ہے۔ بے شک گذشتہ زمانہ میں مختلف معاشروں کی تصاویر کو حاصل  
کرنے کے لئے، جن لوگوں نے ثقافتی زوال کے راستہ کو طے کیا ہے، ان کو اس کے  
برے اور بھیاک نتائج کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ سب وہی الہی کے پیروکاروں کے لئے  
درس عبرت کی غرض سے انجام پایا ہے۔

اس تحریر میں آیات کی تحقیق اور چھان میں کے ذریعے، چند مرحلے میں زوال کے شکار  
معاشرہ کی تصویر، زندگی کے زوال کی بنیادوں، اس کے مظاہر اور روکنے والے اسباب  
سے یہ نتیجہ لیا جاسکتا ہے کہ ثقافتی یلغار سے نپٹنے اور سماج کو ثقافتی زوال سے روکنے کا

بہترین طریقہ انسانی معاشرہ میں قرآن کریم کے احکام کا صحیح اور مکمل نفاذ ہے۔

#### مقدمہ:

خداوند عالم نے لوگوں میں حسن اخلاق کرواج دینے کے لئے رسولوں کو مبعوث فرمایا: "إِنَّمَا بُعْثُتُ لِأَنَّمِّ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ."

محمد، محمدی رے شہری، میزان الحکمت، مطبوعہ دفتر تبلیغات اسلامی، قم، ۱۳۶۲ھش، ص ۱۳۹، ح ۵۰۵۸)

"میں صرف اخلاقی خوبیوں کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔"

دوسری جانب، قرآن کریم میں خداوند عالم کے اہم اور اصل احکام پر (اگرچہ بطور اجمال اور اشارہ) بیان ہو چکا ہے۔ اس وجہ سے، قرآن کے زاویہ نگاہ سے، ثقافتی زوال کے سلسلہ میں تحقیق اور چجان بیان، انسان کو قرآن کے نزول اور بعثت کے مقصد سے قریب کر سکتی ہے۔

اگر ہم تقریب مذاہب سے ہم فکر اور ہماہنگ ہو کر دینی اور ثقافتی مسائل پر غور و خوض کریں اور سالم ثقافت کو برقرار کرنے کے لئے عام پسند راستہ تلاش کریں تب بھی ہم پر لازم ہے کہ آیات الہیہ میں غور و خوض کریں؛ کیونکہ تمام اسلامی مذاہب اپنے تمام عقائدی اختلاف کے باوجود، نقطہ پر کار کی حیثیت سے قرآن کو مانتے ہیں۔ اس بنا پر قرآنی تہذیب و ثقافت میں تحقیق کر کے، تمام مذاہب کے لئے قابل قبول بات بیان کی جاسکتی ہے اور صحیح دینی انعام کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

یہ تحقیق ہم سے اس بات کے درپے ہے کہ قرآن کی منزلت اور اس کی عظمت کی تحقیق کر کے قرآنی زاویہ نگاہ سے قرآن کی روشنی میں ثقافتی زوال اور اس سلسلہ میں اٹھنے والے سوالوں کا جواب دے کے گذشتہ معاشروں میں ثقافتی انحراف کیونکر موجود میں آیا؟ اور کس وجہ سے خداوند عالم نے ایک معاشرہ پر مہربانی کر کے اس کی تقدیق و تائید کی اور وہ سماج کیونکر کامیاب ہو سکتا ہے؟ اور کن ضوابط و قوانین اور ثقافتی زوال کی اموال نے پورے سماج کو گرداب میں ڈبودیا ہے؟ اور کون سے اسباب اس کے باعث ہوئے کہ مسلمان ایک مرتبہ عزت اور ثقافتی ارتقا کے بعد، تنزلی میں بیٹلا ہو گئے اور سماج کے ثقافتی اور دینی زوال کے ذریعہ اپنے ہی ابتدائی عقائد کو بر باد ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

اگر دور حاضر میں اخلاقی اور ثقافتی انحطاط پر ایک غائرانہ نظر ڈالی جائے تو وحی الٰہی کے سایہ میں ایسی تحقیق ناقابل



انکار ضرورت بن جائے گی۔ اخلاقی کمال اور فضیلت کا فقدان، بہت سے روحانی اور معنوی بحرانوں کا اصلی سبب ہے۔ آج کل کا ممتدن (Civilized) انسان خطرناک ترین دورا ہے پر کھڑا ہے اور اسے کچھ بحاجی نہیں دیتا ہے؛ کیونکہ انسانی کرامتوں اور اس کی اصلی فضیلوں سے روگردانی اور بے قید و بند تہذیب، نیز ترقی یافتہ مالک میں مطلق آزادی، بے راہ روی اور آوارگی دلوں کی تاریکی کو مزید بڑھا رہی ہے۔ نورِ معنویت، جو روح انسانی کے لئے طمینان بخش اور آرام دہ نسخہ ہے، وہ مکمل طور پر برباد ہوا جا رہا ہے اور حقیقی موازنیں اور اصولوں کو مجازی کاموں اور غویات میں تبدیل کر رہا ہے۔

ایسی صورت حال میں آج کے انسان کو دینی اور ثقافتی اعتبار سے نجات دلانے کا واحد ریجی، احکام الہی پر عمل پیرا ہو کر اس کی خدمت میں پناہ گزیں ہوں ہے اور انسانی زندگی کے مشکلات کے حل کا بہترین اور واحد نسخہ قرآن کریم ہے؟

### ثقافت اور انحطاط کی تعریف

لفظ فرہنگ (1) ”فر“ اور ”ہنگ“ سے مرکب ہے، لفظ ”فر“ کلمہ ”ہنگ“ سے متصل ہے اور ”ہنگ“ اوستائی لغت میں ”نگ“ سے مأخوذه ہے، جس کے معنی کھینچنے کے ہیں فرنگیتین اور فرہنگ یہ دلوں لفظ انگریزی لفظ ادو کا دوور (Educator) کے اس جو تعلیم و تربیت کے معنی میں ہے اور فارسی زبان میں اس کی تعریف: آموزش و پروش، تعلیم و تربیت اور مدارس و آموزشگاہ ہا، سے تعبیر ہے۔ (2)

دور حاضر کے معاشرہ شناسوں کی اصطلاح میں ثقافت لوگوں کے رسم و رواج اور اعتقادات، علوم سائنس (فنون اور دوسرے معاشرتی اداروں پر، دلالت کرتا ہے۔) (3)

لفظ انحطاط، گرپٹنے، تنزلی، پستی اور ذات کی طرف مائل ہونے اور نیچے اترنے کے معنی میں ہے، جس سے مختلف مقامات پر استفادہ کیا جاتا ہے۔ (4)

### اسلام میں قرآن اور تہذیب و ثقافت کی حیثیت

قرآن ایک ایسا عظیم ہدیہ الہی ہے کہ خداوند عالم نے جس کو پیغمبرؐ کے ذریعہ بھیج کر پوری بشریت پر

۱۔ (اس کے عربی معنی الثقاۃ اور انگریزی زبان میں (Culture) کلکٹیوں میں۔ (ثقافت)

۲۔ لغت نامہ دیندار، دنشگاہ تہران چاپ سوم، ۱۳۷۸، ج ۳۹، ص ۲۷۷۔

۳۔ اقتباس از امیر حسین آریانپور، زمینہ جامعہ شاہی، شرکت شہابی کتاب ہائی جنپی و کتاب فردوسی دیندار تہران چاپ هفتم ۱۳۵۳، ص ۱۲۰۔

۴۔ لغت نامہ دیندار، ج ۳، ص ۳۸۸۔

احسان کیا ہے؛ کیونکہ یہ ایک ایسا رہنمائی ہے، جو سعادت کے راستے کی طرف بہترین رہنمائی کرتا ہے۔ (۱) اس نے انسان کی ہر ضرورت کو بیان کر دیا ہے (۲) اور یہ ایک ایسا نور ہے، جو کبھی بھایا نہیں جاسکتا، ایک ایسا چراغ ہے، جس کی لوگوں کی بھجنیں سکتی، ایک ایسا دریا ہے، جس کی گہرائیوں تک نہیں پہنچا جاسکتا ہے، (۳) ہر اس شخص کے لئے علم و معرفت کا ایسا جوش مارتا ہوا چشمہ ہے جو اس کو سمجھنا اور درک کرنا چاہے، (۴) اس کے ظرائف اور عجائب ختم ہونے والے نہیں ہیں (۵) اور مفکرین اور اس کے بارے میں غور و خوض کرنے والوں کو اس معارف سے سیری نہیں ہو گی (۶) دوسرے مقامات پر بھی قرآن مخلوق خدا سے بے نیاز کی کا باعث ہے (۷) جو کبھی اولین و آخرین کی چیزوں کی تلاش میں ہے، اسے سب کچھ قرآن کریم میں مل جائے گا۔ (۸) (امام الکلام) حضرت علیؑ قرآن کے بارے میں اس طرح ارشاد فرماتے ہیں:

”جعله ریا لعطش العلماء ربیعاً لقلوب الفقهاء و مجاج لطريق

الصلحاء و دواء ليس بعده داء نوراً ليس معه ظلمة.“ (۹)

”خداوند عالم نے قرآن کریم کو علماء کی سیرابی کا ذریعہ، فقہاء کے دلوں کی بہار، صالحین کے سیر و سلوک کے لئے واضح اور وشن راستہ قرار دیا ہے یا ایک دوا ہے، جس کے بعد کوئی بیماری نہیں اور ایسا نور ہے، جس کے ساتھ تاریکی کا مطلق گزرنہیں ہے۔“

حضرت رسول ﷺ نے بھی فرمایا:  
علیکم بالقرآن، فاتحذوه اماماً وقادداً۔



(۱) جامعہ احادیث الشیعیہ، انتشارات مہر، قمری ۱۴۰۵، ج ۱۵، ص ۸۷۔

(۲) سورہ نجاشی، آیت ۸۹۔

(۳) نجاشی، خطبہ ۹۳۔

(۴) (حوالہ سابق)

(۵) محمد بن یعقوب کلینی، اصول کافی، دارالکتب الاسلامیہ، تہران، طبع چہارم، ۱۳۶۵، ج ۲، ص ۵۹۹۔

(۶) نجاشی، ۱۹۸۔

(۷) محمدی رے شہری پیشین، ج ۱۶۲۳۔

(۸) (حوالہ سابق)، ج ۱۶۲۸۔

(۹) نجاشی، خطبہ ۱۹۸۔

تمھیں ”قرآن پر توجہ کرنا لازم ہے، الہذا سے اپنا امام اور پیشواؤ قرار دو۔“ (۱)

کے فرمودات بھی قرآنی موضوعات کی اہمیت کے سلسلہ میں بہت زیادہ نقل ہوئے ہیں، جسے اس مختصر سی تحقیق میں سمویا نہیں جاسکتا۔ دوسرا جانب، اسلامی تہذیب و ثقافت کی، ہمیشہ باقی رہنے والے اصول اور مبتکم اور غنی آخذ پر بارکھی گئی ہے، جو کچھی ہمنہ اور پرانے نہیں ہو سکتے۔ قرآن کریم انسان کی ترقی کو فراہم کرتا ہے۔ دین اسلام انسانی سماج کی تعمیر نو کرتا ہے، ان کو اخraf، گمراہی، خرافات اور ہر قسم کی پلیدی سے بچانے کے لئے آیا ہے اور انسانوں کو اعتقادات اور اخلاق حسنے کے سایہ میں صحیح آداب اور رسم کی طرف بلاتا ہے۔

کلی طور پر اسلامی تہذیب و ثقافت قائل ہے کہ خود اپنے لئے ہونا اور صرف اپنے لئے زندگی گزارنا اور ناقص وجود کا خدمت گزار ہو جانا، بے مقصد اور بے کار ہے۔ لیکن خداوند عالم جو جو دوستی اور کمال محض ہے، اس کی بندگی کے لئے زندگی گزارنا اور دوسروں کی فکر میں رہنا، انسان کو اس کی حقیقی عظمت اور کمال تک پہنچا دیتا ہے۔ اسلام کی نظر میں، تقویٰ اور پرہیزگاری زندگی کے تمام فردی اور اجتماعی گوشوں میں فضیلت اور برتری کا معیار ہے:

”ان اکرم مکم عنده اللہ اتفاکم۔“ (۲)

”بے شک خداوند عالم کے زندگی میں وہ شخص بزرگ ہے، جس کا تقویٰ سب سے زیادہ ہو۔“

مذکورہ مطالب پر توجہ رکھتے ہوئے، قرآن کے مقام و منزلت اور تہذیب و ثقافت کے درمیان مناسب میل جوں کا ہونا، چنانچہ اسلامی سماج میں قرآن کی آیات، اگر اپنے واقعی مقام کو حاصل کر لیں اور فکری و سیاسی افکار، اخلاق، اور معاشرتی تعلقات کو صحیح طریقہ پر رانج کیا جائے تو سارے مسلمان عزت، سر بلندی اور ثقافتی ترقی کو باقاعدہ اور کامل طور پر حاصل کر لیں گے اور اغیار کے حملوں اور دینی و ثقافتی، انحطاط کے مقابلہ میں سیسے پلاٹی ہوئی دیوار کے مانند ہو جائیں گے۔ ہر قسم کی ثقافتی کی کو بر طرف کر دیں گے اور تہذیب و ثقافت کے سلسلہ میں گہری اور مضبوط اصلاح کرنے پر قادر ہو جائیں گے۔

اسی بناء پر، اگرچہ قرآن کریم بشری تعلیمات اور اسلامی علوم کا مکمل ترین مجموعہ ہے اور زندگی کے تمام میدانوں تاریخ، احکام سیاست، اخلاق، تربیت، اعتقادات اور سماج شناسی وغیرہ... میں اس کے بہترین فرمودات موجود ہیں، لیکن اس کا اصلی مقصد انسانی تہذیب و ثقافت کو سماج میں رواج دینا ہے۔

۱۔ محمد مجیدی رے شہری حوالہ، گذشتہ، ۱۶۳۲۵/ح، ۷۔

۲۔ سورہ بھراث، آیت ۱۳۔

## قرآن اور ثقافتی انجھاط کی ایک تصویر

قرآنی آیات و روایات اور تاریخ میں تحقیق سے ہم تیجہ لیتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ کا عرب یا بعض نزشہ معاشرے، جو کہ بہت مشہور معاشرے تھے، وہ بھی ثقافتی زوال میں مبتلا ہوئے۔ اس زمانہ کا عمق ترین اور واضح ترین بیان جو خداوند عالم کے کلام میں آیا ہے۔ خداوند متعال نے عہد جاہلیت کے لوگوں کو آتش کے گڑھ کے کنارے کھڑے افراد سے تعمیر کیا ہے کہ اسلام نے، ان کو اس آتش کے گڑھ کے کنارے سے نجات دے دی ہے:

”وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حَفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ۔“ (۱)

”اوْرَتُمْ (اے بدو عرب) آگ کے گڑھ کے کنار پر تھے پس ہم نے تم کو اس سے نجات دے دی۔“  
کلام وحی اس تاریک زمانہ کی تمام برائیوں اور پیتوں کی ان جملوں کے ذریعے کلی تصویر پیش کرتا ہے،  
جس کی شرح تَفْصِيلَ الْحَجَرِ الْأَحْمَادِ اور قرآن کریم کے حقیقی مفسرین کے کلام میں آئی ہے:

”انَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا نَذِيرًا لِّلْعَالَمِينَ وَإِمِيْنًا عَلَىٰ التَّنْزِيلِ۔ اَنْتُمْ مُعْشَرُ الْعَرَبِ عَلَىٰ شَرِّ الدِّينِ وَ فِي شَرِّ دَارِ الْمَنِيْحَةِ بَيْنَ حَجَارَةِ خَشْنَةِ وَ حَيَّاتِ صَمَّ، تَشَرِّبُونَ الْكَدْرَ وَ تَاكِلُونَ الْجَشْبَ وَ تَسْفِكُونَ دَمَائِكُمْ وَ تَقْطَعُونَ ارْحَامَكُمْ، الْاَصْنَامَ فِيْكُمْ مَنْصُوبَةٌ وَ الْآثَامُ بِكُمْ مَعْصُوبَةٌ۔“ (۲)

”خداوند متعال نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو عالمیں کے لئے ڈرانے والا، تبلیغ کرنے والا اور قرآن و رسالت کو پہچانے کے لئے مبوث کیا؛ حالانکہ اے عرب کے لوگو! تم بدترین دین کے حامل اور بدترین معاشرہ میں زندگی بسر کر رہے تھے؛ سنگ خارہ اور ہر سانپوں کے درمیان زندگی گزارتے، گندراپانی پیتے اور خراب غذا کھاتے اور آپس میں ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے اور اپنے عزیز وقارب سے قطع تعلق رکھتے تھے، تمہارے درمیان بت نصب تھے اور گناہوں سے تمہارا شستہ مضبوط تھا۔

جیسا کہ آپ نے دیکھا، حضرت ﷺ زمانہ جاہلیت کی ثقافت کے زوال اور انجھاط کی تصویر کھنچنے ہوئے اہم ترین ثقافتی گوشوں کی طرف اشارہ فرمารہے ہیں۔ عربوں کی انحرافی ثقافت اور رسم کے اصلی محور پھر کے درمیان زندگی گذارنا، خراب کھانا کھانا، آپس میں خوزیری و فساد اور بہت سارے دوسرے غلط راستوں کی یاد ہانی کراتے ہیں۔



۱۱۶

(۱) سورہ آل عمران، آیت ۱۰۳۔

(۲) نجح البلاغہ، خطبہ ۲۶۔

ایک سماج کے ثقافتی اخبطاط اور اس کے لوگوں کی بری عادتوں اور خصلتوں کو آشکار کرنے کے لئے، آیات الہی کی روشنی میں ہم زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی بعض خصوصیات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

### حسب و نسب اور بیکار کے کاموں کے لئے فخر کرنا

خرافاتی افکار کی بنا پر، جاہلیت کے معاشرہ میں، فضیلیت اور بڑائیاں تبدیل ہو گئی تھیں۔ وہ لوگ ایسی چیزوں پر فخر و مبارکت کرتے تھے، جس کی واقعی کوئی قیمت اور اہمیت نہیں تھی؛ کیونکہ ہرگروہ اس بات پر کمر بستہ تھا کہ اپنے حسب و نسب کی برتری کو دوسرا سے قبلے والوں پر ثابت کرے اور اس طرح دوسرے قبلے والوں پر فخر کرے۔ وہ لوگ اسی بات پر اتنا آگے چلے گئے کہ دو قبلے اپنے قبلہ کی تعداد کو شمار کر کے آپس میں مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے اور ان لوگوں میں مقابلہ کا بھوت اس قدر رسوار ہو گیا کہ جب کچھ نہ بچاؤ تو اپنے اپنے مردوں کو گلنے میں ہی فخر و مبارکت کرنے لگے اور ان کی شمارش میں مشغول ہو گئے۔ (۱) اس بری ثقافت کو قرآن کریم کی دو آیتوں میں لایا گیا ہے:

”الْهَاكُمُ التَّكَاثِرُ حَتَّىٰ زَرْتُمُ الْمَقَابِرَ“ (۲)

”تمہاری باہمی زیادہ طلبی کی عادت نے تم کو اس حد تک گردایا کہ (مردوں کو گلنے کے لئے) تم قبروں کو گئنے لگے۔“

جب ایک معاشرہ کے لوگ فکری اور ثقافتی ترقی کو حاصل کر لیتے ہیں تو ان کا فخر کرنا، الہی اور انسانی جلوہ حاصل کر لیتا ہے اور جب معاشرہ کے لوگ فکری اور ایمانی لحاظ سے پستی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں تو وہ ایسی چیزوں پر افتخار کرنے لگتے ہیں، جن کی حقیقی اور عقلی اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں ہے اور زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی طرح ایسی چیزوں پر دوسروں کے مقابلہ فخر و مبارکت کرنے لگتے ہیں، جو بہت ہی پست اور بری فکر کی نشاندہی کرتی ہیں۔

لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی تہذیب:

سماج میں، ثقافتی اخبطاط کی علامتوں میں سے ایک اس گروہ کے کچھ افراد کی جنس مخالف پر مکمل بالادستی اور برتری کی فکر ہے۔ جاہلیت کے سماج میں، مردوں کے عورتوں پر برتری اور بالادستی کے قائل تھے، اس طرح سے کہ عورتوں کے وجود کو اپنے لئے مایہ سر افکندگی اور نگ و عار کا باعث سمجھتے تھے۔ خداوند عالم ان کے نظریات کے سلسلہ میں قرآن مجید میں اس طرح فرماتا ہے:

(۱) صادق آئینہ و نہد، تاریخ سیاسی اسلام، نشر رجاء، قم، ۱۳۷۴، ج ۲ (۳۲۷)

(۲) سورہ تکاثر، آیت ۱-۲

”اذا بشر احدهم بالأنشی ظل وجهه مسوداً و هو كظيم.“ (۱)

”جب ان میں سے کسی ایک کوڑ کی ولادت کی خبر دی جاتی تھی تو غصہ کی شدت سے اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا تھا۔“ اور اڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے سلسلہ میں خداوند متعال قرآن مجید میں فرماتا ہے:

”بأى ذنب قتلت.“ (۲)

”کس گناہ پر اس اڑ کی قتل کر دیا گیا؟“

اور دوسری آیت میں ان کے برے عمل کو حماقت آمیز اور جہالت کے سبب کئے ہوئے عمل کے پیش نیمہ کے عنوان سے تعارف کرایا ہے:

”قد خسر الدین قتلوا اولادهم سفهأً بغیر علم.“ (۳)

”تحقیق وہ لوگ جو اپنی اولاد کو حماقۂ اور جاہلانہ طور پر قتل کر دیتے ہیں، گھاٹے میں ہیں۔“

### معاشروں میں ظلم اور ثقافتی احتطاط

مذکورہ بالا ہر طرح کا ظلم و ستم، حاکیت الٰہی کے حق میں تجاوز اور زیادتی ہے، جو انسان کو معنویت اور الٰہی مسائل پر عمل سے اس کو دور کر دیتا ہے اور انسان کو اس کے انفرادی اور اجتماعی اعمال اور فکری احتطاط اور پستی کی طرف لے جاتی ہے اور ان کو طرح طرح کے فرق و غفور میں، جو ثقافتی احتطاط کے اصلی نمونے ہیں، بتلا کرتی ہے۔

اس سے بڑھ کر ظالم اور ستمگر لوگ زورو زبردستی اور مختلف حیلوں کے ذریعہ، دوسروں کے حقوق پر تجاوز کرتے ہیں، تاکہ زمین کی دولت اور ثروت کو اپنی مخصوص ملکیت بنالیں۔ ان کا اصلی مقصد یہ ہے کہ حالات اور شرائط کے تحت، جس طرح وہ خود چاہتے ہیں، لوگوں کو ثقافتی اور مالی اعتبار سے ریغمال بنالیں۔

ظالم و ستمگر اور مقتدر لوگوں کے چੱگل میں محروم طبقہ کا اسیر ہونا، ان لوگوں کو فکری، معنوی، اور معاشرہ میں دینی اور ثقافتی ترقی سے روکتا ہے۔ زندگی کے محفوظ رکھنا، بھکھ مری اور فقر و فاقہ کو ختم کرنا، بے کاری اور بیماری سے بچات دلانا اور اپنی روزی کی فکر میں تگ و دو کرنا، نہ صرف یہ کہ زندگی کے دوسرے مسائل کی طرف سوچنے کی اجازت نہیں دیتا اور حلقائی کے تلاش کرنے کا موقع نہیں دیتا، بلکہ اہم دینی اور ثقافتی مسائل کو تخت الشعاء قرار دیتا

(۱) سورہ نحل، آیت ۷۵۔

(۲) سورہ سکوری، آیت ۹۔



ہے اور معاشرہ کے لوگوں کو شفافی اسلامی اور انسانی اقدار اور فضیلتوں کی نسبت بے توجہ بنادیتا ہے۔

اگر مذکورہ بالظلم و ستم کے مختلف انواع و اقسام، غیر مستقیم طریقہ پر معاشروں کے شفافی اور دینی و مذہبی انحطاط کا باعث ہوتے ہیں تو بے شک فتن و فجور اور فساد کی ترویج، اخلاقی اور شرعی موازین و معیار کو توڑنا مردوڑنا، اجتماعی روابط میں خلل اور سماج میں رونما ہونے والی حیاتی چیزوں میں بد امنی اور نتیجہ میں قدرتی چیزوں میں بھی اختلال پیدا ہو جاتا ہے اور مستقیم طور پر سماج میں رائجِ رسم و رواج اور شفاقت کو متاثر کرتا ہے۔ (۱)

اس بنا پر، ہمیں اس بات کی طرف توجہ رکھنی چاہئے کہ مذکورہ بالحقہ زنجیرِ حدود سے گانہ میں سے (انسان اور خدا کے درمیان ظلم، انسان اور لوگوں کے درمیان ظلم اور انسان اور خود اپنے آپ پر ظلم) میں سے کوئی ایک معاشروں میں شفافی انحطاط اور زوال کی بنیاد شمار ہوتے ہیں۔ اس رو سے اگر ایک سماج اگر حق اور عدل و انصاف کے طریقہ پر چلایا جائے اور سماج اس راستے پر چل پڑے تو وہ ترقی، سعادت، عظمتوں اور فضیلتوں کی چوٹی پر پہنچ جائے گا، اگر یہ معاشرہ باطل اور ظلم و ستم کے راستے پر چل پڑے تو وہ سماج دینی اور شفافی ذات اور پیشی سے ہمکنار ہو جائے گا۔

### ظالم اور فاسد حکام شفافی انحطاط کے ذمہ دار

سماج میں مکرات اور فساد میں روز افرزوں اضافہ اور شفافی حقیقت کا اہم ترین اور اصلی سبب، فاسق اور ظالم حاکم کا وجود ہے کہ وہ ایک طرح سے تمام برائیوں کا سرچشمہ ہیں اور ان تمام برائیوں میں سرفہرست شفافی انحطاط کا باعث شمار ہوتا ہے:

”ولَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلَّوْا مِنْ قَبْلٍ وَاضْلَلُوا كَثِيرًا وَضَلُّو اعْنَ سَوَاءِ السَّبِيلِ۔“ (۲)

”ان قوموں کے راستے پر مت چلو جو اپنی خواہشات نفس کے باعث خود گمراہ ہو گئے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ بھی کر دیا اور راہ راست سے دور ہو گئے۔“

ہر وہ حکومت جس کا حاکم اور بادشاہ، کافروں ظالم ہو، وہاں پر بنیادی اور اصلی مکرات اور برائی خود اسی حاکم کا وجود ہے، جو تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ سماج میں ہر چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے رائج ہونے سے پہلے چاہئے کہ ایسے مکرات کو سماج میں شفافی انحطاط کا پیش خیمه اور اس کی جرس سمجھا جائے اس کے علاوہ، برائیوں کے مقابلہ میں مصلح لوگوں

(۱)۔ حبیب اللہ پانیدار، حیات و مرگ تمہارا، انتشارات قلم و دفتر نشر فرہنگ اسلامی تہران، ۷۰ ص ۳۵۵-۳۷۱۔

(۲)۔ سورہ مائدہ، آیت ۱۷۷۔

کی تمام کوششیں بے کار اور بے اثر ہو جائیں گی اور تمام تبلیغاتی ذرائع و سائل کے بعد بھی نیکیاں، برائی شمارکی جائیں گی اور برائیاں، فضیلت اور حق بن کر سامنے آئیں گی۔ یہ افراد، جو گمراہی کو نیکی اور لوگوں کی نظر میں نیکی کو برا ثابت کرنے کے درپیٹ ہیں، خداوند عالم قرآن کریم میں ان لوگوں کو منگر، ظالم اور لعنت کے مستحق کے عنوان سے تعارف کرتا ہے۔<sup>(۱)</sup>

ظلم پیشہ حکام، خود اپنے آپ کو اچھائی اور برائی کے تعین کا معیار قرار دیتے ہیں اور عملًا فضیلتوں اور عظمتوں کو بدلتے ہیں اور اپنے مقصد کے حصول میں لگ جاتے ہیں۔

(جاری ہے)



(۱) سورہ اعراف، آیت ۳۲۔

# اسلامی مقدسات کی توہین محرکات اور اسباب

(دوسرا قسط)

ایک جائزہ

سید نجیب الحسن زیدی

خلاصہ:

گزشتہ شمارے میں اسلامی مقدسات کی توہین اور انکے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے یہ بیان ہوا کہ جب سے اسلام کے آفی تعلیمات کا نزول ہوا ہے تبھی سے اسلام و من عنصر کی جانب سے اسلامی مقدسات کی توہین کا سلسلہ جاری ہے، گزشتہ حصہ میں توہین کے معنی اور انکی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے مغرب کی یک بام دوہوائی سیاست پر روشنی ڈالی گئی اور یہ بیان ہوا کہ اظہار آزادی اور صاحافت کے اقدار کے نعروں کے پیچھے مغرب کی کونسی سیاست کا فرمایا ہے کہ اظہار آزادی کے طفرہ اکس طرح اسلامی مقدسات کی توہین کو آزادی کا نام دیتے ہیں لیکن ہوکاٹ کے سلسلہ میں ایک حرف بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں اور اس واقعہ کے سلسلہ میں غیر جانبدار تحقیق کو بھی دیہشت گردانہ عمل گردا نتے ہیں۔

دنیا کو خبریں فراہم کرنے والے ذرائع الملاعن کے اجمالي تعارف کے ساتھ ہم نے گزشتہ چند برسوں میں ہونے والی اسلامی مقدسات کی توہین کا جائزہ لیا۔ موجودہ مقامے میں عالم اسلام کے خلاف استکباری سیاست اور استعماری ریشه دوانيوں کے اسباب کے جائزہ کے ساتھ یہ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کا کیا پس منظر تھا اور توہین رسالت کی سازش رپنے والی تنظیم بلڈر تیک کے خفیہ اجلاس میں کن لوگوں نے شرکت کی، پیش نظر مقامے میں قرآنی آیات کی روشنی میں اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ

وہ کیا معیار ہیں جنکے بوجب ہم اپنے دشمن کو بچاپن سکتے ہیں؟ دشمن شناسی کے قرآنی اصولوں کے علاوہ آخر میں فرآن کریم کی توبین پر ہمارا انقلاب اسلامی کے پیغام کے ترجمے کو سن و عن پیش کیا گیا ہے جس کی روشنی میں دشمن کی چاپوں اور مسلمانوں کے عمل و نوں ہی تو سمجھا جاسکتا ہے۔

گزشتہ مقالے میں ہم نے جن نظریات کو پیش کیا وہ مغربی مفکرین اور دانشور طبقے کے مسلمانوں، قرآن اور اسلام کے سلسلے میں اعترافات کے ادنیٰ نمونے تھے جن سے پتہ چلتا ہے کہ حقیقت میں اسلام نے مغرب کی موجودہ ترقی میں کیا روں ادا کیا ہے۔ جن شخصیات کے اسلام کے بارے میں حقائق پر مشتمل اعترافات کو ہم نے پیش کیا، وہ کوئی معمولی شخصیات نہیں ہیں بلکہ مغرب میں ان شخصیات کا اساطیری شہر رہا ہے۔ آج جب مغرب کا ایک نوجوان مختلف تعصبات اور اسلام کے خلاف مغرب میں جاری سیاسی پروپیگنڈوں سے ہٹ کر اپنے مفکرین اور دانشوروں کی کتابیں پڑھتا ہے تو اسے نظر آتا ہے کہ اسلام وہ نہیں جو ہمارے سامنے بیان کیا جا رہا ہے جسے اکٹھا لکھ اور پر خلاصہ میڈیا کے ذریعہ ایک دہشت کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے بلکہ یہ دین تو ہمارے مانے جانے اسکا لرز کے بیان کے مطابق انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لئے ایک ٹھوس اور پختہ لائچہ عمل رکھتا ہے جس پر عمل کر کے انسان دنیا و آخرت کی فلاح سے ہمکار ہو جاتا ہے تو اس کے ذہن میں مختلف سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ جب اسلام ایک بہترین اور جادو اس دین ہے تو پھر اس کے سلسلے میں غلط بیانی کیوں کی جا رہی ہے اور ہر جگہ اسکے خلاف زہر کیوں اگلا جا رہا ہے؟ اور یہی سوالات اسے اس بات پر آمادہ کرتے ہیں کہ وہ حقائق کی طرف جائے۔ یہی وہ مرحلہ ہے جب عالمی اشکنبار "Arrogance" کو اس کے خوابوں پر پانی پھرتا نظر آتا ہے لہذا اس طرح کے منصوبے تیار ہوتے ہیں جنکے ذریعے اسلام کی طرف راغب نوجوانوں کو یہ باور کرایا جائے کہ اسلام انسانیت کی فلاح ہرگز نہیں چاہتا بلکہ وہ تو انسانیت کی نابودی چاہتا ہے اور اسی منصوبے کے پیش نظر طالبان معرض وجود میں آتے ہیں۔ اسامہ بن لادن کو مسلمانوں کے ہیرو کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور جب اشکنبار کو ان تمام حربوں کے استعمال کر لینے کے بعد بھی وہ کچھ نہیں ملتا جو کچھ انہیں چاہئے بلکہ اسکے عمل کے رد عمل کے طور پر اسلام کی مقبولیت میں اور بھی اضافہ ہوتا ہے تو اب جنجنہا ہٹ میں قرآن کو جلا یا جاتا ہے، کبھی بیت الخلاء میں بہا کر اسلام سے دشمنی کا اظہار کیا جاتا ہے تو کبھی عربیاں جسموں پر آیات قرآنی کو مقصش کر کے ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور سر انجام ایسے کاروں شائع کئے جاتے ہیں جن کے بعد مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا اور پھر سارے ذرائع ابلاغ کے کمیرے مسلمانوں کی حرکات و مکنات پر زخم ہو جاتے ہیں اور مسلمان جب احتجاج کرتے ہیں تو انہیں تصویریوں میں قید کر کے یہ پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ دیکھو یہ اسلام کے ماننے والے ہیں، یہ

لوٹ مار اور توڑ پھوڑ کرنے والے ہیں، انہیں تو جینے کا سلیقہ بھی نہیں آتا، انہیں تہذیب و تمدن سے کیا سروکار! ایسے بے شمار شواہد و قرآن موجود ہیں کہ خود اس لوٹ مار اور توڑ پھوڑ میں انتکبار کی ایجنیوں کے افراد شامل ہو کر اس کو اور ہوادیتے ہیں تاکہ اسکے آقا پنے مکروہ عزائم کو عملی جامد پہنائیں۔

## ۲- انتکبار کو اپنی سیاست کی ناکامی کا خطرہ

اسلامی مقدسات کی توہین کا ایک سبب اور حیرک مسلمانوں کی موجودہ نسبی بیداری کو بیان کیا جاسکتا ہے۔ انتکبار کو یہ خطرہ لاحق ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی برسوں کی محنت رانگاں چلی جائے لہذا وہ اس طرح کے توہین آمیز اقدام کرتے ہیں تاکہ ان کی ان سیاستوں سے پردہ نہ اٹھ پائے جو موجودہ دور میں وہ اسلامی حکومتوں اور مسلمانوں کے لئے تدوین کر رہے ہیں لہذا مسلمانوں کی تمام تر توجہ کو خود سے ہٹا کر کسی ایسے واقعے اور حادثے میں مرکوز کرنے کے لئے بھی وہ اس طرح کے اقدامات انجام دیتے ہیں اس لئے کہ اگر لوگوں کے ذہنوں کو باشنا نہیں جائے گا تو آسانی سے وہ اپنا کام نہیں کر سکیں گے اسی لئے انہوں نے اسلامی مقدسات کی توہین کی سیاست اپنائی اور وقار نو فتا توہین کرنے کے بعد ہونے والے رد عمل کی آڑ میں اپنی سیاست کو عملی جامد پہناتے ہیں چنانچہ اسی طرح انہوں نے اپنی پالیسیوں کو پہلے بہترین اور دلفریب نعروں اور ناموں سے تمام ملکوں اور قوموں کے درمیان رانج کیا۔ ترقی یافتہ ثقافت کے معیاروں کو پہلے ٹیلیویزن اور ایٹرنسیٹ سے بیان کیا گیا پھر پرکش استماری مصنوعات کو تمام اقوام میں یہ کہہ کر رانج کیا کہ یہ وہ آب حیات ہے جسے پی کر ہی پسمندہ قومیں آگے بڑھنے کی توانائی حاصل کر سکتی ہیں اور جو اس آب حیات کو نہ پیئے وہ فرسودہ معاشروں میں مختلف امراض کا شکار رہے گا لہذا پر و پیگنڈہ کے زور پر بے شمار ایسی چیزوں کو انسانی زندگی کا جز بنا دیا گیا جتنی حقیقت میں انسان کو کوئی ضرورت نہیں تھی انہوں نے اپنی سیاست کو عملی کرنے کے لئے جن اصولوں کو ترتیب دیا، بطور خلاصہ حسب ذیل بیان کی جاتی ہیں:

### تعلیم پر کنٹرول اور اس میں نفوذ

تعلیم نہ ہو انسان کسی بھی حد کو لا گے سکتا ہے، تعلیم ہی ہے جو انسان کو لگا مدمیت ہے، چنانچہ امام خمینی نے فرماتے ہیں: ”اگر تعلیم و تربیت نہ ہو انسان حیوانیت کی حد سے بھی آگے کلک سکتا ہے“ ۲

تعلیم کے سایہ میں پروش پا کر ہی آج انسانی معاشرے حیوانیت کے مرحلہ سے گزر کر انسانیت کی منزل تک پہنچ ہیں۔

”ابیاء انسان بنانے کے لئے ہی آئے تھے“ ۳

بقول غزالی: ”اگر علماء اور اساتید نہ ہوتے تو لوگ چوپائیوں کی طرح ادھر ادھر منہ مار رہے ہوتے، انسان تعلیم کے سایہ تھی میں پروش پا کر انسانیت کی منزلوں تک پہنچ سکے ہیں۔“ آج کی دنیا میں تعلیم کا کیام قائم ہے؟ کسی پر پوشیدہ نہیں، تعلیم نہ صرف آج مادی سہولت و کمال کی باعث ہے بلکہ زندگی کے صحیح شعور کی بھی ضامن ہے۔ ارسٹونے تعلیم کے پہلو بیان کئے ہیں:

### الف / ”افرادی“ {individual aspect}

انسان تعلیم کے ذریعہ نیکی کا شعور حاصل کر سکتا ہے اور اسکے ذریعہ اپنی اندرورنی، داخلی اور روحانی نظر کو سچائی کے قالب میں ڈھال سکتا ہے ۵

### ب / ”اجتماعی“ {colective aspect}

اس کی بنیاد پر غلط رائج طریقہ سے آگاہی ہوتی ہے اور معاشرہ کوئی بنیادوں پر کھڑا کیا جاسکتا ہے۔ افلاطون کے بقول: ”جس طرح ایک جسم کے لئے خوارک ضروری ہے اسی طرح روح کی نشوونما کے لئے تعلیم لازمی ہے جس طرح جسم کو پوری زندگی خوارک کی ضرورت ہے اسی طرح روح کو بھی پوری زندگی اپنی خوارک چاہئے“ ۶

روح ایک نامیاتی جسم ہے تعلیم کا مقصد ایسا ماحول فراہم کرنا ہے جہاں روح کے تمام عناصر کی نشوونما ہوتی ہے۔ معیاری علم وہ ہے جو جسم اور روح کی تربیت پر مشتمل ہو۔ ۷

تعلیم کا چاہے افرادی پہلو ہو یا اجتماعی دونوں میں ہی مغرب نے جس طرح اندر تک گھس کے روح کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا ہے اسکا اثر خود بخود مسلم معاشروں میں نظر آ رہا ہے آج درسی نصاب تعلیم ہو یا علمی معتبر مجلات اور سائیس ہر جگہ مغربیت نظر آ رہی ہے ہر جگہ نظام تعلیم پر انکا کنٹرول نظر آ رہا ہے یونیورسٹیوں میں انکا دبدبہ ہے، کالجوں اور درسگاہوں سے لے کر پائسری اسکولوں تک ہر طرف انہیں کی تہذیب کا جال بچھا ہوا ہے۔

ہر قوم کی ترقی اور تنزیل میں تعلیم کا کیا رول ہے اس بات کی نزاکت کو بجا نہیں ہوئے انہوں نے نصابوں کی تدوین اور کتب کی تالیف حتیٰ کتابوں کے سرورق اور انکی تزئین میں بھی اپنی مخصوص سیاست کے پیش نظر کام کیا ہے اور آج اکثر ویژت اسلامی معاشروں کا جو حال ہے وہ سامنے ہے۔

جس تعلیم کے ذریعہ دین و دنیادین و سیاست کے ایک دوسرے سے متناقض جدا ہونے کا سبق دیا جائے اسکے روایج کے بعد مسلم معاشروں کا حال کیا ہو گا؟

افسوں کا مقام تو یہ ہے کہ جہاں مغرب نے اپنے تسلط کی خاطر جس نظام تعلیم کو مسلمانوں کے سر ہو پا



مسلمانوں نے اسے سرکاتا جس بھج کر اپنے سر پر کھلیا اس سے بے خبر کر۔  
 اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم ایک سازش ہے فقط دین و مردوں کے خلاف  
 اس کی تقدیر میں مخلومی و مظلومی ہے قوم جو کرنہ سکی اپنی خودی سے انصاف

### فساد و فحشا کی ترویج و اشاعت

جب تعلیم کے ابتدائی مراحل ہی سے معصوم ذہنوں کے تصورات میں جنس مخالف کی طرف میلان اور دیگر فسادات کا رجحان ہو جائے گا اور ایسی تعلیم کا بھی فقدان ہو گا جو انسانی قدروں کو کھار سکے تو اس مرحلہ پر خود بخود فساد و فحشا کی ترویج کا میدان صاف ہوتا چلا جائے گا چنانچہ جو قوم بھی اخلاقی زوال اور تعلیم سے دوری جیسے عفرت یوں کا شکار رہے گی وہ وہی کرے گی جو استکبار اور سامراج چاہے گا۔ وہ کبھی بھی ترقی کی طرف نہیں جاسکتی کیونکہ بے حیائی اور بے شرمی کے انگلشن کی تزیریت کے ساتھ عیاشی کے اڑوں اور شراب خانوں کی کثرت، جسمانی لذت کا بہر طور حصول، یہ تمام چیزیں وہ ہیں جو انسان کو پاگل بنادیتی ہیں اور عالمی سامراج انسان کو پاگل ہی دیکھنا چاہتا ہے۔

### نشیات کی ترویج

تعلیم سے دوری، فساد و فحشا کی ترویج کے بعد انہوں نے اپنی سیاست کو عملی کرنے کے لئے جس چیز کو اختیار کیا وہ نشیات کی ترویج تھی اور اس بات سے ہر ایک واقف ہے کہ نشہ کرنے والے شخص کے افکار و خیالات کا محور صرف اس زہر کا حصول ہوتا ہے جسے وہ اپنے جنم میں سرایت کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ اس کے لئے وہ ہر حد کو توڑ سکتا ہے، دین، شرافت حتیٰ اپنی ناموس کو بھی قربان کر سکتا ہے چنانچہ اس کے لئے انہیں افغانستان کی بخوبی میں بہت زرخیز نظر آئی اور یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کا نوے فیصد نشیات کا خام مال افغانستان میں پیدا ہوتا ہے۔

### گندی ثقافت کی ترویج

ملبوسات، ماڈل، رنگ، ڈرائیں، لمبائی، چوڑائی، ٹنگی، چستی؛ ان تمام ہی مفہوم کو انہوں نے فن اور ہنر کے بہترین ترجمان سینما اور ٹیلیویزین کے ذریعے من چاہے طریقے سے من چاہے انداز میں پیش کر دیا تاکہ کہیں سے بھی کوئی ایسی چیز باقی نہ رکھے جو انسان کو یہ بتائے کہ تم انسان ہو اور تمہارا ہدف کچھ اور ہے بلکہ جس قدر بندر بن جاؤ، اسی قدر ابھی انسان ہو کی پالیسی کو اس طرح رواج دیا گیا کہ انسان بندر بن گیا اور بندر انسانوں کو دیکھ کر وہی کام کرنے لگے جو انسانوں کے بچے کبھی بندر دیکھ کر کیا کرتے تھے۔

فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب  
 کہ روح اس منیت کی رہ سکی نہ عفیف  
 رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے نا پید  
 ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق لطیف  
 تہذیب فرنگی ہے اگر مرگ امومت  
 ہے حضرت انس کے لئے اس کا شمر موت  
 مبنی دل شافت کی ترویج کو عملی کرنے کے لئے انہوں نے جہاں مختلف ادارے اور کلب قائم کئے وہیں  
 فری میسیزی یعنی فراموش خانوں کو بھی قائم کیا۔

### فری میسیزی کیا ہے؟

فری میسیزی {Freemason} اور امنیزم کے نظریے کے حامی مادہ پرست افراد کا ایک ایسا مشن ہے جو گیارہوں صدی تک تو ایک میریڈ یونین {Tradeunion} کے نام پر بظاہر انسانوں کی مادی فلاح کے لئے کام کرتا رہا لیکن انھار ہوئیں اسی مددی تک یہ مشن یونین سے ایک باڑی ایسوی ایشن اور لا جز میں ڈھل گیا اور اسکی شاخیں فرانس، ہندوستان، سویڈن، ہالینڈ، پرتگال، اٹلی و... میں پھیلی چلی گئیں اور اس وقت اس کی ۱۲۰۰ سے زیادہ لا جز دنیا بھر کے مختلف ممالک میں موجود ہیں۔ ۹

فری میسن سے جڑے ہوئے لوگ روح پر عقیدہ نہیں رکھتے ہیں انکا اصلی پیغام تمام ادیان کے مشترکہ عقائد سے مقابلہ کرنا ہے، ان لوگوں کی نظروں میں شیطان ایک مقدس وجود ہے۔ جناب سلیمان کو یہ لوگ ایک بڑا بادشاہ اور جادوگر سمجھتے ہیں اور انہیں میسن اعظم کا لقب دیتے ہیں انکے افکار کے تین بنیادی محور ہیں مادہ پرستی، سیکولرزم، اور امنیزم، یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے جناب سلیمان کے معبد کو مسجدِ قصی میں کشف کرنے کا دعویٰ کیا تھا اور اسی کے بعد صہبیوں نے تحریک و وجود میں آئی۔ ۱۰

موجودہ دور میں ان کا مشن آزاد معماروں کے نام سے پراسرار اداروں کا قیام ہے جو مختلف طور پر اپنا کام کرتے ہیں اور انکا ظاہری تعارف یہ ہے کہ یہ افراد اپنے تمام مخالفین کی تنقید کا استقبال کرتے ہیں اور کسی کو کوئی جواب نہیں دیتے وہ اپنے اطراف میں ان افراد کو جمع کرتے ہیں جو سخت سے سخت بات سن کر بھی کوئی رد عمل ظاہر نہ کریں۔ یوں تو یہ ایک اخلاقی حررب ہے جو میں کچھ بھی کہو ہم جواب نہیں دیں گے لیکن اسکے پیچے ان کے کیا اہداف ہیں کسی کو نہیں معلوم۔ بظاہر یہ لوگ ہر بات سن کر خاموشی سے سرجھا لیتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنے عزم کی تکمیل



میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ دنیا میں فری میسن لا جز کے بارے میں اب تک پانچ ہزار سے زیادہ کتابیں لکھی جا چکی ہیں حتیٰ فری میسن انسانکلو بیڈیا بھی موجود ہے۔ فری میسن اداروں نے ۱۸۸۹ء تک دنیا کے چھینوں خطوں میں اپنے لا جز قائم کر کر کے تھے۔ اس سے موجودہ صورتحال کا خود بخود اندازہ ہو جاتا ہے کہ آج اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد یہ لوگ کہاں ہوں گے؟ روئی کلب، لائنس کلب، اخلاقی اسلئے، عالمی برادری جیسے ناموں پر مشتمل کلب فری میسن کے ذیلی اداروں کے طور پر اپنا کام کر رہے ہیں۔

### قوم پرستانہ نظریات کی تلقین، فساد و فحشا کی ترویج و اشاعت

عرب، عجم، ہندی، پاکستانی، ترکی، ایرانی، قومیت پر مشتمل وہ نظریات تھے جنہیں اپنے خاص اہداف کے پیش نظر انتبار نے عام کیا چنانچہ اٹھار ہویں صدی میں نوآبادیات پر قبضے اور حکومت کے معاملے میں استعماری ممالک کے مابین جب کشمکش ہوئی تو اسی قومیت کے علم کو بلند کر کے انہوں نے اپنے درمیان اختلاف کی آگ کو بچانے کے ساتھ ساتھ دیگر قوموں کو تاراج کرنے کی پالیسی پر عمل شروع کر دیا جبکہ اسلامی تعلیم اس کے سراسر خلاف تھی۔ بقول علامہ اقبال:

این وطن مصر و حجاز و شام نیست  
این وطن جانیست کہ آزا نام نیست  
ایک اور جگہ وطیت نامی اپنی نظم میں علامہ اقبال وطن اور قوم پرستی کو سب سے بڑا بت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور	تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداوں میں بڑا سب سے وطن ہے	جو پیر ہن اس کا ہے وہ ندھب کا کفن ہے
غارت گر کاشانہ دین نبوی ہے	وہ بت کہ تراشیدہ تہذیب نوی ہے
بازو ترا توحید کی وقت سے قوی ہے	اسلام تیرا دلیں ہے تو مصطفوی ہے
نظارہ دیریہ زمانے کو دکھا دے	ایے مصطفوی خاک میں اس بست کو ملا دے
تعلیم پر کثروں اور اس میں نفوذ، اخلاقی فساد اور فرش مoadki ترویج، منشیات کی ترویج، گندی ثقافت کی	ترویج، وطن پرستی اور قوم پرستی کے نظریات کی تلقین ان پانچ اصولوں پر عمل درآمد کے لئے انتبار نے مختلف منصوبے بنائے اور ان پر عمل بھی کیا لیکن گرزشتہ چند برسوں میں خاص طور پر اسلامی انقلاب کی کامیابی کی کرنوں کی تیز شعائر

نے مغرب کے اصولوں کے بر فیلے تودوں کو پکھلا کر پانی پانی کر دیا۔

انہوں نے ان اصولوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ان تمام طریقوں کو اپنایا جنکے ذریعے عملی طور پر استکبار دنیا میں پھیل سکتا تھا۔ فوجی، سیاسی، ثقافتی وسائل کو بروئے کار لا کر ذرائع ابلاغ، جرائد، رسائل، ویدیو، خبرساز ایجنسیوں، سینما، اخترنیت کے علاوہ کبھی Post Globalization Culture Reforms کے نعروں کو عملی کرنے کے ذریعے انہوں نے اپنے ہدف تک پہنچنے کی ہر کمکنہ کوشش کی۔ اس میں وہ خاصے کامیاب بھی ہو جاتے لیکن اسلامی انقلاب کی بنابر پوری دنیا کے مسلمانوں کے درمیان جو ایک بیداری کی لہر دوڑی اس لہر نے خواہیدہ ذہنوں کو چھوڑ کر رکھ دیا۔ جس کی بنابر مسلمانوں نے سامراج کی چالوں سے پردہ ہٹانا شروع کر دیا اور ساتھ ہی گاہے گاہے مختلف موقع پر ان کی مصنوعات کا باہیکاٹ کر کے اسکے انتقاد کو بری طرح متاثر کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جس قدر بھی شامی اور تہذیبی یلغاری مسلمانوں نے اسلامی انقلاب سے حاصل ہونے والی بیداری کے نتیجے میں اسلام کا دامن اپنے ہاتھوں سے جانے نہ دیا جب انہوں نے دیکھا کہ ثقافتی، سیاسی اور ہر طرح کے استھان کے بعد بھی مسلمان اسلام کا دامن پھوڑنے پر آدا نہیں بلکہ ہر دن کے سورج کے ساتھ ان کے اندر نیا جذبہ اور آگے بڑھنے کی امگ کے ساتھ استکبار کے خلاف لڑنے کا عزم پیدا ہو رہا ہے تو پہلے ان کے عزم و حوصلے کو پسپا کرنے اور ان کے ذہن کو اپنے مکروہ عزائم سے دوسرا سمیت موڑنے کے لئے رسول اسلامؐ کی مقدس شان میں گستاخی کی لیکن بجائے اس کے کہ مسلمان اس اقدام سے نا امیدی کا شکار ہوتے یا ان کے حوصلوں میں کمی واقع ہوتی، پہلے سے بہتر طور پر منظم ہو گئے اور اس لئے ضروری تھا کہ ان کے اس اتحاد کو سیو تاش کرنے کے لئے کوئی ایسا اقدام کیا جائے جس کی بنا پر تیزی کے ساتھ انکے خلاف تبدیل ہوتی صورتحال بدل جائے اور مسلمانوں کے درمیان ایک داخلی جنگ چڑھ جائے لہذا انہوں نے سامرا میں دخراش حادثے کی سازش رچی اور وسیع پیانے پر اپنی سائٹ، روزناموں اور اخبارات و دیگر ذرائع ابلاغ کے اولین صفحات پر سامرا کے مقدس مزاروں کا مسماڑی کے بعد تاسف بار منظر پیش کیا تاکہ مسلمان آپس میں کٹنے مرنے کو تیار ہو جائیں لیکن مکتب تشیع کی با بصیرت قیادت نے عراق کے ساتھ ساتھ دیگر جگہوں پر بھی نہ صرف حالات کو بگڑنے سے بچالیا بلکہ ایسے اقدامات انجام دئے جن سے اتحاد میں مزید پایداری و استحکام اور مضبوطی پیدا ہو گئی۔

مسلمانوں کی بیداری نے استکبار کے وجود کو اس قدر خطرے کا احساس دلایا کہ انہوں نے اپنے تمام اصولوں کو خاک میں ملتا ہوا دیکھا جو انہوں نے مسلمانوں کو اپنی گرفت میں لینے کے لئے بنائے تھے، لہذا مسلمانوں



کے درمیان خوف و ہراس پیدا کرنے اور انگی گھبراہٹ اور افراتغیری سے مکنہ استفادہ کرنے کے پیش نظر نبیل سے فرات تک ॥ اپنی حکومت کے خواب کو ایک بار پھر شرم مند تعبیر بنانے کے لئے پہلے مرحلے میں رسول عظیمؐ کی شان میں گستاخانہ کارلوں شائع کئے اور دوسرا میں سامرا کے مقدس مزارات کی بے حرمتی کی اور یہ وہ چیز ہے جو مدت سے انکی پالیسی میں شامل تھی چنانچہ ”جان الہمن“، اُنکا معروف دانشور صراحت کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے: ”جیسے بھی ہوان لوگوں کو خوف و ہراس اور شک و تزلیل میں رکھا جائے تاکہ انپی فکر سے صحیح سمت میں جانے کا اندازہ نہ کر سکیں ساتھ ہی شکوک اور خوف و ہراس کے ساتھ متعدد و متضاد بخوبی کو نشر کیا جائے جس سے کوئی یہ اندازہ نہ کر سکے کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ یہی وہ صورت ہے جسے اپنا کرہم انہیں ان کے مقصد سے دور کر سکتے ہیں اور یہی وہ وقت ہے جب ہم ان پر حملہ کر کے ان کی درونی نکشم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اہداف کو پایہ تھیمیں تک پہنچ سکتے ہیں۔“ ۲۱

اگرچہ یہ ان کی کوئی نئی سیاست نہیں ہے، قرآن نے بھی انگی اس چال کا تذکرہ یوں فرمایا ہے ”کفار کی تمنا بھی ہے کہ تم اپنے سارے ساز و سامان سے غافل ہو جاؤ تو یکبارگی تم پر حملہ کر دیں لیکن اللہ نے کفر اختیار کرنے والوں کے لئے رسوائی عذاب رکھا ہے۔“ ۲۲

### ۳۔ تہذیبی تصادم کا نظریہ

اُبھی تک جو کچھ بھی مقدسات کی اہانت کے اسباب اور انکے محکمات کے بارے میں بیان کیا گیا، وہ تمام چیزیں ان قرآن اور شاہد پر مبنی تھیں جنہیں انتبار کی سیاست اور اس کے اصولوں کے پیش نظر بیان کیا گیا، ان میں سے ہر ایک کو مقدسات کی توہین میں دخیل مانا جاسکتا ہے لیکن ان تمام محکمات میں سب سے اہم یہی تہذیبی تصادم کا نظریہ ہے کہ جنکوڈمن نے اپنی اس Strategy اور لاحقہ عمل کی صورت میں مدون کیا اور گام بہ گام اس پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ وہ نظریہ ہے جسے The Clash of Civilizations کے نام سے ہاور روڈ یونیورسٹی کے استاد Samual Huntington نے ۱۹۹۲ء میں پیش کیا ہے ۲۳ اور نہ صرف اس نظریے کو پیش کیا بلکہ ایک روزنامے کو امنڑو یو دیتے ہوئے اس کی وضاحت بھی یوں کی کہ آج اسلامی تمنا مغرب کے سامنے ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ ۲۴

آج مغربی ممالک میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو روکنے کے لئے ضروری تھا کہ ایسے حادثات رونما کئے جائیں جنکی بنا پر تہذیبی تصادم سامنے آئے لہذا سب سے پہلے بش نے اگسٹ ۱۹۷۶ء میں اعلان کیا کہ یاہارے ساتھ ہو جاؤ یا تم Terrorism کے حامی ہو۔ یہ تہذیبی تصادم کو ہوادیئے کی اوپر لیکن اس کوشش کو ناکام بناتے ہوئے اسلامی انقلاب کے رہبر نے فرمایا: ”نہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور نہ ہی دہشت گردی کی حمایت کرتے ہیں۔“ اس نظریے کے آنے کے بعد امریکا میں ایک نئی وزارت کی تاسیس ہوئی جس کا نام Fofalth ہے۔

لیعنی وزارت ایمان رکھا گیا اور پھر اس وزارت نے تہذیب کے مابین تصادم کو عملی کرنے کے لئے یہودی لا بیوں کے ساتھ مل کر اپنا کام کرنا شروع کیا۔ ۲۱ اور سب سے پہلے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان میکیاولی سیاست کے اصول Dont Let United غیر ملکی و اختلاف پھیلاو اور حکومت کرو کے تحت ٹکے خلیج پیدا کرنے کے لئے یہ بتانا شروع کیا کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کا خدا الگ الگ ہے۔ صرف اس انداز سے ہی آپس میں اختلافات پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ آشٹریلیا کے وزیر اصلاحات ”روبرٹو کالدورو ولی“، کوہہرہ بن اکر استعمار نے صلیبی جنگ چھیڑنے کے لئے اپنے سارے پتے کھول دیئے اور ”روبرٹو کالدورو ولی“ نے تمام تر انسانی قدروں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عیسائیوں کے اس وقت کے سب سے بڑے راہنمای پپ بندیکٹ سے یہ مطالبہ تک کرڈا کہ اسلامی تمدن کے خلاف صلیبی جنگ چھیڑنے کے لئے اقدام کریں اور دنیا میں مسیح کو اسلام کے خلاف نہ ردا آزمائونے کے لئے تحد کریں ۲۲ اور اس کے بعد تو ہین آمیز اقدامات کا نہ تھمنے والا سلسہ شروع ہو گیا جس کے اجمالی خاکے کو ہم نے پیش کیا۔ اگر تو ہین آمیز اقدامات کی نوعیت اور تسلسل کو دیکھا جائے تو اندازہ ہو گا کہ واقعہ ان واقعات کا تہذیبی تصادم کے نظریہ سے کس قدر گہرا رابط ہے۔ اس نظریہ کے بعد صحیوں اور اے تیزی کے ساتھ اس کو عملی کرنے میں مشغول ہو گئے جن میں انکا سب سے بڑا اقدم رسول اکرمؐ کی شان میں اہانت آمیز تنازع خاکے شائع کرنا تھا۔ جب یہ خاکے شائع ہوئے تو ایک طرف ملت اسلامیہ سراپا احتجاج بنی ہوئی تھی تو دوسری طرف امریکی وزیر خارجہ رائس کا یہ بیان بار بار بر قی لہروں کے ذریعہ دنیا کے گوش گزار کیا جا رہا تھا: ”ان کارڈنالوں کی اشاعت کو ایران اور شام، مغرب کے خلاف پر تشدد جذبات ابھارنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔“ ۲۳ جبکہ اس سے قبل جیس و لیس (سی. آئی. اے کا سابق صدر) نے اسی تہذیبی تصادم کی جنگ کو بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم اس تہذیبی تصادم کی جنگ میں جو چیزیں سال پر محیط ہو گی، ۲۴ تک بائیس ممالک سے نہ ردا آزمائوں گے۔ اس جنگ میں ہمارے مختلف اہداف ہوں گے جن میں سب سے پہلا ہدف اسلام کی نابودی ہو گا۔ ۲۵ لیکن مغرب کا یہ خواب ابھی تک تو شرمندہ تعمیر نہیں ہو سکا ہے، اب دیکھئے آگے کیا ہوتا ہے، البتہ اس میں شک نہیں کہ آئندہ زمانے میں ممکن ہے اس نظریہ کو عملی کرنے کے لئے مغرب اور دوسرے ہمکنڈے بھی کو استعمال کرے اور مسلمانوں کو اور بھی خطرناک موڑ کا سامنا کرنا پڑے جن سے صحیح سامنے گزرنے کے لئے ہمیں اپنے زمانے کے حالات کے ساتھ ساتھ دشمن اور اس کے مقاصد کو اچھی طرح پیچانا ہو گا اس لئے کہ العالم بزمانہ لا تھجم علیہ اللواہ بس ۲۶ یہ ہماری نادانی ہو گی کہ ہم صرف ایسے حالات میں جا گئیں جب دشمن ہمارے مقدسات پر حملہ کرے اور دشمن کی جانب سے معافی تلافی کی بات یا اسکی جانب سے دوستی کا بڑھتا ہوا ہاتھ دیکھ کر ہم خاموش ہو جائیں اس لئے کہ دشمن تو دشمن ہے اسے جب اور جیسے موقع ملے گا وہ ہمیں ہر اسماں کرنے سے باز نہیں آئے گا لہذا

وَثُمَّنَ كَهْرَاثِتَهُ وَعَوْنَمَ پَرْهَمِيَّ تَوْجِهِرَكَهْنَهُ كَضَرُورَتَهُ - اسَّكَيِّ هَرَقَلِ وَحَرَكَتِ پَرْغُورَكَنَهُ كَضَرُورَتَهُ - كَهْ وَهَا بَنَهُ اَقْدَامَ سَكَيِّ كَيَا حَاصِلَ كَرْنَا جَاهَتَهُ - اَكْرَنَطَاهِرِيَّ طُورِ پَرْجَنَتِيَّ حَالَاتَهُ بَهْيَ هَوْ تَبَهْيَ دَمَنَ سَكَيِّ هُوشِيَارِ

رَهْنَهُ كَضَرُورَتَهُ - چَنَانِچَهَ اَمِيرِ المُؤْمِنِينَ فَرَمَّا تَهُ - وَلَكَنَ الْحَذَرَ كَلَ الْحَذَرَ مَنْ عَدُوكَ بَعْدَ صَلَحَهُ  
فَانَّ الْعَدُوَّ رَبِّمَا قَارِبَ لِيَتَغَفَّلَ، فَخَذِ الْحَزَمَ ،

لَكِينَ صَلَحَ كَبَعْدِ دَمَنَ كَيِّ طَرَفَ سَكَيِّ كَمُكَلِّ طُورِ پَرْهَمِيَّ رَهْنَا كَهْ كَهْيَ وَهَ تَمَهِيَّ نَافِلَ بَنَانَهُ كَلَ لَئِنَّمَ

سَقَرَبَتِ اَخْتِيَارَ كَرْنَا جَاهَتَهُ - لَهْذَا سَلَسلَهُ مَيِّ كَمُكَلِّ هُوشِيَارِيَّ سَكَيِّ كَامِ لَيَنَا - ۲۲

اَيْكَ اَوْرَجَلَهَ آپَ دَمَنَ سَكَيِّ هُوشِيَارِ رَهْنَهُ كَلِّ تَلْقِيَنَ كَرَتَهُ وَهَ فَرَمَّا تَهُ - لَا تَامِنَ عَدُوَّ اَوْ اَنَّ  
شَكَرَ، دَمَنَ سَكَيِّ اَمِنَ وَسَكُونَ مَحْسُونَهُ كَرْنَا جَاهَهُ وَهَ تَمَهَارَ اَشْكَرَ گَزَارِيَّ کَيُونَ نَهَهُ - ۲۳

وَثُمَّنَ شَنَاسِيَّ كَهْ ضَرُورَتِيَّهُ - كَهْ اَنَّ نَشَانِيُونَ کَوْدِيَّصِينَ جَوْقَرَ آنَ نَهَهُ - هَارَهَ دَمَنَ کَيِّ عَلَامَتَهُ  
طُورِ پَرْ بَيَانِ کَيِّ پَيَّسَ - ۲۴

قَرَآنَ کَيِّ نَظَرَ مَيِّ اِسْلَامَ دَمَنَ عَنَاصِرِيَّ نَشَانِيَانَ

جَنَگَ بَهْرَهُ کَانَهُ کَيِّ کَوْشَشَ كَرَتَهُ - بَنَى اوْرَفَسَادَ پَھِيلَاتَهُ - ۲۵

خَداَکَهْ خَلَافَ جَھَوَٹَ کَيِّ نَسْبَتَ دَيَيَتَهُ مَيِّ - ۲۶

خَائِنَهُ بَنَى اوْرَعَهِ دَوَيَانَ کَوْتَوْرَنَهُ وَالَّهُ ہَيَّ - ۲۷

اَنَّ کَهْ اَنْدَرَ اَکَرَپَانَیَ جَاتَهُ - رَسُولُوںَ کَوْجَهَلَاتَهُ - بَنَى اوْرَقَلَ وَغَارَتَ گَرِيَ كَرَتَهُ - ۲۸

خَداَکَهْ نَافِرَمَانَ اوْرَحَدَسَتَ تَجَازَوْرَنَهُ وَالَّهُ ہَيَّ - ۲۹

وَهَ دَلَ وَزَبَانَ دَوَنَوںَ سَمَوْنِيَنَ کَيِّ دَمَنَ ہَيَّ - ۳۰

اِسْلَامَ کَوْمَثَانَهُ کَهْ اَپَنَے اَمَوَالَ کَوْخَرَجَ كَرَتَهُ - ۳۱

لَغَواَوَرْهَمَلَ بَاتَوںَ کَهْ ذَرِيَّهَ بَنَدَگَانَ خَداَکَوْگَرَاهَ كَرَتَهُ - ۳۲

اَهَلَ کَتَابَ اوْرَمَشَرَکَیَنَ مَسْلَمَانَوںَ کَيِّ بَحَلَانَیَ هَرَگَزَ نَهِيَّنَ چَاهَتَهُ - ۳۳

مَسْلَمَانَوںَ سَمَوْجَلَتَهُ - ۳۴

اَنَّ پَرَ حَمَلَهُ کَيِّ تَاَكَ مَيِّ رَهْتَنَهُ - ۳۵

یَهُوَدَ، مَوْنِيَنَ کَيِّ سَبَ سَمَوْبَرَهُ دَمَنَ ہَيَّ - ۳۶

يَهُوَهَ عَلَمَتِيَنَ ہَيَّ جَنَ کَهْ ذَرِيَّهَ هَمَ اَپَنَے دَمَنَ کَوْبَجاَنَ سَكَتَهُ - قَرَآنَ نَهَهُ بَهْيَ آپَتَنَ دَمَنَ شَنَاسِيَ

کَيِّ بَيَانِ ہَيَّ، انَّ مَيِّسَ هَرَاَیَکَ پَرَخَاصَ تَوْجِهَ کَيِّ ضَرُورَتَهُ - وَرَنَهَ کَيِّ بَهْيَ وَقْتَ مَسْلَمَانَ انَّ کَا شَكَارَ بَنَ سَكَتَهُ ہَيَّ اَوْ

اَنَهِيَّنَ بَهْيَنَ ہَوَگَيَ کَهْ اَنَکَهْ سَاتَهُ کَيِّ ہَوَ - دَمَنَ اَپَنَیَ پَالِسِيَوْنَ کَوْعَلَيَ كَرَنَهُ مَيِّسَ کَسَ طَرَحَ مَخْفِيَ طُورِ پَرِتَیَزِيَ کَهْ سَاتَهُ

کَامَ كَرَهَ ہَيَّ، اَگَرَ یَهَ جَانَنَهُ تو مَلاَحَظَهَ هَوَرَسُولَ اِسْلَامَ کَيِّ اِهَانتَ کَهْ سَلَسلَهَ مَيِّ مَنَازَعَ خَاَکَ شَائَعَ كَرَنَهُ کَيِّ خَفَیَهَ

سازش رپنے والی تنظیم Bliderberg کا پس منظر۔

۱۳ اگر ۱۹۹۸ء میں اسکات لینڈ کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں سیاہ لمیزان کاروں کا ایک بڑا آگر کرتا ہے جس میں مغربی دنیا کی انتہائی طاقتور شخصیات موجود ہیں۔ اطلاعات کے مطابق اس ہوٹل میں ایک اجلاس منعقد کیا گیا تھا جس میں شرکت کے لئے مغربی دنیا کی ۱۲۰ امریکی و اقتصادی شخصیات کو شرکت کرنا تھا۔

بائیس سو کمروں پر مشتمل اس ہوٹل کو اجلاس سے ایک ہفتہ قبل ہی خالی کرالیا گیا تھا۔ تین دن تک جاری رہنے والے اس اجلاس کے دوران کسی رکن کو بھی ہوٹل سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ سخت ترین سیکورٹی کے انتظامات، امریکن سی. آئی اے کے خصوصی اسکوارڈ اور برطانوی خفیہ ایجنٹی M.I.60 کے ذمے تھے۔

غیر سرکاری ذرائع کے مطابق تین دن جاری رہنے والے اس خفیہ اور اہم اجلاس کے ایجاد میں کئی عالمی امور زیر بحث آئے جس میں نیٹو، یورپی یونین، ایشیا کی اقتصادی صورتحال، دنیا میں سراٹھانے والی نئی طاقتیں، غلچ کی صورتحال، عالمی سطح پر تیل کی پیداوار، اس کے حمل و نقل اور سطحی ایشیائی ریاستوں سے متعلق امور شامل تھے۔ ان امور کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ شاید یہ عالمی سیاسی زماعت یا سربراہان مملک کا اجلاس ہو مگر ایسا نہیں ہے بلکہ اس اجلاس میں شامل پیشتر ارکان عام دنیا کے لئے غیر معروف ہیں۔ جی ہاں! یہ دنیا کی خفیہ عالمی تنظیم بلذر تج کا چھپا لیسوں سالا نہ اجلاس تھا۔

اس اجلاس میں کیا ہوا، کسی کو کچھ نہیں معلوم لیکن اس کے تین سال بعد ۱۹۷۵ء میں امریکہ کو ولڈر ٹریڈ سنٹر پر حملہ کے بعد سے تہذیبی تصادم کے نظر یہ کو عملی کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کے بعد ۱۹۷۵ء کو جرمی کے صوبے لویرہاون میں ایک خفیہ اجلاس بھی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ اجلاس بھی عالمی صہیونزم سے متعلق عالمی تنظیم بلذر تج کا تھا جس کے بارے میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ اس تنظیم کا رکن بننے بغیر نہ تو کوئی امریکہ کا صدر بن سکتا ہے اور نہ ہی برطانوی وزیر اعظم۔ اس خطراں کے تین تنظیم کا نشان آدھی روشنی اور آدھی تاریک دنیا کا گلوب ہے جس کے نیچے ایک آہنی ہاتھ دکھایا گیا ہے جو اس بات کا غماز ہے کہ اس تنظیم کے ہاتھ دنیا کے گرم و سرد پر ہیں۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ درحقیقت یہی تنظیم دنیا پر حکومت کرتی ہے۔ دیگر اجلاسوں کی طرح ۱۹۷۵ء کو جرمی کے علاوہ لویریا کے سب سے بڑے ہوٹل ”ڈونٹ سوکل سی ہوٹل“ میں ہونے والے بلذر تج کے خفیہ اجلاس کا ایجاد اسی کو معلوم نہیں... اس خفیہ اجلاس کا دوران ۱۹۷۵ء تھا۔ اس کے صرف چند ماہ بعد ہی تبریز میں توہین رسالت کے خاکے شائع ہوئے۔ ان دونوں میں کیا ربط ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس اجلاس میں شامل اسامی پر نظر ڈالی جائے۔

اس اجلاس کے خفیہ شرکاؤں میں دو ہیں

۱۔ امریکا کے سابق وزیر خارجہ ”ہیزری کیسنجر“



۲- نیو کے جزل سکریٹری ”باب ہوب شیفرڈ“

۳- بین الاقوامی بیک کار ”فینارک فرڈ“

۴- اور عالمی سطح کے یہودی سرمایہ دار خاندان روت شائلڈ (Rothcild) کے افراد

۵- ڈنمارک کی طرف سے ”ائینڈر ولر رب“

۶- نیز بھیم، برطانیہ، ہسپانوی اشرافیہ اور یوکرینی سے متعلقہ افراد

ایں ڈنڈر رب کا نام ہمارے لئے خاصی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ گزشتہ پانچ برسوں سے بلدر تھے کی کاغذ نسوانوں میں شریک ہو رہا ہے۔ یہ ڈنمارک کی ”ڈینش لیگس اینڈ آئیل“ نامی میکنی کا جیسے میں ہے۔ اس کی یوں ”میری اندر رب“ جیونڈس پوسٹن نامی میکلیشن فرم کی مینیجنگ ڈائرکٹر ہے جس نے سب سے پہلے تو ہیں رسالت سے متعلق خاکے شائع کئے۔ اس تنظیم کے بارے میں صحیح طور پر دقيق اطلاعات تو نہیں ہیں لیکن ”بین الاقوامی ما فیا“ کے مصروف انس ارجنمن کے بقول اس تنظیم کا باقاعدہ قیام ۱۹۵۷ء میں عمل میں آیا۔ اس کے بعد سے اس کے سالانہ اجلاس عموماً یورپ میں منعقد ہوتے ہیں۔ عام طور پر اس کے متعلق ارکان کی تعداد ۱۲۰ سے ۱۳۰ تک رہی ہے۔ اس اجلاس کو انتہائی خفیہ رکھا جاتا ہے۔ کسی صحافی یا الکٹرانک میڈیا سے متعلق کسی شخص کو جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ۷۳۳ اس تنظیم کے بارے میں اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن کے لئے ”بین الاقوامی ما فیا“ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

ہم نے ابھی تک جو کچھ بھی بیان کیا وہ تمام چیزیں ان حقائق اور واقعیات پر مشتمل تھیں جنہیں شواہد و تراویں کی روشنی میں ہم نے قریب دو ہی نئی مسلسل کوشش و جوڑ کے بعد مختلف جرائد، رسائل، اخبارات بالخصوص نیٹ اور دیگر منابع سے حاصل کیا۔ نہ جانے کتنی ایسی خفیہ تھیں ہیں جو اپنے نہ جانے کس قدر خفیہ مقاصد اور خفیہ پالیسیوں کے ساتھ مصروف عمل ہیں لیکن ہمیں ان کی خبر تک نہیں۔ مغربی طاقتوں کی جانب سے کوئی اقدام ہوتا ہے اور ہم چیخ چلا کر اور نعرے بازی کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ وقت تقاضوں کے سبب یہ بھی ایک ضروری امر ہے لیکن کیا یہ کافی ہے؟ خود سوچیں کہ مغرب کی اس قدر خفیہ پالیسیاں اور اسلام دشمن معاندانہ رویے اور اسلام کی نابودی کے خطوط پر ترسیم ہونے والی سیاست کا کیا یہی جواب ہے جو ہم کر رہے ہیں؟!!

بارش سنگ حادث کا تماشائی بھی ہو

امت اسلام کی آئینہ دیواری بھی دیکھ

آج امت مسلمہ نے اگر بیداری کا ثبوت دیا ہوتا قرآن کی بے حرمتی اور مقدسات کی تو ہیں پر محض رسی اظہار افسوس نہ کر کے انکی جڑوں تک جانے کی کوشش کی ہوتی تو وہ بارش سنگ حادث کے تماشائی نہ بننے اور اپنے بجزوی اختلافات میں نہ الجھے ہوتے بلکہ متحد ہو کر دشمن کے خلاف ایک محاذ پر شانہ بہ شانہ ڈٹے ہوئے نظر آتے اب بھی پوری امت مسلمہ چاہے تو ایک پلیٹ فارم پر آ کر اپنے دشمن کا مقابلہ کر سکتی ہے اور مل کر ایک ایسا واحد عمل

پیش کر سکتی ہے جو عقلی و منطقی ہونے کے ساتھ ساتھ اسکی بصیرت کا بھی ترجیح ہو۔

قرآن کریم کی اہانت و بحرمتی کے بعد اسلامی انقلاب کے رہبر کا بصیرت افروز بیان ایک ایسا محور بن سکتا ہے جسکی روشنی میں اس طرح کے اقدامات کے مقابل امت مسلمہ آئندہ ایک ایسی مشترکہ پالیسی اپنا سکتی ہے جس کے چلتے دشمن کو اس کی ہر چال میں ناکام بنایا جاسکے۔

استغفار و استکبار اور صہیونیت اپنے مذموم ارادوں سے نہ باز آئے ہیں اور نہ ہی آنے والے ہیں اس لئے کہ انکی گھٹی میں تو ہیں، اہانت، اور دیگر مکاتب فرقہ کے تعلیمات کی بے حرمتی شامل ہے وہ کیوں کراس سے چیچھے ہٹ سکتے۔ ہیں یہ مسلمانوں کا کام ہے کہ اپنی تدبیر کو عمل میں لا کر انہیں ان کے منحوس عزائم سے باز رکھیں چنانچہ قرآن کی اہانت کے بعد یوں تو مختلف دانشوروں، علماء و مفکرین، عوام دین اور درمندان قوم نے اپنے اپنے تاثرات پیش کئے لیکن رہبر انقلاب نے جن چیزوں کو اپنے بیان میں پیش کیا ہے وہ قابل غور ہونے کے ساتھ ساتھ تمام مسلم معاشروں کے لئے قابل استفادہ ہیں لہذا اپنی اس تحقیقی کاوش کے حسن اعتمام کے طور پر ہم اسلامی انقلاب کے رہبر کے بیان کا ترجمہ من عن پیش کر رہے ہیں:

بسم اللہ الرّحمن الرّحيم

قال اللہ العزیز الحکیم: انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون

ایران کی عزیز قوم اور اسلام کی عظیم امت:

امریکہ میں قرآن کریم کی بے حرمتی اور تو ہیں کا جنون آمیز اور نفرت انگیز واقعہ در حقیقت ایک بھی نہ کہ، تنفس اور غمین واقعہ ہے اور اس کو صرف چند حقن شرپنداوڑیوں نے افراد کی سمجھی کو شش قرآنیں دیا جا سکتا بلکہ یہ کام بعض ان مراکز کی جانب سے ایک سوچی سمجھی سازش اور منظم و مرتب منصوبے کے تحت انجام پذیر ہوا ہے جو کوئی بررسوں سے دنیا کو اسلام سے ڈرانے اور اسلام کا مقابلہ کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں اور سینکڑوں طریقوں اور ہزاروں تبلیغاتی، مواصلاتی اور شریعتی وسائل کے ذریعہ اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے کمرستہ ہیں ان کے فاسد اور مجرم حلقوں کا یہ ایک نیا سلسلہ ہے جس کا آغاز سلمان رشدی ملعون سے ہوا اور ڈنمارک کے کارٹونسٹ کی تو ہیں آمیز حرکت اور ہالی وڈی میں اسلام کے خلاف بنائی گئی دسیوں فلموں کے ساتھ یہ سلسلہ جاری رہا، جواب اس نفرت انگیز عمل کی شکل میں ظاہر ہوا ہے ان شرپنداوڑکات کے پس پر دکون لوگ اور کون شرپندا عناصر ہیں؟

حالیہ بررسوں میں ان شرارتوں کا سلسلہ افغانستان، عراق، فلسطین، لبنان اور پاکستان میں جاری رہا ہے جس کے بعد کسی بھی قوم کے شک و شبک کوئی کنجائش باقی نہیں رہتی کہ اس سازش کا اصلی نقشہ اور حقیقی منصوبہ صہیونی افکار اور سلطنتی نظام کے رہنماؤں کے ہاتھوں میں ہے جنکا امریکی حکومت، امریکی سکیورٹی اور فوجی اداروں نیز برطانوی حکومت اور بعض دیگر یورپی حکومتوں پر اچھا خاص اسلاط ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو 11 ستمبر کے واقعہ میں



ملوٹ ہیں اور مستقل تحقیقات کی روشنی میں 11 ستمبر کی کارروائیوں کا الزام انہی عناصر کے کاندھوں پر عائد ہوتا ہے جنھوں نے امریکہ کے اس دور کے جرائم پیشہ صدر کو افغانستان اور عراق پر حملہ کرنے کا بہانہ فراہم کیا اور اس نے صلیبی جنگ کا اعلان کیا اور اطلاعات اور پورٹوں کے مطابق اسی شخص نے کل یہ اعلان بھی کیا ہے کہ چرچ کے شامل ہونے سے اس صلیبی جنگ کا میدان کامل ہو گیا ہے۔

حالیہ نفرت انگیز اقدام کا مقصد یہ ہے کہ ایک طرف عیسائی برادری کو ہر لحاظ سے اسلام اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اتارا جائے اور پادریوں اور چرچ کی مداخلت سے اس کو مدد ہی رنگ دیا جائے تا کہ مذہبی تعصبات و تعلقات کا اس پر گہرا اثر پڑے اور دوسری طرف امت اسلام کا دل محروم کر کے اس کو مشرق و سطحی اور عالم اسلام کے مسائل سے غافل کر دیا جائے۔

عداوت اور دشمنی یہ اقدام کوئی نیا اقدام نہیں ہے بلکہ یہ عمل امریکی حکومت اور صہیونیزم کی سرکردگی میں اسلام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے طویل المدت منصوبہ کا حصہ ہے۔ سامراجی و انتشاری رہنماء اور نمایندگان کفراس لئے اسلام کے مقابلے میں آگئے ہیں، کیونکہ اسلام انسان کی آزادی اور معنویت کا دین ہے، اور قرآن رحمت و حکمت اور عدل و انصاف پر بنی کتاب ہے، تمام ادیان ابراہیمی اور تمام حریت پسندوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ملکہ اسلام سے مقابلہ کرنے کی صہیونیوں کی نفرت انگیز حرکتوں اور سازشوں کو ناکام بنا لیں، امریکی حکام فریب کارانہ اور خالی باتیں بن کر اپنے آپ کو اس تگیں جرم کی ہمراہی کرنے سے بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے ہیں۔ کئی برسوں سے افغانستان، پاکستان، عراق، لبنان اور فلسطین میں لاکھوں مسلمانوں کی عزت و حرمت، حقوق اور ان کے مقدسات کو پا مال کیا جا رہا ہے، لاکھوں افراد ہلاک، کئی ہزار مرد و عورتیں قید و بند کی صعقوتوں میں بیٹھا، ہزاروں بچے اور عورتیں اغوا، کئی لاکھ زخمی، معدور اور آوارہ وطن، ان لوگوں کو کس جرم کی سزا میں قتل کر دیا گیا؟ مسلمانوں کی اس مظلومیت کے باوجودہ، مغربی میڈیا میں کیوں مسلمانوں کو تشدد پسند اور اسلام اور قرآن کو بشیریت کے لئے سب سے بڑا خطہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے؟ ہر انسان جانتا ہے کہ امریکی حکومت کے اندر موجود صہیونیوں کی مدد، تعاون اور مداخلت کے بغیر اتنی بڑی اور وسیع سازش و عملی جامہ پہنانا ممکن نہیں ہے؟!

میرے عزیز بھائیو اور بہنو!

میں مندرجہ ذیل چند نکات کی طرف سب کی توجہ مبذول کرنا ضروری سمجھتا ہوں:

اول: اس حادثے اور اس سے پہلے رونما ہونے والے حادثے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آج سامراجی نظام کے حملے کا اصلی نشانہ، اسلام عزیز اور قرآن مجید ہے۔ اسلامی جمہوریہ ایران کے ساتھ سامراجی طاقتوں کی آشکارا دشمنی کا اصلی سبب بھی یہی ہے اور سامراجی طاقتوں کے ساتھ اسلامی جمہوریہ ایران کا آمنے

سامنے کا مقابلہ بھی اسی وجہ سے ہے۔ دشمن کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی نہ کرنے کا اظہارِ محض ایک شیطانی فریب اور بہت بڑا جھوٹ ہے وہ اسلام اور ہر اس فرد کے دشمن ہیں جو اسلام کا پابند ہے اور جس میں مسلمان ہونے کی کوئی علامت پائی جاتی ہے۔

دوم: اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ عداوتوں کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گذشتہ چند برسوں سے اب تک نور اسلام پہلے کی نسبت درختاں تر ہو گیا ہے۔ عالم اسلام بکہ مغربی ممالک میں لوگوں کے دلوں میں اسلام کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے اور لوگوں کے دلوں میں اسلام نے اپنا نفوذ اور راستہ بنالیا ہے اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ امت اسلامی پہلے کی نسبت بیدار ہو چکی ہے مسلمان قوموں نے اب سامراجی اور سلطنت پسند طاقتیں کی دو صدیوں سے اپنے بیروں میں پڑی ہوئی زنجیروں کو توڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ قرآن مجید اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی توجیہ ناقابل برداشت اور ناقابل تحمل اور بہت ہی تلخ عمل ہے لیکن یہ عمل اپنے دل میں ایک عظیم بشارت کا بھی حامل ہے کہ قرآن مجید کا درختاں آفتاب روز بروز درختاں تر ہوتا جائے گا۔

سوم: ہم سب کو جان لینا چاہیے کہ حالیہ حادثے کا تعلق چرچ اور عیسائی برادری سے نہیں ہے اور کچھ صہیونی مزدور پادریوں کی نازیبی حرکات کا الزام تمام عیسائیوں اور ان کے مذہبی رہنماؤں پر عائد نہیں کرنا چاہیے۔ ہم مسلمان اس قسم کے نازیبیاً عمل کو دوسرے ادیان کے مقدسات کے لئے ہرگز روانہ نہیں سمجھتے ہیں اس سازش اور منصوبہ کا اصلی مقصد مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان نفرت اور عداوت کی دیوار قائم کرنا ہے جبکہ ہمیں قرآن مجید نے جو درس دیا ہے وہ اس بات کے بالکل خلاف ہے۔

چہارم: آج تمام مسلمانوں کا امریکی حکومت اور امریکی سیاستدانوں سے مطالبہ ہے کہ اگر وہ اس معاملہ میں اپنی عدم مداخلت کے دعوے میں سچے ہیں تو انھیں چاہیے کہ وہ ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے دلوں کو مجرور کرنے والے اور اس جرم کا ارتکاب کرنے والے اصلی مجرموں کو کپڑا کر انھیں واقعی سزا دیں۔

والسلام علی عباد اللہ الصالحین ۸۳

سید علی خامنہ ای

۲۲ شہر یور ۱۴۰۹ھ

## حوالہ و حواشی :

- ۱۔ شناخت اخبار، جواد منصوری
- ۲۔ درج تجویز راه از کلام امام خمینی، فرهنگ تعلیم و تربیت ص ۳۲۶
- ۳۔ عوامل موثر در تعلیم و تربیت، از دیدگاه امام خمینی (ره) ص ۲۹۷

۳۔ احیاء علوم الدین، ج ۱۱

۵۔ مغربی سیاسی افکار، چودھری احسان اللہ، ج ۵۵۔

۶۔ ایضاً، ج ۵۵

۷۔ ایضاً، ج ۵۷

۸۔ ایضاً، ج ۵۷

۹۔ <http://www.jamejamonline.ir/news.aspx?newsnum=100886844802>

۱۰۔ <http://www.jamejamonline.ir/news.aspx?newsnum=100886844802>

۱۱۔ ستارخ یک ارتداد اسطوره ہے نبی انگزار سیاست اسرائیل، ۳ پروژہ صیونیزم،

رواق اندیش، شمارہ ۳۶، ج ۲۱، ص ۲۱

۱۲۔ جان کولن، جنگ روانی، ج ۲۶

۱۳۔ نساء ۱۰۲

۱۴۔ استعاری سازش، ج ۵، مسلمان در دام جنگ تدبیر یافتد [WWW.Baztab.com](http://WWW.Baztab.com)

۱۵۔ مسلمان در دام جنگ تدبیر یافتد [WWW.Baztab.com](http://WWW.Baztab.com)

۱۶۔ وزارت ایمان، امریکا، همراه قاتل، توسعہ، ۸۰/۳/۲۱

۱۷۔ مغربی سیاسی افکار، چودھری احسان اللہ، ج ۲۳

۱۸۔ [WWW.Baztab.com](http://WWW.Baztab.com)

۱۹۔ [www.urdupoint.com](http://www.urdupoint.com)، ۱۵، افروری ۲۰۰۶ء

۲۰۔ استعاری سازش، ج ۸

۲۱۔ محمد یعقوب کلین، اصول کافی، جلد اس، ۲۶

۲۲۔ حق البلاغہ مکتوب، ۵۳

۲۳۔ غرائیم، جلد ۲، ج ۸۰۲

۲۴۔ وَ قَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غَلَّثُ أَيْدِيهِمْ وَ لَعْنَا بِمَا قَالُوا يَلِيْهِمْ مَبْسُوطَنَ يُفْقَيْ كَيْفَ يَشَاءُ وَ لَيْزِيدَنَ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزَلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَ كُفْرًا وَ أَقْرَبَنَا بِهِمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبُغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَالًا اللَّهُ وَ يَسْعُونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَ اللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ۔

ترجمہ: اور یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بند ہے ہوئے ہیں جب کہ اصل میں انہیں کے ہاتھ بند ہے ہوئے ہیں اور یہا پہنچنے قول کی بنابر ملعون ہیں اور خدا کے دونوں ہاتھ کٹلے ہوئے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور جو کچھ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کا انکار ان میں سے بہت سوں کے کفار اور ان کی سرکشی کا دریاب اور ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لئے عروات اور لغض پیدا کر دیا ہے کہ جب بھی جنگ کی آگ بھڑکانا چاہیں گے خدا بجہادے گا اور یہ زمین میں مفادی کوشش کر رہے ہیں اور خدا مخدوں کو دوست نہیں رکتا۔ رمانہ ۲۳۔

۲۵۔ وَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمِنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤْذَدُ إِلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَنْ إِنْ تَأْمِنْهُ بِدِينَارٍ لَا يُؤْذَدُ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ذلِكَ



- بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمَّيَّنَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ /آل عِرَان١٥-
- ٢٦- فِيمَا نَفَضُوهُمْ مِثاقُهُمْ لَعْنَاهُمْ وَجَعَلُنا فُلُوبَهُمْ قَاسِيَّةً يُحَرِّقُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًا مِمَّا دُكَرُوا بِهِ وَلَا تَرَأَ طَلْعَهُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَاغْفُ عَنْهُمْ وَاصْفُحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ /رَمَادِه١٣-
- ٢٧- وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَفَقِيَّاً مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتَ وَأَيَّدَنَا بِرُوحِ الْقَدْسِ أَفَكُلَّمَا جَاءَ كُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهُوَ فَنُسُكُمْ أَسْتَكْبِرُتُمْ فَقَرِيقًا كَذَبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتَلُونَ /بَقِرَه١٧-
- ٢٨- لَعْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاؤَهُ وَعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَرُوا وَكَانُوا يَمْتَدُونَ /ما كَرَه١٨-
- ٢٩- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْخُذُوا يَاطَّهَةً مِنْ دُونَكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَيْلًا وَدُوا ما عَنْتُمْ قَدْ بَدَتِ الْبُضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَ لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ /آل عِرَان١١٨-
- ٣٠- إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصْدُرُوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيَنْفَقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ يَمْشُرُونَ /اَنْفَال٢٦-
- ٣١- مِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهُوَ الْحَدِيثَ لِيُضَلِّلَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بَغْرِيْلِمُ وَيَتَّخِذُهَا هُرُواً أَوْ لِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ . لَقَمان٢٠
- ٣٢- مَا يَرَوُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكُونَ أَنْ يَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رِبَّكُمْ وَاللَّهُ يَحْكُمُ بِرَحْمَتِهِ مِنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ بَقِرَه١٥
- ٣٣- وَدَ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ بَرُدُونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاغْفُوا وَ اضْفَحُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ بَقِرَه٠٩-
- ٣٤- وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقْمِثْ لَهُمُ الصَّلَادَةَ فَلَيَقْتُلُمُ طَائِفَةً مِنْهُمْ مَعَكَ وَلَيَأْخُذُوا أَسْلَحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلَيُكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَتَنَاهِي طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصْلُوا فَلَيُصْلُوا مَعَكَ وَلَيَأْخُذُوا جَدَرَهُمْ وَأَسْلَحَتَهُمْ وَدَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَعْقِلُونَ عَنْ أَسْلَحَتِكُمْ وَأَمْتَقِتِكُمْ فَيَمْلِئُونَ عَلَيْكُمْ مَمْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذْيَى مِنْ مَطْرِ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلَحَتِكُمْ وَخُدُوا جَدَرَهُمْ إِنَّ اللَّهَ أَعْلَمُ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ، نَسَاء١٠٢-
- ٣٥- لِتَجْدِنَ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا أَلْيَهُودُ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلِتَجْدِنَ أَفْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ نَصَارَى ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَسِيَّينَ وَرَهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ /رَمَادِه٨٢-
- ٣٦- بَيْنَ الْأَقْوَى مَا فِي بَيْنِ الرِّحْمَنِ وَالرِّحْمَنِ ٣٦-
- ٣٧- اِيضاً

<http://www.leader.ir/> - ٣٨

<http://www.hamshahrionline.ir/news-116051.aspx>

# اتحاد کے ملبردار





عظمیم مجاہد، اسوہ اتحاد و برادری

## آیت اللہ طالقانی

عز الدین رضا نژاد (جامعۃ المصطفی العالمیہ کی علمی کمیٹی کے رکن)

ترجمہ: کراچی بن اظہری

### مقدمہ:

ہر سال ۱۹ اگسٹ پورا تتمبر عظیم مجاہد اور جلیل القرآن دین آیت اللہ طالقانی کی برسمیت منائی جاتی ہے آپ نے پوری زندگی تھیں علم، تدریس، تبلیغ، جہاد، قید خانے اور جلاوطنی میں گزار دی، آپ کی ذات قابل تعریف اور لوگوں کے لئے اسوہ عمل ہے۔ آپ کی سب سے اہم خصوصیت یہ تھی کہ ہر میدان میں معاشرہ کے مختلف طبقات کے درمیان اتحاد قائم کرتے تھے آپ کی زندگی کے پچاس سال سے زیادہ کے ایام پر ایک نظر ڈالنے کے بعد بخوبی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ وسیع القلب اور اتحاد کے عظیم علمبردار تھے۔

### ولادت اور ایام طفولیت

آپ بروز شنبہ مورخ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ میں طالقان (صوبہ تہران میں واقع ہے) دیہات "گلبرگ" میں ایک عالم اور دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے آپ کا نام "سید محمود" رکھا گیا آپ کے والد ماجد سید ابو الحسن طالقانی تہران کے بزرگ اور نمایاں علماء میں شمار ہوتے تھے ایسے باپ نے اپنے بیٹے کی تربیت کی ذمہ داری سنبھالی

آپ کے والد کی عظمت و شرافت کے بارے میں امام خمینی نے فرمایا:

”ان کے پدر بزرگوار پر خدا کی رحمت ہو وہ پرہیزگار لوگوں میں بہت نمایاں تھے“ (محلہ، پیام ہاجر، سال ۱۸، شمارہ، ۲۰ ص/۲۲۶) آیت اللہ سید حسن بدلا جو ہمیشہ آپ کے ساتھ نہست و برخواست رکھتے تھے آپ کے والد سید ابو الحسن طالقانی کے زہد و تقویٰ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”آپ کے پاس عوام و خواص ہر طرح کے لوگ آتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ کسی طرح بھی شرعی رقم اور امام کے سہم مبارک سے استفادہ نہیں کرتے تھے آپ کا ذریعہ معاش گھری سازی تھا اسی سے اپنے ذاں اخراجات پورے کرتے تھے“

([www.bashgah.net/index.php](http://www.bashgah.net/index.php))

سید محمود حسن دیہیات میں زندگی بس کر رہے تھے وہ طالقان کا ایک اہم دیہیات تھا جو کہ طالقان سے ۱۳۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع تھا سمندر کی سطح سے ۲۲۲ میل بندی پر تھا اور دو صد یوں سے زیادہ سے تاریخ کے نقشہ میں وجود ملتا ہے۔ اس دیہیات کے رہائشی مکانات ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور تھوڑے نسبی علاقہ میں ہیں اور ان میں سے قدیمی طرز پر جو گھر تعمیر کئے گئے ہیں وہ صرف ایک منزلہ ہیں۔ دیہیات کے راستے سریز و شاداب باغات اور پرانے درختوں کی وجہ سے حسین باغستانی کوچ کی صورت میں ہیں چوں کہ یہ دیہیات پہاڑی علاقہ میں ہے اور اس کی آب و ہوا معتدل اور بہت خوبگوار ہے جس کی وجہ سے بہت سے قدرتی مناظر خاص طور سے بہار اور گرمی میں چاروں طرف سے پودوں اور بہت زیادہ خوبصوردار پھولوں سے پورا علاقہ چھپا ہوا رہتا ہے۔ آیت اللہ طالقانی کا گھر کچھ تھا جس میں تین کمرے دالان اور چھوٹا سا آگن تھا اور چوں کہ اس کوتار تاریخی، سیاسی، مذہبی اور ثقافتی لحاظ سے اہمیت حاصل تھی لہذا ملی و قومی آثار کی فہرست میں شمار ہو چکا ہے (آیت اللہ طالقانی کے گھر اور دیہیات کی تصویر دیکھنے کے لئے رجوع کریں):

<http://kimiaairline.blogfa.com/post46.aspx>

## طالب علمی کے ایام

سید محمود ۱۲۹۷ھ میں گلیری دیہیاتی مکتب میں داخل ہوئے جہاں کا نصب کمل کر کے ۱۲۹۸ھ میں تهران کے امین السلطان میدان میں ملا رضا کے مدرسہ میں داخلہ لیا اور دینی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہوئے تهران کے قفات آباد نامی محلہ میں سکونت اختیار کی تھراں میں محضر عرصہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۳۰۰ھ میں قم کے حوزہ علمیہ میں وارد ہوئے شروع میں مدرسہ رضویہ پھر مدرسہ فیضیہ میں سکونت اختیار کی آپ نے حوزہ علمیہ



کے سطحی دروس کو آیت اللہ عرضی خجھی، ادیب تہرانی اور آیت اللہ جنت کے پاس پڑھا۔ سید تقی طالقانی کے بقول سید محمود بہت اچھی صلاحیت کے مالک تھے آپ نے بہت منحصرہ دروس میں سطحی دروس کی تکمیل کی وہ کہتے ہیں: سید محمود نے میں جوانی کے ایام میں سطحی دروس کو مکمل کر لیا تھا اور حوزہ علمیہ قم کے بانی حضرت آیت اللہ العظمی شیخ عبدالکریم حائری کے درس میں شرکت کرنے لگے آپ نے حوزہ میں فقة اوصول کے دروس کے ساتھ (حوزہ میں یہ دونوں درس رائج ہیں اور ہر طالب علم کے لئے فقة اوصول پڑھنا ضروری ہے) آقائے تقی اشرافتی اور آقائے میرزا خلیل کمرہ ای کی خدمت میں فلسفہ اور حکمت کی تعلیم حاصل کی۔

سید محمود ۱۳۲۱ھ میں ۲۷ سال کی عمر میں اپنے والد کے سایہ سے محروم ہو گئے اس وقت آپ سے یہ درخواست کی گئی کہ تہران میں ایک مسجد کے پیش نمازی اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے فرائض کو سنبھال لیں لیکن چوں کہ آپ کو درس اور مباحثہ کا شوق زیادہ تھا لہذا اپنی تعلیم کی تکمیل کے لئے نجف اشرف روانہ ہو گئے وہاں پہنچ کر حضرت آیت اللہ ابو الحسن اصفہانی، شیخ محمد حسین غروی اور آقاضیاء عراقی میں سے بزرگ اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ ۱۳۲۱ھ میں عالم تشیع کے عظیم مرجع حضرت آیت اللہ العظمی آقائے سید ابو الحسن اصفہانی نے آپ کو اجتہاد کی سند مرجمت فرمائی، تم میں بھی حضرت آیت اللہ عبدالکریم حائری یزدی نے آپ کو حکام الہی کے استنباط و اجتہاد کی سند دی تھی، آیات عظام عرضی خجھی اور عظیم محدث شیخ عباس نقی نے بھی آپ کو نقل حدیث کا اجازہ مرحمت فرمایا تھا: (

([www.bashgah.net/index.php](http://www.bashgah.net/index.php)

### آثار و تالیفات

آیت اللہ طالقانی کے کچھ ایسے علمی آثار اور گرافنقر تالیفات ہیں جن سے اہل علم حضرات مستفید ہو رہے ہیں چنانچہ آپ کے جو آثار کتاب کی شکل میں زیور طبع سے آراستہ ہوئے وہ کم و بیش لوگوں کی دسترس میں ہیں ان کی تعداد ۱۲ جلدوں سے زیادہ ہے، آپ کی اکثر تقریریں، مقالات اور دیگر متعدد نوشتہ جات مختلف کتابوں میں شائع ہوئے ہیں مثلاً آپ کے حالات زندگی جسے خود آپ ہی نے مرتب کیا ہے کتاب ”طالقانی در زندان“ میں شائع ہوئے ہیں ان مطالب کو بہرام افراسیابی نے جمع کیا ہے، آپ کے نظریات کا مجموعہ بھی قید خانہ سے آزاد ہونے کے بعد (آبان ماہ ۱۴۵۵ھ) آپ کی رحلت ۱۹ شعبہ یور ۱۳۵۸ تک ”از آزادی تا شہادت“ کے نام سے تدوین پا چکا ہے۔

آپ کے مطبوعہ آثار یہ ہیں:

ا: گفتار ہائے رادیوی (جو ۱۳۲۵ھ سے مربوط ہیں)

- ۲۔ نبی الملائکے کچھ حصوں کا ترجمہ و توضیح۔
- ۳۔ عبدالفتاح عبدالمحصود کی کتاب ”امام علی بن ابی طالب علیہ السلام“ کی پہلی جلد کا ترجمہ۔
- ۴۔ پرتوے از قرآن (۶ جلدیں)
- ۵۔ اسلام اور مالکیت
- ۶۔ آیت اللہ نائی کی کتاب ”تبیہ الامة و تنزیہ الملة“ پر مقدمہ، خلاصہ، اور شرح۔
- ۷۔ بہ سوے خدامی رویم

### آیت اللہ طالقانی کی زندگی کے چند برسوں کی تفصیلات:

- ۱۵۔ اسفند ۱۲۸۹ھ میں طالقان کے دیہات گلیرج میں ولادت ہوئی۔
- ۱۶۔ میں گلیرد کے دیہاتی کتب خانہ میں داخلہ لیا۔
- ۱۷۔ میں تہران بھرت کی اور قفات آباد محلہ میں سکونت اختیار کی۔
- ۱۸۔ میں مدرسہ رضویہ اور مدرسہ فیضیہ قم میں درس کا آغاز کیا۔
- ۱۹۔ میں باپ کے سایہ سے محروم ہو گئے۔
- ۲۰۔ میں نجف اشرف بھرت کی اور وہاں کے بزرگ علماء سے کسب فیض کا سلسلہ شروع کیا۔
- ۲۱۔ میں تہران واپس آ کر مدرسہ سپہسالار (درسہ شہید مطہری) میں تدریس کی اسی سال شادی بھی کی۔
- ۲۲۔ میں طاغوتی حکومت کے خلاف مظاہرہ و مبارزہ کیا، گرفتار ہوئے چھ، (۲) ماہ قید خانہ میں رہے۔
- ۲۳۔ میں ”کانون اسلام“ کو تشكیل دیا، وہاں آموز رسالہ کو منتشر کیا اور مجاہد پارٹیوں کے ساتھ تعاون کیا۔
- ۲۴۔ میں مسجد ہدایت میں امامت کے فرائض سنچالے اور اپنی سرگرمیاں شروع کیں
- ۲۵۔ میں ”جبکی“ اور ”فرائیان اسلام“ دونوں مجاہد پارٹیوں کی حمایت کی۔
- ۲۶۔ میں ”فرائیان اسلام“ پارٹی کے لوگوں کو پناہ دی جس کی وجہ سے قید میں بند کئے گئے۔
- ۲۷۔ میں آیت اللہ بروجردی نے اپنا نامہ سندہ بنا کر الازہر یونیورسٹی کے رئیس اور مصر کے مفتی شیخ شلتوت کے پاس بھیجا۔ آپ نے قاہرہ میں منعقد ہونے والی دارالترییب کی اسلامی کانفرنس میں شرکت کی اور جمال عبد الناصر سے ملاقات بھی کی۔
- ۲۸۔ میں آیت اللہ مطہری کے ساتھ ملک کے اجتماعی مسائل کے بارے میں کئی جلسے منعقد کر کے حکومت

کی نئی حرکتوں کو بے نقاب کیا۔

۱۳۴۰ میں اسلامی کافنفس کے پروگرام میں شرکت کے لئے بیت المقدس کا سفر کیا تاکہ فلسطینی مظلوموں کے مشکلات سے باخبر ہو سکیں۔

۱۳۴۰ میں بازگان اور ڈاکٹر سعابی وغیرہ کے ساتھ نہضت آزادی کی تائیں میں شرکت کی۔

۱۳۴۱ میں (۳ بہن کو) پبلوی ظالم بادشاہ کے نوکروں نے ان کے گھر آ کر گرفتار کیا۔

۱۳۴۲ میں ۱۵ رخداد کے عوامی قیام میں شرکت کر کے ڈیٹیٹر خون بھار ہا ہے، کے عنوان سے بہت ہی مشہور، جو شیلا بیانیہ منتشر کیا اور دوبارہ قید کر لئے گیے۔

۱۳۴۶ میں (۹ آبان کو) زندان سے آزاد ہوئے۔

۱۳۵۰ میں زابل میں جلاوطن کئے گئے پھر ڈیڑھ سال کے لئے کرمان کے بافق شہر میں جلاوطن کئے گئے فلسطینی عوام کی حمایت میں یہ آزادی گئی۔

۱۳۵۳ میں مجاہدین خلق کے ذریعہ راز فاش ہو جانے کی وجہ سے پھر آپ کو قید کر دیا یا۔

۱۳۵۷ میں زندان قصر سے آزاد ہوئے۔

۱۳۵۷ میں نویں اور دسویں کوئی لاکھ لوگوں کو لے کر مظاہرہ کیا، شورائے انقلاب کے رکن بنے۔

۱۳۵۸ میں (۵ مرداد) کو حضرت امام تمییز کی جانب سے تہران کے سب سے پہلے امام جمعہ معین ہوئے آپ نے تہران یونیورسٹی میں سب سے پہلی نماز جمعہ پڑھائی۔

۱۳۵۸ میں (۱۶ مرداد کو) تہرانی عوام کی جانب سے مجلس خبرگان کے نمائندہ منتخب ہوئے۔

۱۳۵۸ میں (۱۹ رشہر یور کو) برس ہا رس راہ خدا میں جہاد، ظالم شاہی حکومت کا مقابلہ جلاوطن اور قید ہونے کے بعد رحلت فرمائے۔

علمی، ثقافتی اور سیاسی سرگرمیاں:

آیت اللہ محمد طالقانی نے قم اور نجف اشرف میں کسب علم و فیض کے بعد ۱۳۶۱ھ میں تہران واپسی کا قصد کیا، ڈلن واپس آ کر تہران کے مدرسہ سپہسالار (موجودہ مدرسہ عالی شہید مطہری) میں دینی علوم کی تدریس میں مشغول ہو گئے آپ نے اسی سال شادی بھی کی اپنی علمی و ثقافتی سرگرمیوں کو وہاں سے شروع کیا خود آپ کا بیان اس بارے میں یوں ہے:

”تعلیم ایام جن کا زیادہ تر حصہ حوزہ علمیہ قم مقدسہ میں اور کچھ حصہ بحیرہ اشرف میں گزرا، قم مقدسہ اور بحیرہ اشرف کے مراجع کرام سے اچھا دکا اجازہ حاصل کیا وہ نشستوں اور آشنا لوگوں کے اصرار پر میں تہران والپس آگیا، مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ ہمارے جوان ہم وطن لوگ ایمان اور عقائد کے لحاظ سے بہت زیادہ خطرات میں گرفتار ہیں، میں نے اپنے والد ماجد کی روشن پر جوانوں اور یونیورسٹی کے طلباء کے لئے عقائد اور تفسیر کے دروس رکھے، پھر تدریسی نشستوں کے بعد ماہ شہر یور ۱۳۲۰ھ میں چند اسلامی انجمنوں کو تشکیل دیا جیسے: کانون اسلام، ”ابن حجر تبلیغات اسلامی“، اتحاد یہ مسلمین ان میں سے ہر ایک نے منتظم طور پر بہت سی مفید چیزیں شائع کیں جو اس زمانہ کے لئے مناسب تھیں۔ میں ان تمام انجمنوں کے ساتھ اسلامی تعلیمات کی ترقی کے لئے تعاون کرتا تھا، مجلہ آئین اسلام میں قرآن اور نبی البلاعہ کی مختصر طور پر میں تفسیر لکھا کرتا تھا، یہ تمام انجمنیں خود مالی مشکلات میں گرفتار تھیں لیکن اس کے باوجود بھی سب نے بڑھ کر حصہ لیا جب کہ لوگ اس طرح کے اجتماعات سے مانوس و آشنا تھے۔ (افرasiabi، ۱۳۵۹ھ، ج ۸)

آقاۓ طالقانی کاظمیہ، یہ تھا کہ اگر مصلح علمائے دین اور مجتهدین کرام علمی و ثقافتی اور سیاسی سرگرمیاں انجام نہ دیں اور اسلام کے اجتماعی احکام و فوائد میں سے لوگوں کو روشناس نہ کرائیں تو یقینی طور پر باصلاحیت اور فعال و سرگرم جوان مارکس، لینین، و اشلن کی طرف مائل ہو جائیں گے اور ان لوگوں سے اپنے سوالات کے جواب کا مطالبہ کریں گے۔ آپ جوانوں کو بڑی محبت اور شفقت کی نظر سے دیکھتے تھے آپ ہر مکتب فکر کے جوانوں کو اس لئے شفقت و مہربانی کی نظر سے دیکھتے تھے کہ آپ کا عقیدہ تھا کہ جوانوں کا دل بالکل پاک ہوتا ہے اس کی ترقی و اصلاح اور تکامل کا بہت زیادہ ماحول فراہم ہوتا ہے اسی لئے آپ نے شہر یور ۱۳۲۰ھ سے اسلامی معارف و افکار کو نشر کرنے کے سلسلہ میں اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں لیکن رضا خان پہلوی نے آپ کی ثقافتی سرگرمیوں کو برداشت نہ کیا ایک بہانہ سے آپ کو گرفتار کر کے ۵۰ دنوں کے لئے قید خانہ میں بند کر دیا آخر کار آپ کو محانت کے ذریعہ آزاد کرایا گیا۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد (۱۳۲۲-۱۳۲۷) جب ایران کے اندر روس کا اشتو رسوخ ہو گیا اور کمپیونٹوں نے بغاوت برپا کی اور پیشہ وری کی قیادت میں علیحدگی پسند افراد ابھر کر سامنے آئے تو آقاۓ طالقانی علماء اور دینی و مذہبی برادری کی جانب سے اس علاقہ میں بھیج گئے آپ نے وہاں جا کر نزد یک سے جائزہ لیا اور دس (۱۰) دنوں تک قیام کیا پھر علیحدگی پسند افراد سے مقابلہ کے لئے لوگوں کو آمادہ کیا۔

آقاۓ طالقانی نے ۲۸ مرداد کی بغاوت کے بعد رضا خان کے خلاف ایک نیا جہادی طریقہ اختیار کیا



سابقہ اسلامی اور قومی تحریکیوں کو ملا کر ایک متحده اسلامی مجاہدین کا محاذاہ قائم کیا جس سے قومی مقاومت کی تحریک وجود میں آئی جو ۹۳۲ھ تک سرگرم عمل تھی اس دوران اس تحریک کے بہت سے اہم لوگوں کو گرفتار کیا گیا خود آقاۓ طالقانی کو بھی ایک سال کے لئے قید کیا گیا۔

اس دوران آقاۓ طالقانی نے اپنی سیاسی و مذہبی سرگرمیوں کے علاوہ اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت میں سیاسی تحقیقات کے سلسلہ میں آیت اللہ النائی کی کتاب ”تنبیہ الامة و تنزیہۃ الملہ“ پر مقدمہ اور حواشی لکھے پھر اسے شائع بھی کیا اس کے بعد آپ نے کتاب ”اسلام اور مالکیت کی تایف شروع کی خود آپ ہی نے یہ بتایا کہ ایک سال کی مدت میں یہ کتاب دوبارہ شائع ہوئی۔ (افرasiabi، گزشتہ حوالہ، ص ۸۷)

۹۳۳ھ میں مجلس شورائے ملی (قوی شوریٰ پارٹی) کے بیسویں ایکشن کے دوران آپ کی سرگرمیوں میں زبردست اضافہ ہو گیا پھر مسجد ہدایت (جس میں آپ نماز جماعت پڑھاتے اور تقریر کرتے تھے) ظلم و استبداد کے خلاف ایک مورچہ میں تبدیل ہو گئی جب ان جہادی سرگرمیوں میں شدت پیدا ہوئی تو ظالم حکومت کی جانب سے مسجد ہدایت کے تمام پروگراموں پر پابندی لگادی گئی لیکن مختلف لوگوں کے گھروں میں دوسری نشیں ہونے لگیں، آپ شہید مطہری کے ساتھ ان نشتوں میں اجتماعی مسائل کی تحلیل کرتے اور ظالم حکومت کے اسرا کو فاش کرتے تھے آپ نے ۱۳۲۰ھ میں نہضت آزادی کی تشكیل میں شرکت کی اور اسی سال قید کر دیئے گئے۔

قید خانہ سے آزاد ہونے کے بعد صوبائی اور حکومتی انجمنوں کی قراردادوں اور قوانین کے سلسلہ میں عوام کی نظر دریافت کرنے کے لئے شاہ کی جانب سے نمائشی ریفرنڈم پر اعتراض کرنے کے جرم میں کچھ دوسرے علماء کے ساتھ ۱۳۲۱ھ میں آپ کو بھی گرفتار کر کے قزل قلعہ قید خانہ میں بند کر دیا گیا۔ ظالم شاہ نے تقریباً ۵ ماہ بعد آپ کو اوائل ماہ جرم ۱۳۲۲ھ میں آزاد کر دیا۔

آپ نے آزادی سے فائدہ اٹھایا محرم ۱۳۲۲ھ کے عشرہ میں مسجد ہدایت میں منبر پر گئے امریکی انقلاب سفیدی کے تمام پروگراموں پر تبصرہ کیا فوج کے افسروں کو خطاب کرتے ہوئے ایک بیانیہ شائع کیا تاماں اسرار کو فاش کیا ان ساری سرگرمیوں کی وجہ سے دوبارہ گرفتار کرنے لئے گئے ۲۲ خرداد کو قصر کے قید خانہ نمبر ۲ میں اپنے دوسرے ساتھیوں سے الگ قید کر دیئے گئے دس (۱۰) برسوں تک قیدی بننے رہے یہ سرانجام کے بعد تمام قیدیوں کے لئے قید خانہ کے اندر ہی تربیت کے کچھ اصلاحی پر گرام مرتب کیے گئے کہ آپ نے ایک عرصہ تک اس قید خانہ کو درگاہ میں تبدیل کر دیا تھا، ہر ہفتہ کو تین (۳) راتوں میں تفسیر قرآن کا درس ہوتا تھا، ”پر توئے از قرآن“ یہ تفسیر تین (۳) جلدیوں پر مشتمل ہے، ”اسلام و مالکیت“ کی تجھیل یہ سارے آپ کے وہ کارنا میں ہیں جو خرد ۱۳۲۲ھ کے بعد



### قید خانہ کے اندر انجام پائے تھے۔

ابھی آپ کے قید خانہ میں بند ہوئے چار سالِ نزدیک تھے کہ عوام نے احتجاج کیا اور یہاں الاقوامی سٹھپنے دباؤ ڈالا گیا آخر کار ظالم شاہ نے ۱۳۲۷ھ میں آپ کو آزاد کر دیا پھر ۱۳۲۸ھ میں آپ نے نماز عیدِ فطر کے خطبہ میں زبردست انقلابی تقریر کی جس میں انسان کی خلقت، انبیاء کی بعثت اور اسلامی حکومت کی برقراری کے بارے میں بحث کی اور آخر میں فلسطین کے بارے میں لوگوں کو متوجہ کیا۔

آیت اللہ طالقانی کو صرف ایرانی جوان اور عوام کے افکار کو بدلتے کی فکر نہ تھی کیوں کہ وہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی سرنوشت کے بارے میں سوچتے تھے اسی لئے آپ نے ۱۳۲۹ھ میں ۱۳۲۸م ش کی طرح فلسطین کے بارے میں گستاخی اور اسی سال عیدِ فطر کے دن مظلوم فلسطینی مسلمانوں کے لئے نظرِ جمع کیا بعدواں سال (۱۳۵۰ھ) میں عیدِ فطر کے دن شاہی نوکروں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور مسجد میں جانے سے روک دیا پھر ایک ماہ بعد آپ کو زابل میں جلاوطن کر دیا گیا اور دیگر مذہبی لوگوں نے شاہ پر بہت دباؤ ڈالا ادھر شاہ کے مقامی نوکروں نے زابل میں آپ کی سکونت کو مصلحت کے خلاف دیکھا جس کی وجہ سے اپنے جاری کئے ہوئے حکم کے بارے میں شاہ کو نظر ثانی کرنی پڑی الہام دت میں کی کر کے آپ کو زابل سے ”بافت کرمان“ منتقل کر دیا تھا آپ اٹھارہ ماہ تہران سے دور رہے خرداد ۱۳۵۲ھ میں تہران واپس آئے اور خرداد ۱۳۵۳ھ کو حوزہ علمیہ قم کے طلاب نے مظاہرہ کیا جس میں تقریباً ۳۵۰ طلاب کرام کو گرفتار کیا گیا ان میں سے کچھ کو زبردستی فوج میں خدمات پر لگا دیا اور کچھ لوگ شاہ کے قید خانوں میں بند کر دیئے گئے جو لوگ ان کے حامی تھے انھیں بھی یکے بعد دیگرے گرفتار کیا گیا آیت اللہ طالقانی کو بھی پائیز ۱۳۵۴میں گرفتار کر کے دن سال کی سزا سن کر قیدی بنادیا گیا۔

شاہ کے خلاف ۱۳۵۶-۱۳۵۷میں حضرت امام خمینیؑ کی قیادت میں مسلمانوں کی جانب سے زبردست مظاہرے ہونے لگے حکومت کی چوپیں ہلنے لگیں شاہ نے اپنے خلاف داخلی و خارجی سیاسی مشکلات کو مکمل کرنے کے لئے مجاہدین کو آزاد کرنا شروع کر دیا آقاۓ طالقانی بھی آبان ۱۳۵۷میں شام کے وقت ملت ایران کے خونین و حماسہ ساز قیام کے ساتھ زندان قصر سے آزاد کر دیئے گئے قید خانہ سے رہائی پانے کے بعد اپنے انقلابی ساتھیوں سے رابط برقرار کیا اس وقت امام خمینیؑ سے ضروری رائے مشورے لیا کرتے تھے اندر وون ملک کے تمام امور میں نظارات اور لوگوں کی ہدایت کرتے تھے۔ آپ نے رہبر انقلاب سے ہم آنگی و موافق تھے اندر وون ملک کے بعد شدید کریمیوں کی قدرت و طاقت کا دنیا کے تمام لوگوں سے لوہا منوالیں۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد آپ برابر میدان جنگ و جہاد میں حاضر تھے حضرت امام ٹمیٰ کی جانب سے تہران کے سب سے پہلے امام جماعت منتخب کئے گئے آپ نے نماز جماعت کے خطبوں میں مختلف ثقافتی اور سیاسی مسائل پر روشنی ڈالی۔

آپ کو امام ٹمیٰ کی قیادت سے بڑا عشق تھا آپ امام کے بہت وفادار تھے آپ دوسروں کو بھی تشوق و ترغیب کرتے تھے آپ نے ایک مرتبہ گفتگو کے دوران فرمایا: ”میں نے امام ٹمیٰ کو بڑے لیقین و خلوص کے ساتھ اپنا رہبر تسلیم کیا ہے اور ہمیشہ سے یہ کوشش کی ہے آپ کی راہ پر چلتا رہوں کیوں کہ آپ عظیم شخصیت کے مالک ہیں، اسلام اور اس صدی کے لئے باعث افتخارات ہیں۔“ (شکوری ۲۷، ص ۳۳۲)

آپ مسلم پچاس برسوں تک اسلام کو زندہ کرنے، قرآن پر عمل کرنے کرنے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی غرض سے کوشش کرتے رہے، ایک عرصہ تک استعمار و ظالم و استبداد کے خلاف جہاد کرتے رہے بہت تحفیظ برداشت کیں، لیکن خدا پر بڑا پختہ ایمان تھا اور اسلام کے اغراض و مقاصد سامنے تھے جن کی وجہ سے سب کچھ برداشت کیا، آخر کار ان ساری عظیم خدمات کے بعد رات میں ایک فتح کر ۲۵ منٹ پر دل کی دھڑکن بند ہو جانے کی وجہ سے ۱۹ اکتوبر ۱۳۵۶ھ کو اس دارفانی سے رحلت کر کے معبد حقیقی سے جا ملے۔ ([www.bashgah.net/index.php](http://www.bashgah.net/index.php))

### عظیم قربانیوں کا اثر

آیت اللہ طالقانی کا نام نامی نصف صدی تک حماسہ، مقاومت، مجاہدت، وسعت قلبی، استبداد کے خلاف معرکہ آرائی، عدالت پسندی، آزادی خواہی کی یادداشت ہے، آپ کا نام ہمیشہ اخلاص، دینداری، دینی جدت سے جڑا ہوا تھا، آپ سیاست و دیانت میں ہم آہنگی کے قائل تھے جیسا کہ آپ کی جہادی زندگی اور بے دینی، بنا انسانی اور طاغوتی استبداد کے ساتھ مقابلہ آرائی۔

نیز آپ کی تدریس و تبلیغ کا ہر دور اس پر شاہد اور گواہ ہے آپ نے جو کچھ سیکھا تھا دوسروں کو بھی سکھایا، اسلامی معارف و افکار کو زندہ کرنے کے لئے کسی کوشش سے دریغ نہیں کیا۔ آپ کے بلند افکار و خیالات میں نہ صرف ایران بلکہ دوسرے تمام اسلامی ممالک بھی تھے آپ اپنے دینی فرائض کی انجام دہی اور اپنے زمانہ کی جوان نسل کے لئے ذرہ برابر بھی کم نہیں کرتے تھے اسی لئے آپ کی زندگی میں جب سیاسی و اجتماعی سخت ترین حالات پیدا ہو چکے تھے بھی آپ نہایت بصیرت کے ساتھ سرگرم عمل تھے۔ دہائی ۱۳۲۰ھ کے واقعات سے لے کر تیل کے

تو می ہونے اور فدائیان اسلام وغیرہ کی تحریک تک انہوں نے میدان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بلاشک آپ ایک مجاہد عالم دین کا ایک بلند ترین نمونہ اور اسوہ حسنہ تھے، میدان جہاد اور تحریک میں آپ کا طور طریقہ یقیناً عدیم المثال تھا۔

آیت اللہ طالقانی نے جہادی سرگرمیوں کے دوران نہایت وسعت قلمی، محبت، مصلحت اندیشی سے کام لیا۔ آپ کا عقیدہ یہ تھا کہ فی الحال تمام لوگوں کو اپنی طرف جذب کرنا چاہئے اس وقت تمام پارٹیوں، انجمنوں اور سارے عوام کو متحد کر کے طاغوت اور طاغوتی افراد کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دینا چاہئے آپ برابر اسی کوشش میں تھے اسی بنابرہت سے ایسے افراد تھے جو فکر و عقیدہ کے لحاظ سے آپ کے ہم خیال نہ تھے انکی عظیم مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے آپ سب کچھ برداشت کر رہے تھے۔

آیت اللہ طالقانی نے استقلال، آزادی و جمہوری اسلام کی راہ میں تمام مجاہدین کی طرح برس ہا برس قید خانہ کی صعوبت کو برداشت کیا اور ظالم ستم شاہی نظام کی وجہ سے آپ کو جلاوطن کیا گیا لیکن ان سارے دشوار حالات میں آپ نے کبھی انقلاب کے رہبر حضرت امام ثیمی کا ساتھ نہ چھوڑا ان کے بلند افکار کے تابع رہے، آیت اللہ طالقانی نے مبارزہ و جہاد کے دوران ہر قدم پر امام ثیمی کی پیروی کی، چاہے وہ قید خانہ ہو یا کوئی اور جگہ، ہمیشہ انقلاب کے اغراض و مقاصد کو ترجیح دی۔ انھیں ساری خوبیوں کو دیکھتے ہوئے امام ثیمی نے آیت اللہ طالقانی کو ”ابوزرمان“ کا لقب دیا جب یہ دونوں حضرات انقلاب کی کامیابی کے بعد اور ایک طولانی عرصہ کے بعد ایک دوسرے سے ملے تو اس طرح ہم آغوش ہوئے جس سے دونوں کے درمیان قبیلی معنوی اور جذباتی لگاؤ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

آپ بہت تیز بین اور نکتہ سنج تھے اس قدر بالصیرت تھے کہ اس حساس دور میں برابر اتحاد و برادری کی دعوت دیتے اور سب کو انقلاب اسلامی کی عظمت کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے، آپ ایک تقریر میں معاشرہ کے مختلف عوام سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”بھائیو! بہنو! بیٹو! اس وقت دنیا کے مشرق و مغرب کے تمام لوگوں کی نظریں تمھاری طرف جھی ہوئی ہیں ساری دنیا کے لوگ متوجہ ہیں اور وہ یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں ہمیں امید ہے کہ ہم اس عظیم تاریخی ذمہ داری کو نبھانے میں نہ صرف لئے بلکہ اس دنیا کی سرنوشت کے لئے بھی جو دشمنوں کے زیر اثر ہے موثر ثابت ہو جائیں۔۔۔ ہمارے اسلامی انقلاب نے تمام اسلامی اور مستضعف ملکوں میں فکری و اجتماعی انقلاب برپا کر دیا ہے“

(روزنامہ ایران، شمارہ ۲۷۶۲)



## عالم اسلام کے مسائل کے لئے اہتمام:

آیت اللہ طالقانی معاشرہ اور جوانوں کے معنوی، سیاسی اور اجتماعی معاملات میں بہت حساس تھا اس کے علاوہ آپ عالم اسلام کے مسائل کو بھی بہت اہمیت دینے تھے مثلاً آپ ”جمعیت اتحادیہ مسلمین ایران“، ادارتی کمیٹی کے رکن تھے جس کا کام یہ تھا کہ اسلامی ملکوں کے سیاسی و اجتماعی مسائل کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کرتی تھی اسی طرح آپ نے کشمیر والجراز اور فلسطین کی آزادی و استقلال کی حمایت کی، ۱۳۳۱ء میں ایران کی نمائندگی کرتے ہوئے کراچی میں مسلمانوں کی کافرنیس میں شرکت کی اور ۱۳۳۸ء نیز ۱۹۱۶ء میں ایک کمیٹی کے ساتھ بیت المقدس میں عام اسلامی کافرنیس میں شرکت کی اور چھٹی نشست کے صدر کے عنوان سے اسلامی ملکوں میں اتحاد کی ضرورت پر زور دیا۔ نیز استعمار و صہیونیت سے خطرات سے باخبر کیا۔ (پاگہ حوزہ، شمارہ ۲۵، ۱۹۱۶ء شہر یورپ ۱۳۸۵)

## قرآن کے روشن فکر مفسر

آیت اللہ طالقانی جب ۱۳۱۸ھ میں قم سے تہران واپس گئے تو آپ کی بہت مخالفت کی گئی جس کی وجہ سے آپ نے تفسیر قرآن کا درس شروع کیا آپ قرآن کی مہوریت اور مسلمانوں کے اپنی زندگی میں اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بہت متفکروں میں رہتے تھے آپ کا عقیدہ یہ تھا کہ قرآن جو صرف طاقوں، الماریوں سے مرحومین کی مجبوتوں میں سامنے آتا ہے، مسلمان اس مہوریت کو دور کریں۔ آپ کا عقیدہ تھا کہ قرآن فتنی کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ قرآن کے بعض مسائل و حقائق، میدان عمل میں فعالیت کے دوران انسان کے لئے واضح ہوتے ہیں نہ کہ گوشہ تھائی میں اس تفسیر کو اس کے بیان کو اس کے بیان کو کھنکھلانے سے اور نہ ہی ان مطالب کو جمع کرنے سے۔ (پاگہ حوزہ، شمارہ ۱۹۱۶ء وقت کا ماحول یہ تھا کہ ظالم شاہ مستقیم اور غیر مستقیم صورت میں قرآن اور اسلام کی آسمانی تعلیمات کو موجور رکھنا چاہتا تھا لہذا اس سلسلہ میں اس اندام کی بہت اہمیت تھی۔ قرآن کے زیر سایہ آپ نے تبلیغی و ثقافتی سرگرمیاں شروع کیں جس کی برکت سے آیت اللہ طالقانی نے ”پرتوے از قرآن“، نامی تفسیر کو بالکل سادہ اور آسان زبان میں زندان کے اندر مرتب کر دیا جب کہ قید خانہ کے اندر تحقیق و مطالعہ کے لئے ستائیں موجود تھیں جن سے آپ تفسیر کی تدوین میں مدد لیتے اسی بنا پر اس میں حوالے کم ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی فکری اضافات کی کثرت ہے۔ آپ ایسی تفسیر کا نظریہ رکھتے تھے جو علمی و اجتماعی تفسیر ہو یہ مسئلہ ایک طرف سے آیت اللہ طالقانی کے زمانہ کی طرف لوٹتا ہے جس میں علم و دین کے درمیان تعارض کا نظریہ تھا وسری طرف اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ علم و دین میں ہم آہنگی کے قائل تھے آپ کا عقیدہ تھا کہ دین اور سیاست جدا نہیں ہیں البتہ آپ کا نظریہ یہ نہیں تھا کہ ایک علمی تفسیر میں ہر مترازل اور جدید نظریہ پر اعتماد کر لیا

جائے تاکہ قرآن کے مستقل بیان کی طرف توجہ نہ کرتے آیات کو ان نظرات سے تطبیق دیں اور تاویل کریں بلکہ آپ کا عقیدہ یہ تھا ”اس زمانہ کے مفہوم کے لحاظ سے قرآن ایک علمی کتاب نہیں ہے بلکہ کتاب ہدایت ہے“ آپ معتقد تھے کہ اگر آسمان سے کوئی کتاب آئے اور خلقت کے تمام اسرار کو بیان کر دے تو انسان کی تکالیٰ سیر کو مفلوج کر کے رکھ دے گی کیوں کہ عالم کے علل اور قوانین آہستہ انسان کے لئے کشف ہونا چاہئیں اور دین، فطريات اور تنظيم نفسانيات و اجتماعات کے لئے ہے۔ (پگاہ، حوزہ، شمارہ ۱۹۱)

### اتحاد آفریں افکار:

آیت اللہ طالقانی علم و عمل کا پیکر تھے اپنی علمی و تبلیغی سرگرمیوں کے ساتھ آپ نے اپنے قرآنی افکار کو سیاسی و اجتماعی میدان میں ظاہر کیا، آپ دینی روشن فکر لوگوں میں سب سے آگے تھے آپ لوگوں کو اس اسلام کی طرف دعوت دیتے تھے جسے ابھی نئی زندگی ملی تھی آپ نے تدوین و تالیف اور تدریس و تبلیغ میں اپنے اتحاد آفریں افکار کو ظاہر کیا ہے ہم ذیل میں کچھ ایسے نمونے بیان کر رہے ہیں جو اسلامی اتحاد و انجام اور مسلمانوں کے تمام فرقوں کے لوگوں میں اتحاد و ہم آہنگی کی ضرورت پر دلالت کرتے ہیں:

آیت اللہ طالقانی کے تمام مسلمانوں (شیعہ و سنی دونوں) کو اتحاد کی دعوت کے پیغام کے ایک حصہ میں آیا ہے ”ہم جانتے ہیں کہ ولایت اور حضرت علی علیہ السلام پر ایمان کا مسئلہ شیعوں کے اصول میں سے ہے، شیعوں کی اساس سے ہے لیکن اسے بھی اختلاف انگیز طریقہ سے بیان نہیں کرنا چاہئے چنانکہ مسلمان ایک دوسرے کے مقابل میں کھڑے ہو کر اسلام کا نعرہ لگاتے ہوئے، آیات کی تلاوت کرتے ہوئے الگ الگ صاف بنالیں۔ (محلہ امت اسلامی، سال اول شمارہ ۱۳)

آپ کا عقیدہ تھا کہ دشمن پوشیدہ طور پر ہمیں بھڑکانے کی کوشش میں ہیں وہ ہمارے ساتھ کینہ و مکر کرتے ہیں وہ ہمارے اختلافات اور صفت بندیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (گزشتہ)

آیت اللہ طالقانی نے پی آخري تقریر میں اس طرح دعا کی: خدا یا! ہمارے عظیم رہبر کی تائید و مدد فرمائو جو حضرت علی علیہ السلام کی اولاد سے ہیں یہ ہمارے درمیان اتحاد کا ذریعہ ہیں انھیں کامیاب اور محفوظ رکھ۔ (۱۲۱، رمضان المبارک ۱۴۰۰) کی رات میں یہ تقریر کی، کاخ سعد آباد، محلہ امت اسلامی، سال دوم، شمارہ ۳۳)

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد آپ ہی تہران کے سب سے پہلے امام جمعہ تھے آپ نماز جمعہ کو اتحاد کا مظہر جانتے اور کہتے تھے: نماز جمعہ اور عظیم و معنوی اجتماعات، یہ سب اتحاد کی برکت ہیں، مقصد میں اتحاد رہبری

میں اتحاد یہ ساری چیزیں ہمارے لئے خیر و برکت ہیں۔ (گزشتہ حوالہ)  
 آپ کا نظر یہ تھا کہ مشکلات میں گرفتار ہنا اور ترقی نہ کرنا یہ سب امت اسلام کے درمیان تفرقہ کی وجہ سے۔ (دائرۃ المعارف تُشیع، ج ۱۰، ص ۳۲۲)

عالم اسلام کو جن خطرات کا سامنا تھا آیت اللہ طالقانی کو اس کے متعلق بہت غم ہوا سب سے زیادہ خطرہ اسرائیل کی حکومت سے تھا جو اسلامی ملکوں کے قلب میں واقع ہے جسے عالمی استکبار کی ہر طرح سے حمایت حاصل ہے فلسطین کی مقدس سر زمین پر وہاں کے مسلمانوں پر مظالم ڈھانے کے لئے اس کی بنیاد رکھ گئی ہے۔ (رجی ۱۳۸۲، ص ۳۰۲)

### اتحاد کی عملی کوشش:

آیت اللہ طالقانی کے انکار اتحاد کی دعوت دیتے ہیں اس کے ساتھ آپ نے عملی طور پر اپنی ثقافتی اور اجتماعی سرگرمیوں میں اسلامی مذاہب کے درمیان تقریب اور اسلامی امت کے درمیان اتحاد کے سلسلے میں بہت موثر قدم اٹھائے چنانچہ اتحاد کے بارے میں آپ کی چند کوششوں کا خلاصہ یوں ہے۔

آپ ”دار التقریب میں المذاہب الاسلامیہ“ کی بنیاد ڈالنے کی حمایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:  
 تقریب کی راہ جسے کچھ بیدار اور مجاہد علماء نے اختیار کیا ہے وہ بھی ہے کہ فکری نور کے ذریعہ اسلامی روابط کے پورے ماحول کو روشن کریں اور نوک قلم کے ذریعہ مسلمانوں کے فکری افق پر جو تاریک بادل ابھی باقی رہ گئے ہیں انھیں زائل کر دیں تاکہ حقیقی اتحاد برقرار ہو جائے صرف ظاہری و صوری اتحاد نہ ہو۔ (موسسه امام ہادی ۱۳۸۹، ص ۲۰)

اسلامی کانفرنسوں میں شرکت جن میں کچھ یہ ہیں: شعبہ المسلمین کانفرنس (کراچی ۱۳۳۱ھش)، اسلامی کانفرنس قاہرہ (۱۳۸۰ش) اسلامی کاننفس فلسطین۔ (۱۳۸۰ش)

فلسطین کی اسلامی کانفرنس میں شرکت کے وقت آیت اللہ طالقانی نے اپنے اس یادگار سفر کے بارے میں کہا: ۱۳۲۸ء میں سب سے پہلے جب میں فلسطین کی کانفرنس میں گیا تو فلسطین کے جن لوگوں کے گھر اجڑا دیئے گئے تھے ان کے بارے میں غور کرنے لگا، اسلامی اور عربی ممالک سے بہت سے نمائندے اس کانفرنس میں آئے تھے لیکن کچھ لوگ صرف جو شیلی تقریریں کر رہے تھے اور ظاہر میں ان مظلومین اور ان کی غصب شدہ مسجدوں کی طرفداری کر رہے تھے میں قریب سے فلسطینی عوام کی افرادگی، ان پڑھائے گئے ظلم اور ان کے حقوق کی پامالی کا مشاہدہ کر رہا تھا سچتا تھا کہ یہ لوگ کیسے اقوام متحدہ اور ان ملکوں سے امداد حاصل کر رہے ہیں جنہوں نے ان کو بے طن اور در بر کیا ہے پہلے ان کو ان کے ڈلن سے نکال باہر کیا پھر انھیں فقیر بے چارہ سمجھ کر ان کی مدد کی۔

آیت اللہ طالقانی نے اس تاریخ سے ۲۰ سال بعد عید فطر کے خطبہ میں ۱۳۸۸ھ میں فلسطین کا مسئلہ اٹھایا اور لوگوں سے بتایا کہ فلسطین کے مسلمان بڑے مظلوم ہیں آپ نے لوگوں سے یہ درخواست کی کہ فلسطینیوں کی مدد کے لئے اپنے اپنے فطروں کی رقم جمع کریں خود آپ نے بھی اس پر عمل کیا، (رجی، گزشتہ حوالہ، ص ۳۰۲)

دارالقریب میں المذاہب الاسلامیہ کی تائیس کے وقت آیت اللہ لعلی آقائے بروجردی نے آپ کی تشویق و تائید کی۔

حضرت آیت اللہ لعلی آقائے بروجردی کی تائید پر آپ نے اسلامی مکملوں کا دورہ کیا۔ مصر کے ایک سنی انصاف پسند مسلمان کی اہم کتاب ”علی بن ابی طالب“ کا ترجمہ کیا۔ (گزشتہ حوالہ، ص ۲۲۳)

۱۳۸۸ھ میں ”میرزا خلیل کرہ“ کے ساتھ بیت المقدس کی کانفرنس میں شرکت کی اور الازہر کے مفتی شیخ علیتوت کے پاس آیت اللہ لعلی آقائے بروجردی کا پیغام لے کر گئے۔

## منابع و مأخذ

- ۱- افراسیابی، بهرام، پدر طالقانی در زندان جنبش، تهران، ۱۳۵۹
  - ۲- تحری، محمد رضا، زندگی و مبارزات سیاسی آیت اللہ طالقانی برداشت اسناد، سایت [www.tebyan.hamedam.ir](http://www.tebyan.hamedam.ir)
  - ۳- دائرۃ المعارف تشیع، نشر شهید سعید مجتبی، تهران، چاپ اول ۱۳۸۳-
  - ۴- رجی، محمد حسن، علمای مجاہد، نشر مرکز اسناد انقلاب اسلامی، تهران، چاپ اول ۱۳۸۲-
  - ۵- شکوری ابوالفضل، سیرہ صالحان، انتشارات شکوری، قم ۱۳۷۲-
  - ۶- مؤسسه امام ہادی اتحاد و انسام، انتشارات پیام امام ہادی قم، چاپ اول ۱۳۸۶-
- [www.bashgah.net/index.php](http://www.bashgah.net/index.php)-۷
- <http://kimiaairline.blogfa.com/post46.aspx>-۸



# شیخ محمد بنجیت مطعی، تقریب پسند عالم اور مصنف

ع. ر. امیر دہی  
کراچی، حسین افغانی

خلاصہ:

شیخ محمد بنجیت مطعی (۱۳۵۲-۱۲۷۱ھ) نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے اور قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد الازہر یونیورسٹی میں داخلہ لیا مختلف اسلامی دروس کو کامیابی کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچایا جوں کہ آپ کو فضادوت کے شغل سے دلچسپی تھی لہذا فتحی کی تعلیم شروع کی اور اس کے بعد متعدد شہروں میں قضاوت کے عہدے پر فائز رہے پھر کچھ عرصہ کے بعد مصر میں عدیہ کی ریاست عالیہ کے منصب پر فائز ہو گئے آپ اپنی زندگی کے آخری چوتھائی حصہ میں تدریس و تالیف میں مشغول ہوئے شاگردوں کی تربیت کے علاوہ دسیوں کتابیں اور دوسرے علمی آثار آپ کی یادگار ہیں آپ کی علمی ثقافتی زندگی کا سب سے اہم کردار مصلحانہ طرزِ تفکر، تقریب مذاہب اسلامی، مختلف فقہی مذاہب کے نظریات کی وضاحت اور بے تعصبات ہونا ہے۔ مذہبی اتحاد کے سلسلہ میں آپ کی کوششوں کے چند نمونے یہاں پر بیان کئے گئے ہیں۔

**کلیدی الفاظ :**

شیخ محمد بنجیت مطعی، الازہر، اتحاد کے سلسلہ میں کوششیں، مفتی مصر۔

## ولادت اور تعلیم:

آپ ”اسیوط“ نامی صوبہ کے نزدیک شہر ”المطیعہ“ کے ایک مسلمان مالکی مذہب خاندان میں ۱۰ ارخمن ۱۷۲ھ (۱۸۵۱ء) میں پیدا ہوئے آپ کا نام ”محمد“ رکھا گیا والد کا نام حسین تھا انھوں نے بیچن ہی سے آپ کو دینی تعلیمات سے روشناس کرایا، انھوں نے محمد کو چار سال کی عمر میں لکھنے پڑھنے پر آمادہ کیا محمد نے حفظ قرآن اور تجوید و قرائت کے دروس کو دس سال کی عمر سے پہلے مکمل کر لیا اس کے بعد ۱۸۲ھ میں ”الازہر“ یونیورسٹی میں داخلہ لے کر مالکی مذہب کی فقہ کی تعلیم شروع کی۔

جس علاقہ میں آپ کی ولادت ہوئی تھی وہاں مالکی فقہ کا رواج تھا، ابتدائی تعلیم دینے والے مدرسین اور مسجدوں کے امام جماعت اسی مذہب کی ترویج کرتے تھے اس لئے آپ نے الازہر میں داخلہ لینے کے بعد مالکی مذہب کا مطالعہ کیا اور اس سے متعلق بہت سی کتابوں کو پڑھا ان میں سے ایک کتاب ”مختصر خلیل“، کو حفظ کیا مالکی مذہب کے متاخرین علماء اس کتاب کو بہت اہمیت دیتے ہیں اسی لئے مالکی مذہب کے بہت سے فقهاء نے اس کی شرح لکھی ہے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

محمد بن عبد اللہ بن علی خرشی (.....۱۱۰ھ) ”الف: الشرح الکبیر علی متن خلیل“

ب: محمد بن احمد بن محمد علیش (.....۱۲۹۹ھ.ق) مختصر خلیل

ج: محمد بن احمد بن عبد الرحمن حطاب (.....۹۵۷ھ). مawahib al-Jamil fi Sharh Mختصر خلیل

د: محمد بن یوسف عبدری موافق (.....۷۸۹ھ).التاج والاکلیل فی شرح مختصر العلامۃ خلیل۔ ان کے علاوہ دوسروں نے بھی اس کی شرح کی ہے۔

آپ حنفی مذہب سے آشنا تھے اور اس سے لوگوں کو روشناس کرانے کی صلاحیت رکھتے تھے آپ کیسے مالکی مذہب سے حنفی مذہب کی طرف مائل ہوئے اس کے بارے میں بہت سے نظریات ہیں ان میں سے ایک نظریہ یہ ہے: ایک دن آپ کے ایک دوست نے پوچھا: ”آپ الازہر سے فارغ ہونے کے بعد کیا کریں گے؟“ شیخ محمد نے اپنے دوست کے جواب میں کہا: میں قاضی بننا چاہتا ہوں۔ ان کے دوست نے اس تو قع اور امید کو عملی نہ ہونے کے سلسلے میں کہا: قضاوت کے لئے حنفی مذہب کی تعلیم ضروری ہے۔ شیخ محمد نے اپنے اس پسندیدہ شغل میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے مالکی مذہب کی تعلیم کو ترک کر دیا پھر حنفی مذہب کی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔

یہ پادر کھنے کی بات ہے کہ عثمانی حکومت کے تمام حدود میں رسمی و قانونی دستور العمل کی بنیاد پر تمام علاقوں



مجملہ مصر میں قضاوت کی ذمہ داری حنفی مذہب کے علماء کے ذمہ تھی دوسرے مذاہب کے علماء کو مندرجہ قضا پر بیٹھنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔

ڈاکٹر محمد سوتوی کے قول شیخ محمد بنجیت نے مالکی مذہب کو چھوڑ کر حنفی مذہب کو اختیار کیا اس واقعہ کو جناب استاد ڈاکٹر علی جمعنے بھی بیان کیا ہے جو مصر کے مفتی تھے۔ نیز شیخ محمد بنجیت کے تحصیل علم کے طریقے کے بارے میں بیان کیا کہ وہ حسن بن عمار حنفی (۹۹۳-۱۰۲۶ھ) کی کتاب ”شرح مراتی الفلاح“ پڑھنے کے لئے دو استادوں کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے آپ سے پوچھا گیا: آپ ایک ہی کتاب کو پڑھنے کے لئے دو استادوں کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا: ہر استاد کا کتاب کی شرح بیان کرنے میں اپنا ایک مخصوص طریقہ ہے۔

### شیخ محمد بنجیت کے اساتذہ:

شیخ محمد بنجیت نے اپنی ولی مراد: حاصل کرنے کے لئے حنفی مذہب کے اصول اور فقہ کی تعلیم حاصل کی تا کہ قضاوت کا منصب پا سکیں اسی دوران انہوں نے اپنے تعلیمی مدارج میں اضافہ و استحکام کی خاطر دوسرے اسلامی مذاہب کے اصول و فقہ کا بھی مطالعہ کیا اس سلسلے میں انہوں نے عربی علوم و ادبیات کے علاوہ دوسرے بھی بہت سے علوم کسب کئے جیسے: تفسیر، حدیث، توحید، نحو، صرف و بلاغت اور منطق۔ آپ کو اس بات پر فخر تھا کہ آپ کو الازہر کے بزرگ علماء کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا ہے جن میں سے بعض اہم اساتذہ کے نام یہ ہیں:

شیخ محمد منوری شافعی (۱۲۸۸-۱۲۸۸ھ) جو علم بلا غلط اور عروض میں ماہر تھے۔

شیخ محمد عباسی مہدی (۱۲۲۳-۱۳۱۵ھ-ق) آپ حنفی مذہب کے وہ سب سے پہلے عالم تھے جنہوں نے الازہر یونیورسٹی کی سرپرستی کو قبول کیا اور فتویٰ صادر کرنے میں آپ کی شہرت ہوئی چنانچہ آپ کی سب سے اہم تالیف ”الفتاویٰ المحمدیہ“ ہے جو (۷ جلد) میں مشتمل ہے۔

شیخ عبدالرحمن بن محمد شریبی (۱۳۲۶-۱۳۲۶ھ-ق) جو شافعی مذہب کے فقیہ تھے اور ۱۳۲۲ھ میں تک الازہر کے استاد تھے۔

شیخ عبدالغنی ملوانی۔

شیخ احمد بن محبوب فیوی رفاعی (۱۳۲۵-۱۳۲۵ھ) جو مالکی مذہب کے فقیہ اور علم نجومیں ایک ماہر استاد تھے۔

شیخ عبدالرحمن بخاروی۔ شیخ محمد البیوی۔ شیخ محمد ابن الجی۔ شیخ محمد عتر۔ شیخ درستادی۔

سید جمال الدین افغانی (۱۲۵۲-۱۲۵۲ھ) علم فلسفہ اور علوم عقلیہ کے استاد تھے۔

شیخ حسن طویل (۱۲۵۰ھ۔۱۳۱۷ھ) جو مالکی مذہب کے عالم تھے اور علوم معقول و منقول کے ماہر تھے۔ آپ کو جلیل القدر اساتذہ سے کسب علم و فیض کا بہترین موقع ملا اس کے ساتھ ہی اپنی رات دن کی انتہا کوششوں سے اس زمانہ میں الا زہر کے ایک اعلیٰ درجہ کے عالم بن گئے اسی نے آپ کو ”عالم“ کا سٹیفکٹ دیا گیا اور ایک استاد کا جو مخصوص لباس ہوتا ہے وہ بھی عطا کیا گیا۔

جب آپ کو ”علم“ کی سنبل گئی تو آپ نے الا زہر میں علوم فقہ و توحید اور منطق کا درس دینا شروع کر دیا اور دوسال کے بعد شرعی قضاوت کے عہدہ پر فائز ہو گئے آپ نے مختلف شہروں اور متعدد علاقوں میں قضاوت کے فرائض انجام دیئے جن کے نام یہ ہیں: قلبوبیہ، غلی، بور سعید، سولیس، فیوم، اسیوط اور اسكندریہ، اس کے بعد ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں مصر کی عظیم عدالت کے پہلے رکن کے عنوان سے منتخب ہوئے، پھر ۱۹۰۵ء کے اوخر میں سرکاری ادارہ میں ملازمت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

مصر میں شاہ حسین کے بر سر اقتدار ہونے کے بعد شیخ بخت مصر کے مفتی کے عنوان سے منتخب کئے گئے۔ آپ نے ۹ صفر ۱۳۳۳ء سے مصر میں قضاوت کے منصب کو سنبھالا آپ کا یہ علمی منصب ریٹائرڈ ہونے کے آخری سال ۱۹۲۱ء تک جاری رہا ان چند برسوں کے دوران آپ کی جانب سے تقریباً ۲۰۲۹ فتوے صادر ہوئے اس مدت میں آپ تدریس، تالیف و تقریر اور مناظروں میں بھی مشغول رہے۔

آپ نے الا زہر یونیورسٹی میں علوم تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، توحید، فلسفہ اور منطق کی مفصل کتابوں کا درس دے کر بہت سے لاکٹ شاگردوں کی تربیت کی ان تلامذہ نے بعد میں اسلامی معارف کو نشر کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کے ممتاز شاگردوں میں شیخ حسین محمد مظلوم عدوی مالکی (۱۸۹۰ء۔ ۱۹۹۰ء) کا نام قبل ذکر ہے جو مصر کے ایک مفتی، فقیر و محدث اور اصولی نیز صوفی مسکن تھے انہوں نے مختلف موضوعات پر بہت سی کتابیں تالیف کیں اور شیخ عبدالجید سلیم کے بعد مصر کے مفتی کے منصب پر فائز ہوئے تھے۔

### شیخ بخت کی وفات:

شیخ محمد بخت نے بروز جمعہ نماز عصر سے کچھ پہلے مورخہ ۲۰ ربیعہ ۱۳۵۲ھ کے مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور دارفانی سے دارباقی کی طرف کوچ کر گئے۔ آپ کی رحلت کی المناک خبر سن کر لوگ غمزدہ حالت میں اپنے کو تشيیع جنازہ کے لئے آمادہ کرنے لگے ۳ ربیعہ عصر کے وقت بروز شنبہ ۲۱ ربیعہ ۱۹۳۶ء کو برقی للہیوں،“ سے تشيیع ہوئی جس میں حکومت کی جانب سے فوج، سرکاری عہدداروں، الا زہر کے بزرگ علماء اور طلاب

نیز سب سے آگے آگے عظیم استاد شیخ محمد مصطفیٰ مراغی از ہر یونیورسٹی کے رئیس تھے ساتھ میں بہت سے سرکاری ملازمین اور نانی گرامی افراد بھی تھے۔ نماز جنازہ کے بعد عقیدت مندوں کے کاندھوں پر جنازہ اٹھایا گیا اور ”قرافۃ البحارین“ میں دفن کر دیا گیا۔ دُن کے بعد آپ کی تجلیل و تکریم کے سلسلے میں بہت سے پروگرام منعقد کئے گئے۔ فاتحہ کی ایک بہت عظیم مجلس منعقد کی گئی تھی علماء اور ادباء نے امیر عمر بن طوسون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۲ء) کی ریاست میں بروز جمعہ ۱۹ ارذی الحجۃ ۱۳۵۲ھ ق مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۳۶ء میں ”دارالمرکز عمومی جوانان مسلمان“ قاہرہ میں منعقد کیا اس میں انجمن کے رئیس اور بہت سے علماء نیز بزرگوں نے بھی شرکت کی جن کے نام یہ ہیں: شیخ مراغی، محمد صدقی پاشا ان کے علاوہ: شیخ فہم عبدالجید لبان، شناوی جیسے اساتذہ بھی تھے۔ اس مجلس میں دو ہزار سے زیادہ افراد نے شرکت کی۔

#### تالیفات:

مجموعی طور پر آپ کی تالیف کی تعداد ۳۰۰ ہے آپ کے آثار پر ایک اجمالی نظر ڈالنے کے بعد آپ کی علمی صلاحیت، ثقافتی خدمت اور علمی معارف پر آپ کے عبور کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے چنانچہ آپ نے علم کلام و توحید، علوم قرآن و حدیث، فقہ و اصول اور دیگر دینی معارف کے سلسلے میں بہت کچھ لکھا ہے آثار کی فہرست یہ ہے:

۱. تنبیہ العقول الانسانیہ لِمَا فِي آیات القرآن من العلوم الكونیہ.
۲. حقيقة الاسلام و اصول الحكم.
۳. توفیق الرحمن للتوفیق بین مقالہ علماء الهيئة و بین ماجاء فی الاحادیث الصحیحة و آیات القرآن .
۴. القول المفید على وسیلة العبید.
۵. المقدمة على شفاء السقام فی زيارة خیر الانام .

۶. الجريدة البهية فی علم العقائد الدينية۔ (علام ابوالبرکات کی شرح پر حاشیہ ہے)۔

۷. حسن البيان فی ازالۃ بعض شبہ وردت علی القرآن .

۸. الكلمات الحسان فی الحروف السبعة و جمع القرآن.

۹. حجۃ الله علی خلیفة فی بیان حقيقة القرآن و حکم کتابتہ و ترجمتہ.

۱۰. الكلمات الطیبات فی المأثر من الروایات عن الاسراء والمعراج.

۱۱. رفع الاعلاق عن مشروع الزواج والطلاق.

١٢. ارشاد الامة الى احكام الذمة.
  ١٣. القول الجماع في الطلاق البدعى والمتابع .
  ١٤. ارشاد العباد للوقف على الاولاد.
  ١٥. ارشاد القارئ والسامع الى ان الطلاق اذا لم يضف الى المرأة غير واقع.
  ١٦. ارشاد اهل الملة الى اثبات اهله.
  ١٧. احسن الكلام فيما يتعلق بالسنة والبدعة من الاحكام .
  ١٨. سلم الوصول لشرح نهاية السؤال في شرح منهج الأصول . (یکتاب علم اصول میں ہے) .
  ١٩. البدر الساطع على جمع الجماع .
  ٢٠. حل الرمز عن معنى اللغز .  
نیز دیگر آثار و تایفات۔
- ان سارے آثار کے علاوہ ہزاروں فتحی فتوے ہیں جو آپ نے مصر اور دوسرے اسلامی ممالک کے لوگوں کے سوال کے جواب میں صادر کئے ان فتاویٰ میں اکثر ایسے فتوے ہیں جن میں زمانہ کے مسائل و مشکلات پر خاص طور سے توجہ دی گئی ہے مثلاً کمسنٹوں کے انکار و خیالات یا بعض اسلامی ملکوں کے حکمرانوں کے اختلافات یا وہ اخلاقی براہیاں جو قانونی طور پر انجام پاتی تھیں یا مسیحیوں کے تبیشری گروہ نیز مستشرقین کے گروہوں سے مقابلہ کی تشویق و ترغیب، یہ سارے وہ امور تھے جو باعث بنے ہوئے تھے کہ مصر کا اسلامی معاشرہ اس زمانہ کی تمام گمراہیوں سے نجات پیدا کرے اور تمام مسلمان، اسلام کے دشمنوں کی ثقافت سے محفوظ رہیں۔
- اجتماعی - لفاظی کوششیں:**

شیخ محمد بنخیت مطعی پہلی ذیقعده ۱۳۳۲ء میں مصر کے منتخب ہوئے، قضاؤت کے دوران آپ براہ راست اور غیر معمتیم صورت میں اس زمانہ کے اہم حادثات اور واقعات سے بخبر نہ تھے مثلاً محمد عبده کے زیر نظر الاذہر میں اصلاح کی جو مخالفت ہوئی اور علی یوسف (مصر کے ایک شاعر اور روزنامہ نگار) کی شادی کے بارے میں جو مشکلات پیش آئیں اور ۳۰۰ھ ۱۹۲۱ء کے واقعات جن سے مصر کو استقلال نصیب ہوا۔

شیخ بنخیت مطعی ”الارابط الشرقيّة“ کے بھی رکن تھے لیکن کچھ لوگ چوں کہ علی عبدالرازاق کے خلاف صادر ہونے والے فیصلہ کو واپس لینے کی کوشش میں تھے لہذا ۱۳۰۳ھ ۱۹۲۵ء میں آپ نے اس انجمن سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ آپ اس زمانہ کے مختلف مسائل میں فکری اعتبار سے سرگرم طور پر شریک ہوتے تھے ان میں سے بعض امور یہ ہیں: قرآن کے ترجمہ کے بارے میں زیاء، خواتین کی حالت، ”وقف بر اولاد“، کملغی کرنے کے خلاف

مبارزہ و مقابلہ چنانچہ مختلف موضوعات کے بارے میں آپ کے آثار اور علمی مکتبات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ کی توجہ ان سارے مسائل کی طرف تھی جن اسلام کو مغربی علوم و فنون سے خطرات پہنچ سکتے تھے۔ (داستانہ

جهان اسلام، ج ۲، ص ۲۲۹)

### اتحاد سے متعلق آپ کے افکار

آپ کے اندر کوئی مذہبی تعصّب نہ تھا اور مختلف مذاہب کے نظریات بیان کرنے کے لئے آپ ہر قسم کے تکلف کو رکرتے تھے۔ فتاویٰ صادر کرنے کے سلسلہ میں اجتماعی طور پر اتفاق پیدا کرنے کی تاکید کرتے تھے اور دوسروں کے فقہی مذاہب و نظریات کو نہیں ٹھکراتے تھے۔

تمام فقہی مذاہب کا احترام ضروری ہے کوئی مذہب معصوم نہیں ہے کہ اسے دوسروں پر ترجیح دی جائے۔

اسلامی مذاہب میں سے ہر ایک پر عمل کرنا مجری و کافی ہے۔

آپ عالم اسلام کی تمام علمی، دینی ضروریات کا جواب دیتے تھے اور مسلمانوں کی شافتی مشکلات دور کرنے کے لئے اہتمام کرتے تھے۔

آپ فقہی مذاہب کے تمام بیرونی و کاروں کے درمیان تقریب پر ایمان و اعتقاد کرتے تھے اور اسلامی اتحاد کی دعوت دیتے تھے۔

### اتحاد کے بارے میں کوششیں:

یمن اور ججاز کے درمیان جو پانچ سال (۱۹۲۹ء۔ ۱۹۳۴ء) تک اختلافات رہے اور نجد و ججاز کے بادشاہ ملک عبدالعزیز بن سعود (۱۹۳۶ء۔ ۱۹۵۳ء) اور یمن کے حاکم امام یحییٰ بن محمد بن یحییٰ حمید الدین (۱۹۳۷ء۔ ۱۹۴۷ء) کے درمیان برابر نکاش رہا کرتی تھی آپ ان کے درمیان صلح کی کوشش کرتے رہتے تھے، آپ نے دونوں کے پاس پیغام بھیج کر انہیں نصیحت کی اور دو مسلمان ملکوں میں بے گناہ لوگوں کے قتل و خوزیزی سے انھیں ڈرایا۔

آپ سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا حضرت زینب علیہ السلام مصر میں دُن ہیں یا کسی دوسری جگہ تو آپ نے بزرگ مورخین مجملہ طبری، ابن اثیر و ابن حبیر اور سخاوی کی رائے سے استناد کرتے ہوئے اپنا عقیدہ یوں ظاہر کیا کہ نتو حضرت زینب علیہ السلام اپنی زندگی میں مصر آئی تھیں اور نہ آپ کا جنازہ مصر لا�ا گیا۔ اسی کے ساتھ آپ نے اس نظریہ کے مخالفین کا جو عقیدہ تھا اسے بھی بیان کر دیا اور بتا دیا کہ کچھ صوفی مجملہ ابو سحاق ابراہیم بن احمد بن اسماعیل خواص اور ابو محمد عبد الوہاب بن احمد بن علی شمرانی حنفی ہمارے اس نظریہ کے مخالف ہیں۔ آپ نے اس موضوع کے بارے میں اختلافات کی طرف توجہ کئے بغیر علمی نظریات کو بیان کیا اور جب اپنا نظریہ بیان کیا تو کچھ لوگ موافق و مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے لیکن آپ نے کسی موافق یا مخالف گروہ کے بارے میں کوئی رد عمل ظاہر نہ کیا تاکہ

کوئی اختلاف نہ ہوا اور اسلامی اتحاد کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

اگرچہ شیخ محمد مطیعی حنفی مذہب تھے اور وہ ”محمد بن خیث مطیعی حنفی“ کے نام سے صادر شدہ فتاویٰ پر دلخیظ کرتے تھے لیکن مختلف مذاہب کے نظریات کو بہت اہمیت دیتے تھے اسی مقصد کے تحت آپ نے ”موسسه اجتہاد جماعتی“ کی بنیاد رکھی تاکہ وہاں سے جو احکام و فتاویٰ صادر ہوں ان پر بہت سے لوگوں کی نگرانی رہے اس لحاظ سے آپ ان نظریات کو ترجیح دیتے تھے جو اسلامی معاشرہ کی واقعیت کے ساتھ مطابقت رکھتے تھے آپ اس طرح معاشرہ کی مشکلات کا اعلان کرتے تھے۔

کچھ نظریہ پر اذ لوگ مجملہ ”رینان“ جیسے لوگ فتنہ برپا کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے لکھا تھا کہ فارس قوم (اہل ایران) شیعہ ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں۔ شیخ محمد بن خیث نے فریاد بلند کی کہ ”خداجاتنا اور گواہی دیتا ہے کہ رینان جھوٹا ہے فارس (ایران) میں کچھ شیعہ لیکن وہ لوگ ہر چیز سے پہلے مسلمان ہیں فارس کے مفکروں رہبر افراد زمانہ قدیم سے اب تک مسلمان رہے ہیں وہ لوگ بھی تمام مسلمانوں کی طرح حج اور طواف کرتے ہیں، دوسرے مسلمانوں کی طرح کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں، تمام مسلمانوں کی طرح روزہ رکھتے ہیں، ایرانیوں کی قلمی اور مطبوعہ کتابیں تمام ملکوں کے بازاروں میں بھری پڑی ہیں یہ ساری کتابیں اسلامی اصول (کلام و عقائد) اور فروع (فقہ) کے بارے میں ہیں۔“

شیخ مطیعی نے اپنی کتاب ”رفع الاغلاط عند مشروع الزواج والطلاق“ مطبوعہ دار الفاروق بالحیرہ، مصر کے صفحہ ۱۰۰ پر اسلامی مذاہب کے درمیان اختلافی مسائل کے بارے میں نیز اس سلسلہ میں کوئی شخص کسی کو دوسرے مذہب پر بھی عمل کرنے سے نہیں روک سکتا، لکھا ہے: ”کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ امامیہ (شیعہ حضرات) جو اس وقت مصر میں زندگی بسر کر رہے ہیں بغیر کسی تخفی کے اپنے مذہبی (شیعی) نظریات پر عمل کرتے ہیں؟“ آپ نے اس نکتہ کو بیان کر کے یہ اعلان کر دیا کہ مذہبی تھسب بہت بری چیز ہے ہر مذہب کے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا صحیح ہے آپ تمام لوگوں کو تقریب مذاہب کی دعوت دیتے تھے۔

#### منابع و مآخذ:

اس مقالہ میں ڈاکٹر محمد سوچی کی کتاب ”محمد بن خیث المطیعی الفقیہ الاصولی المفتی“ سے ان مطالب کا خلاصہ و اقتباس کر کے پیش کیا گیا ہے جسے مجع جہانی تقریب مذاہب اسلامی نے شائع کیا ہے۔ نیز دانشناامہ جہان اسلام، ج ۲، ص ۲۳۹/۲۳۹ کی طرف رجوع کیا جائے۔

# عالم اسلام کا تعارف



شاعر اتحاد : سال پیغمبر مختاره

۱۶۲

## بوسنیا و ہرزگوین بیسویں صدی میں (۳)

عز الدین رضا نژاد

ترجمہ: سید نجیب الحسن زیدی

گزشتہ دو حصوں میں بوسنیا و ہرزگوین کے سیاسی و اجتماعی نشیب و فراز کو پیش کیا گیا، زیر مطالعہ تحریر میں دوسری عالمی جنگ کے بعد سے بیسویں صدی کی نوے کی دہائی کے نشیب و فراز، اس کے بعد قومی اور داخلی جنگ، صربستان اور کروشیا کی مداخلت، سابقہ یوگوسلاویہ سے اس کی جداگانی، معاهده صلح اور تصوف کی طبقیں، فارسی زبان و ادب، کتب خانے اور بوسنیا کے ایک مقامی باشندہ کی زبان سے موجودہ بوسنیا کے مسلمانوں کی اجتماعی و ثقافتی صورت حال پر مشتمل مطالب کو بیان کیا جائے گا۔

**بوسنیا دوسری عالمی جنگ کے بعد سے نوے کی دہائی کی جنگ تک:**

اپریل ۱۹۴۱ء میں یعنی متعدد افواج کے ذریعہ یوگوسلاویہ پر قبضہ کے دوران سے لیکر دوسری عالمی جنگ تک بوسنیا و ہرزگوین کروشیا کے ایک حصہ کے طور پر علیحدہ نہ ہونے والی آزاد {Autonomy} ریاست میں تبدیل ہو گیا۔

ڈکٹیٹر اوستاشا نے بوسنیا و ہرزگوین کو آزادی عطا نہیں کی بلکہ ملک کوتاریجی سرحدوں کے برخلاف ۱۹۴۲ء میں تقسیم کر دیا ۱۹۴۵ء میں {Tito} کے طرفداروں نے بوسنیا و ہرزگوین کو متعددین کے قبضہ سے آزاد کرالیا اور ”خلق بوسنیا“ نامی حکومت وجود میں آئی۔

ٹیٹو {Tito} کی کمپونٹ حکومت کے ابتدائی ایام میں مسلمانوں کو اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا، اس تاریخ

سے نوے کی دہائی تک بوسنیا کے علاقہ میں بہت سے ایسے نشیب و فراز سامنے آئے کہ جن میں سب کی تفصیل اس تحریر میں پیش کرنا ممکن نہیں ہے لیکن ان رونما ہونے والے حالات پر ایک اجتماعی نظر ڈالنے کے کی غرض سے ہم انہیں دو حصوں ”پابندیوں اور محرومیوں“، ”جدوجہد، حاصل اور قابل قوت نکات“ کے عنوان سے ذیل میں پیش کر رہے ہیں

### الف)۔ پابندیاں اور محرومیاں {Deprivation}:

- ۱۔ اسلامی عدالتلوں کی فعالیت پر پابندی، نیز ۱۹۷۶ء میں اسلامی مراسم اور عیدوں پر پابندی۔
- ۲۔ ۱۹۵۰ء میں خواتین کے پرداہ پر پابندی۔
- ۳۔ بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے والے مکاتب پر پابندی نیز ۱۹۵۰ء میں بچوں کی مساجد میں تعلیم کو جرم قرار دینا۔
- ۴۔ صوفی طریقوں اور درویشی سرگرمیوں کو منوع قرار دینا اور ۱۹۷۲ء میں مسلمانوں کے تعلیمی اور ثقافتی مراکز پر پابندی لگایا جانا۔
- ۵۔ ۱۹۶۲ء تک اسلامی اٹھیچر کے نشر و انتشار پر پابندی۔
- ۶۔ مسلمانوں کی مساجد کو میوزیم، انبارخانوں اور اصطبلوں میں تبدیل کرنا اور جنگ میں بری طرح متاثر ہونے والی مساجد کی دوبارہ تعمیر و ترمیم نہ کرنا۔
- ۷۔ مسلمانوں کے بہت سے قبرستانوں کو، دفتری اور رہائشی عمارتوں اور پارکوں میں تبدیل کیا جانا۔
- ۸۔ ۱۹۵۸ء میں زراعت سے متعلقہ موقوفہ زمینوں کو قومی ملکیت قرار دیا جانا۔
- ۹۔ بہت سے مذہبی مدارس من جملہ (سارا یو) میں مدرسہ غازی خسرو بیگ پرتالا ڈال دینا۔
- ۱۰۔ امرکی دہائی میں حکام وقت کی جانب سے اسلامی عقائد کی نشر و اشاعت پر پابندی اور ۱۹۸۳ء میں سارا یو میں عدالت کی تشکیل، اور علی عزت بگوتیج سمیت ۱۲ افراد کو بغاوت اور قومیت کے خلاف عمل کرنے کے جرم میں مکوم کرنا۔
- ۱۱۔ ۱۹۹۱ء میں یو گوسلاویہ اور بوسنیا و ہرزگوین کے سیاسی منظر نامہ کا صربوں اور کروشیائیوں کے درمیان چلی آرہی خلش سے متاثر ہونا۔
- ۱۲۔ سال کی ابتداء میں صربستان کے صدر جمہوریہ میلوشوچ نے یو گوسلاویہ کی تمام زمینوں کو اپنی سابقہ حالت پر رہنے کا مطالبہ کیا اور ہر طرح کے استقلال و جدائی کی پر زور مخالفت کی حتی ”میلوشوچ“،



{Milosevic} نے یہ اعلان کیا کہ اگر یوگوسلاویہ سے متعلقہ تمام زمینوں کو پرانی حالت پر نہ رکھا گیا تو وہ پورے کروشیا و بوسنیا کو صربستان میں شامل کر لیں گے۔

۱۳۔ یوگوسلاویہ اور کروشیائی فوج کی حمایت کی بنا پر خاص کر کروشیائی صربوں کے درمیان ہونے والی فوجی جنگ پوں کی وجہ سے پورے ملک میں تباہ کا پیدا ہونا۔

۱۴۔ یوگوسلاویہ کی فوج کی جانب سے اکتوبر ۱۹۹۱ میں کروشیا کی ”دبروئیک“ بندرگاہ کا محاصرہ اس محاصرہ میں ہرز گوئیں کے سبب صربوں نے بھی حصہ لیا تھا۔

## ب) جدو جہد اور نکات قوت:

۱۔ چار جہوری خطبوں میں مستقل طور پر الگ الگ ”مجمع اعلائے اوقاف“ کی جانب سے ۱۹۹۲ء میں تصویب شدہ اسلامی معاشرہ کے بنیادی دستور العمل کے مطابق مجلس علماء و وقف اسلامی کی تشکیل جس میں رئیس العلماء و وقف اسلامی کے چار اراکین فیصلہ کرنے والی عالی مرتبہ شخصیات حاضر تھیں جنہیں وقف اسلامی کی مجلس عاملہ نے اختیار کیا تھا، البته رسی طور پر فعال یا اسلامی بھی حکومت کی زیر گرانی تھی۔

۲۔ ۱۹۵۰ سے ۱۹۶۰ کے آخر کی دہائیوں میں اسلامی معاشرہ کے ساتھ طرز عمل میں معتدل روایہ اختیار کیا جانا اور بوسنیا کے ممتاز مسلمان سیاستدانوں کی چند عرب ممالک اور انڈو ٹشیا میں خدمات۔

۳۔ مسلمان متعددوں، جیسے پروفیسر ”محمد فیلیپ ایونچ اور عاطف پور یو ایز“ نے مسلمانوں کو ایک قوم کی صورت میں متعارف کرنے کے لئے مہم چھیڑی لیکن کیونٹوں کی پارٹی نے ”فلیپ ایونچ“ کو ۱۹۶۲ء میں باہر نکال دیا۔

۴۔ ۱۹۷۱ء میں مسلمانوں کو ایک قوم کی صورت میں قبول کر لیا گیا

۵۔ ۱۹۷۱ء میں مسلمانوں کی حیثیت میں اس قدر بہبودی ہوئی کہ ”جمال بیدنچ“ نے ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۴ء تک وزیر اعظم کے منصب پر فائز ہو کر حکومت کی باگ ڈور سنگھاں، بیدنچ بھی پیشتر مسلمانوں کو ایک قومیت کے طور پر مان لئے جانے پر زور دیتے رہے تھے، اس دہائی میں مسلمان صربوں کی توقع کے برخلاف اپنی جمہوریہ میں ایک اہم اور مقتدر پارٹی کے طور پر ابھر کر سامنے آئے۔

۶۔ ۱۹۷۷ء میں سارا یوکی یونیورسٹی میں اسلامی الہیات کے کالج {Faculty} کی تاسیس ہوئی

۷۔ ۱۹۸۰ء میں ٹیٹو کی موت کے بعد اسلامی حیات کی نشأۃ ثانیہ صربوں کی قوم پرستانہ نظریات میں

اضافہ سے ربرو ہی کہ جو کوز و اوور بوسنیا و ہر زگوئین کے مسلمانوں کے مقابل اسلام مختلف روحان رکھتے تھے اور معاندانہ رویہ اپناتے تھے، دوسری طرف حکومتی اہلکاروں اہل منصب بھی اسلامی روحان کے مقابل اور زیادہ حساسیت کے حامل تھے، کچھ مسلمان علماء بوسنیا میں کھلم کھلا کیوں شی نظام پر تنقید کرتے تھے اور ایران کے اسلامی انقلاب کے بعد تو یہاں تک ہوا کہ بوسنیا کے مختلف علاقوں میں امام ثمنی رحمۃ اللہ علیہ کی تصاویر پھیل گئیں۔

۹۔ جنوری ۱۹۹۰ء میں کمیونسٹ پارٹی کے سقوط اور اصلاح طلب کمیونسٹوں پر قوم پرستانہ نظریات رکھنے والی پارٹیوں کے غلبہ کے بعد بوسنیا و ہر زگوئین میں متعدد سیاسی پارٹیاں وجود میں آئیں۔  
۱۰۔ علی عزت بگووچ کی سربراہی میں ڈیموکریٹک پارٹی کو لیشن میں کھلی ہوئی کامیابی نصیب ہوئی اور پارلیمنٹ کی زیادہ تر کرسیوں پر اس نے اپنا قبضہ جمالیا۔

۱۱۔ علی عزت بگووچ کی سربراہی میں حسب ذیل مناصب و ذمہ داریوں کے ساتھ تین اصلی پارٹیوں سے مل کر وجود میں آئے متحده مجازی حکومت کی تشکیل:

الف: صدر جمہوریہ کے طور پر عزت بگووچ

ب: وزیر اعظم کے طور پر کروشیائیوں کی جانب سے ”پورہ پلوان“  
ج: پارلیمنٹ کے اپنیکر کے طور پر صربوں کی جانب سے ”موحیلوبراینٹک“

۱۲۔ ۲۵ جون ۱۹۹۱ء میں کروشیا اور اسلوونیا نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا بوسنیا و ہر زگوئین کے صربوں نے بھی فوراً یہ اعلان کیا کہ یوگوسلاویہ کا فڈریشن ایک بڑے صربستان میں باقی رہے گا۔ لیکن بوسنیا و ہر زگوئین کے صرب لشیں علاقوں نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

۱۳۔ عزت بگووچ نے کروشیا اور صربستان کی لڑائی میں بوسنیا و ہر زگوئین کے بے طرف رہنے کا اعلان کیا لیکن ”کاراچیخ“ صربوں کی ڈیموکریٹک پارٹی کے صدر نے اس عمل کو صربوں کے خلاف عمل سے تعییر کیا۔

۱۴۔ اس لحاظ سے کہ صربوں کا یوگوسلاویہ کے فڈریشن پر قبضہ مسلمانوں اور کروشیائیوں کے لئے خوش آیندہ نہیں تھا مسلمانوں اور کروشیا کے نمایندوں نے موجودہ سرحدوں کے ساتھ ساتھ خود مختاری کے حق میں ووٹ دیا۔

۱۵۔ ۲۹ فروری اور ۱۰ مارچ ۱۹۹۲ء میں ہونے والے ریفرینڈم میں شرکت کرنے والے ۶۷% لوگوں نے (کہ جس میں بڑے شہروں میں رہنے والے چند ہزار صرب بھی شامل ہیں) مل کر تقریباً متفق طور پر بوسنیا و ہر زگوئین کے مستقل ہونے کا ووٹ دیا۔

۱۶۔ ریفرینڈم کے نتائج کے اعلان کے ساتھ ہی صربوں کے شیم فوجی دستوں اور دیگر قوموں کے درمیان سارا یو اور دیگر علاقوں میں جھٹپوں کا آغاز ہو گیا۔



## بوسنيا میں جنگ کے محکات اور اس کا پس منظر:

بیسویں صدی کے دوسرے نیم حصہ میں بوسنیا و ہرزگوین کے سیاسی اور اجتماعی شیب و فراز کے سلسلہ میں بیان کئے گئے نکات کے پیش نظر یہ کہا گیا کہ صربوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنی کینہ و شمشی کو جاری رکھا اور اس علاقہ میں مسلمانوں کو قانونی طور پر تسلیم نہیں کیا۔

۱۹۹۲ء فروری کے اختتام پر میلوشوچ اور کروشیا کے صدر جمهوریہ کاراچنے اپنے کچھ مقابلوں کے ذریعہ بوسنیا و ہرزگوین کی علیحدگی کی بات کی، ۱۹۹۱ء مارچ کے مہینے میں میلوش ایوچ اور تو جمان نے اسی سلسلہ میں آپس میں ملاقات بھی کی تھی، ۱۹۹۲ء مارچ صرب جمهوریہ بانيا لوکا کی مرکزیت میں تشکیل پائی جو ملک کے ۶۵% حصہ کو شامل تھی، اسکے باوجود یہ اپریل کو یورپ اور چند یگر ممالک نے بوسنیا کے استقلال کو رسمی طور پر قبول کر لیا، لیکن یہ بات صربوں کے تسلط میں رہنے والی یوگوسلاویہ کی فوج اور مسلمان لشکر و بوسنیا و ہرزگوین میں رہنے والے کروشیائیوں کے درمیان جنگ میں شدت اور کشیدگی کو نہ روک سکی اور صربوں نے چند شہروں کو اپنے محاصرہ میں لے لیا جن میں سارا یوکریا شامل تھا۔

۲۲رمی کو بوسنیا و ہرزگوین اقوام متحده کے رکن کی حیثیت سے قبول کر لیا گیا اور ۱۹۹۳ء رمی کو اقوام متحده نے یوگوسلاویہ کی فیڈرل جمہوریہ کا جو صرف صربستان اور مونٹنگر کو شامل تھی بوسنیا کی جنگ میں مداخلت کی بنا پر اقتصادی بایکاٹ کر دیا۔

کروشیائیوں نے بھی صربوں کے بوسنیا و ہرزگوین پر حملہ کے تین ماہ گزر جانے کے بعد ۳۰% ملک پر محيط ہر تسلیک کروشیا اور بوسنیا کے اتحاد کا اعلان کر دیا اسی درمیان کاراچنے تجویز پیش کی کہ صرب اور کروشیائی بوسنیا و ہرزگوین کو اپنے درمیان تقسیم کر لیں، ان تمام باتوں کے ساتھ ہی عزت گوچ اور تو جمان نے سیاسی اختلافات کے باوجود جنوری میں ایک دوسرے سے تعاون اور وحدتی کے معاہدہ پر دستخط کیئے، اسی مہینہ کے آخر میں بوسنیا کی جھڑپوں سے ہونے والے نقصان میں اضافہ کی بنا پر عزت گوچ نے سلامتی کو نسل پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا کہ یہ یوگوسلاویہ پر اسلحہ کی پابندی کو اس اعتبار سے کہ یہ پابندی بوسنیا و ہرزگوین سے دفاع کی فرصت کو چھیننے کا سبب بن رہی ہے صربوں کے مفاد میں سمجھتے ہیں۔

## جنگی جھڑپیں، اور بوسنیائی مسلمانوں کی مدد کی درخواست:

بین الاقوامی سیاسی برادری کا موقف مسلمانوں کے حق میں نہ تھا اور علاقے کی طاقتیں اپنے ذاتی

مفادات کے حصول میں لگی تھیں، اقوام متحده نے بھی بوسنیائی حکومت کے اعتراض پر کوئی رعمل طاہرنہ کیا لہذا بوسنیا نے جہان اسلام کی طرف مدد کا تھک بڑھایا، قومیت کے نام پر قتل عام و مذہبیین کے صفائے کی سیاست کا برملہ ہونا اور صربوں کی جانب سے حقوق بشر کو نیشن کی خلاف ورزی کا ارتکاب نیز گرفتار کئے گئے اسیروں کے فوجی کیمپوں کا سامنے آنا سلامتی کو نسل کی جانب سے قرداد داد پاس ہونے کا سبب بنا جس میں اس طرح کی فوجی کیمپوں اور چھاؤنیوں کے ساتھ حقوق بشر کو نیشن کی خلاف ورزی کرنے والے الہکاروں کی نہمت کی گئی تھی ۱۹۹۲ء میں کروشیا بوسنیا و ہر زگوئین کی مشترکہ دفاعی کمیٹی کا قائم عمل میں آیا ان سب باتوں کے باوجود اسی سال، بوسنیا و ہر زگوئین میں کروشیائیوں اور مسلمانوں کے درمیان جھٹپوں کا آغاز ہو گیا۔ کروشیائیوں نے چند شہروں کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور "mostar" {Mostar} کو کروات ہر تک "بُوْنَا" "آجاد کے پا تخت کے طور پر اعلان کیا یہ جھٹپوں اس بات کا باعث بنتیں کہ صرب آسانی کے ساتھ "یا پتہ" پر قبضہ کر لیں۔

### وَسْ - اوَّنْ تَجْوِيزْ:

اکتوبر ۱۹۹۲ء میں {Vance-owen} تجویز پیش کی گئی اس تجویز کے بوجب بوسنیا و ہر زگوئین کو دس مستقل ریاستوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور ہر پارٹی کو تین ریاستیں دی گئی تھیں، سارا یو اپنی مخصوص جائے قوع کی نیاد پر بے طرف اور آزاد ریاست تھا، اس تجویز کے تحت مرکزی حکومت صرف قومی و دفاعی اور خارجی سیاست کی ذمہ دار تھی، لیکن صربوں کے زیر تصرف علاقے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے اور صربوں کے فوجی کمانڈر کسی صورت میں اس بات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے کہ آپس میں جڑے ہوئے علاقے اس تجویز کی بنیاد پر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور یہی بات مقبوضہ علاقوں کے صربستان سے الحاق کی ترغیب دلاری تھی، مقتنة حکومتی، اور قضائی مشینریوں اور ہر صوبے کی پیس انتظامیہ کے استقالی کی بنا پر در بذر ہو جانے والے رفیو جی {Refugee:homeless}

دوسری طرف صوبوں کی سرحدوں کا دامنی ہو جانا اور ملک کے وسیع علاقے کا کروشیائیوں کے حوالے کیا جانا اس بات کا سبب بنا کہ وہ لوگ بھی تجویز میں ذکر شدہ علاقوں پر قبضہ کے لئے مسلمانوں پر یلغزار کر دیں۔

### جنگ میں شامل طاقتوں کا وَسْ - اوَّنْ {Vance-owen} تجویز



## کے مقابل موقف:

جیسا کہ توقع کی جا رہی تھی جنوری ۱۹۹۳ء میں کروشیا نے نس۔ اون تو بیز کو قبول کر لیا لیکن صربوں نے اسے رد کر دیا اور مسلمانوں نے اس کے ایک حصہ کو ہی قبول کیا۔

کروشیا نے اس سال بھی مسلمان فوج پر حملہ جاری رکھے اس طرح نس۔ اون کی تجویز نے داخلی جنگ کے شعلے اور بھی بھڑکا دیئے اور کروشیا کے ساتھ مسلمانوں کے اس تحدہ مجاز کو نقصان پہنچایا جو کہ صربوں کے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن کے ابھرا تھا اس کے باوجود مسلمانوں نے کئی علاقوں میں صربوں کو پیچھے کی طرف ڈھکیل دیا۔

اقوام تحدہ اور یورپ کے دباو کے چلتے اگرچہ کارانچ نے نس۔ اون تجویز کو قبول کرتے ہوئے جنیوا میں اس پر دستخط بھی کر دیے تھے لیکن ابھی تجویز منظور ہوئے دو ہی دن گزرے تھے کہ صربوں کی پارلیمنٹ نے فیصلہ کن انداز میں اس تجویز کو نامنظور کر دیا، اس لئے کہ اس تجویز کی بنیاد پر صربوں کو بعض مقبوضہ علاقوں سے ہاتھ دھونا پڑتا اور کچھ ان علاقوں کو چھوڑنا پڑتا جن پر اس نے قبضہ جمایا ہوا تھا۔

مئی کے مہینے میں امریکہ، فرانس، روس، برطانیہ، اپیلن، جیسے ممالک نے ایک اعلان میں یوگوسلاویہ پر لگی ہوئی اسلحہ کی پابندیوں کی حمایت کی اور اس بات کا بھی اعلان کیا کہ بین الاقوامی افواج مسلمانوں کے حق میں مداخلت نہیں کریں گی۔

## امن کی جگہوں کا اعلان، صربوں اور کروشیائیوں کے جنگی جرائم:

مذکورہ پانچ ممالک (امریکہ، فرانس، روس، برطانیہ، اپیلن) نے یوگوسلاویہ پر لگائی گئی پابندیوں کی حمایت کرتے ہوئے اس بات کا اعلان کیا تھا کہ بین الاقوامی فوجیں مسلمانوں کے حق میں ہرگز آگئے نہیں آئیں گی لیکن انہوں نے اس کے بد لے مسلمانوں کو صربوں کے حملوں سے بچانے کے لیے چھ امن کے علاقوں کی پیش کش کی کہ ان علاقوں میں مسلمان محفوظ رہیں گے یہ امن کے علاقے: "سارا یوو،" "بیهاج،" "تو زلا،" "سر بر نیتسا" اور ٹیبا پر مشتمل تھے ان ممالک کی یہ پیش کش ۲۲ جنوری ۱۹۹۲ء میں عمل میں آگئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ امن کے علاقے امن کے علاقوں کے طور پر باقی رہ سکے؟

مئی ۱۹۹۳ء میں صربوں اور کروشیائیوں نے جنگ بندی کو توڑتے ہوئے اپنے زیر تسلط علاقوں کو اور بھی پھیلا دیا۔ اسی سال جون میں صرب اور کروشیا کی مشترکہ افواج نے، شمال میں واقع مالاگای نامی مسلمان شہر پر حملہ کر دیا

، اس کے اگلے ماہ بھی مسلمانوں اور کروشیائیوں کے درمیان ممتاز شہر کو اپنے قبضہ میں لینے کے لئے گھسان کی جگہ ہوئی۔

### اوئن-اسٹلنبرگ تجویز: {Owen-stoltenberg}

۳۰ جنوری ۱۹۹۳ء کو جنگ میں مشغول تینوں فریقوں نے جنیوا میں اوئن-اسٹلنبرگ تجویز: {Owen-stoltenberg} کو قبول کر لیا اس تجویز کی بنیاد پر بوسنیا و ہرزوکوین کو تین قومی حکومتوں کی متحدة ریاست اور کنفدریشن {Confirderation} کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس کا جمہوری متحدة مجاز کہا گیا۔ اس ملک میں مرکزی حکومت کے اختیارات خارجی سیاست اور خارجی تجارت میں محدود تھے۔ اس بنیاد پر فی صد کے اعتبار سے بوسنیا کو زمین کا ۵۲% صربوں کو ۱% کروشیائیوں کو ۳۰% اور مسلمانوں کو ۷۰% حصہ دیا گیا تھا ۱% باقی ماندہ (ساراپو، پالہ کے کمشنزی کے علاوہ) حصہ دو سال کی عبوری مدت کے لئے اقوام متحده کے زیر نظر قرار پایا تھا اس موافقت و منظوری کے بعد بھی جنگ پہلے ہی کی طرح جاری رہی گویا کہ تجویز بھی ناکام رہی۔

### مسلمانوں کے داخلی اختلافات:

ستمبر ۱۹۹۳ء میں عزت بگوویچ کے رقبہ اور بوسنیائی حکومت کے صدارتی بورڈ کے ایک مسلمان رکن ”فکرت عبدیچ“ نے مغربی بوسنیا میں ایک مستقل اور خود مختار صوبہ کا اعلان کر دیا جس کے لئے یہ طے ہوا تھا کہ یہ علاقہ جمہوریہ بوسنیا و ہرزوکوین کے متحدة مجاز کا ایک حصہ ہو گا۔

اسی بنیاد پر فکرت کو صدر جمہوریہ کے صدارتی بورڈ کی رکنیت سے برخواست کر دیا گیا اور اس طرح ”عبدیچ“ کے مانے والوں اور حکومت کے درمیان ایک اور جنگ چھڑ گئی، اسی سال ستمبر کے آخر میں صرب اور کروشیا کی پارلیمنٹ کی مشترکہ مخالفت کی بنا پر {Owen-stoltenberg} کی تجویز ناکام رہی، بوسنیا میں رہنے والے کروشیائیوں اور حکومت بوسنیا کے درمیان ۱۸ مارچ ۱۹۹۴ء میں جنگ بندی کے ہوتے ہی واشنگٹن میں مسلمانوں اور کروشیائیوں نے مل کر بوسنیا و ہرزوکوین کے لئے متحدة حلیف ریاستوں کے ساتھ مل کر ایک فدریشن بنانے کے رضایت نامے پر دستخط کر دیے۔

بوسنیائی فوج اور عبدیچ کے حامیوں کے درمیان ”بیہاج“ کے علاقہ میں ہونے والی جنگ اس بات کا سبب بنتی کہ ”عبدیچ“ کے تصرف میں رہنے والے علاقے بوسنیائی فوج کے قبضے میں آگئے ۱۹۹۵ء میں ایک بار پھر ”بیہاج“ بوسنیائی و کروشیائی صربوں اور ”عبدیچ“ کی سربراہی میں مسلمان باغیوں کے مشترکہ حملوں کا نشانہ بنا۔



”بیہاج“ کا جائے وقوع اس بات کا سبب بنا کہ عزت بگوچی اور توجہان نے جولائی ۱۹۹۵ء کو عسکری تعاون کے معاملے پر دخیل کیئے۔

کروشیائی حکومت کی فوجوں نے کراینا{ Karajina } کو صربوں کے قبضہ سے خارج کر دیا صربوں کے غیر فوجی عام لوگ جو حق صربوں کے زیر سلط بوشیا و ہرگز گوئیں اور صربستان کے گوشہ و کنار کے علاقوں کی طرف ہاگ گئے اور پھر حکومت کروشیا اور بوسنیا کی افواج کے مشترکہ حملے نے بیہاج کے محاذ کو توڑ دیا۔

### صربوں کے جنگی جرائم اور دیگر ممالم کا موقف:

۱۹۹۲ء میں صربوں نے ”گواراٹڈہ“ پر قبضہ کر لیا۔ روس کی صربوں کو جاری پشت پناہی کے چلتے جب میں الاقوامی برادری نے اس کی شدید نہادت کی تو روس نے اعلان کیا کہ صربوں کے خلاف طاقت کو استعمال کرنے پر روس کو کوئی اعتراض نہیں ہے اسی بنیاد پر جب نیٹو نے صربوں پر فضائی حملوں کی دھمکی دی تو صربوں کی فوج اپریل کے آخر تک ”گواراٹڈہ“ سے باہر نکلی۔

روس، امریکہ، فرانس، جرمنی اور اٹلی کے نمائندوں پر مشتمل ٹالی کا کردا دا کرنے والے گروہ نے جولائی ۱۹۹۲ء میں ایک اور تجویز بیش کی جس کے بوجب بوشیا و ہرگز گوئیں کے فذریشن کے حصے میں ملک کا ۵۱% حصہ ہاتھ آ رہا تھا لیکن یہ تجویز بھی اس گروہ کی دیگر تجویز کی طرح نفاذ کی صفائح نہ ہونے کی بنا پر صربوں کی خلافت کا سبب نی۔ بوشیا کی حکومتی فورس اور بوشیا میں رہنے والے کروشیائیوں نے ۳ نومبر بوشیا میں صربوں کے زیر سلط رہنے والے ”کوپس“ شہر پر بھی قبضہ کر لیا۔ جنگ کے آغاز سے اب تک یہ حکومتی فورسز کی سب سے واضح اور فیصلہ کن جیت تھی اس سب کے باوجود اسی مہینہ کے آخر میں ”بیہاج“ دوبارہ صربوں کے ہاتھوں میں چلا گیا فروری ۱۹۹۵ء میں سابق پوکوسلاویہ کے جنگی جرائم کی رسید کرنے والی عدالت نے (جو اقوام متحده کی سلامتی کو نسل کے حکم سے ۱۹۹۳ء میں تشکیل پائی تھی) ۲۱ صربوں کو بوشیا کے مغربی شمال میں واقع اور مارسکا{ OMARASKA } جرجی کام لینے والے فوجی کمپ میں انسانوں کے حق میں جنایت اور نسل کشی کے جرم کا مرتب قرار دیا یہ عدالتی فصلہ ایسے وقت میں آیا جب صربوں نے پہلے ہی کی طرح ابھی بھی ”بیہاج“ پر اپنی بندوقوں کے دہانے کھولے ہوئے تھے ان کی گولہ باری جاری تھی اور شہر میں انسان دوستانہ امداد رسانی پر بھی انہوں نے پاندی لگائی ہوئی تھی جس کے نتیجہ میں قحط پڑ گیا اور عام لوگوں کی جاتیں ضائع ہوئیں۔

۱۹۹۵ء میں کمینے میں صربوں نے ساری یہاں اور توزلا پر شدید گولہ باری کی جس کے نتیجہ میں بے شمار غیر

فوجی مارے گئے صربوں نے نیٹو کے مزید حملوں سے بچنے کے لئے اقوام متحده کی امن فوج کے دوسو فوجیوں کو بھی رینگال بنالیا۔ صلح کے پاسداروں کو صربوں کی جانب سے رینگال بنانے کی وجہ سے اقوام متحده نے صربوں کے ژوراٹزدہ کے پر امن علاقہ پر حملہ کا بھی جواب نہیں دیا۔

اقوام متحده ادھر تو صربوں سے تقاضہ و ساٹھ گانٹھ کا انکار کر رہی تھی دوسری طرف اقوام متحده کی صلح کے پاسداروں کے سارا یو کے مضادات کو صربوں کی قلمرو سے جوڑنے کی بنا پر رینگال بنائے گئے فوجیوں کو رہا کر دیا گیا نہ صرف اتنا ہی بلکہ بوسنیا و ہر زگوئین کے معموم معاشرے میں صربوں کے طیاروں پر پرواہ کرتے نظر آئے۔

آخر کار جون ۱۹۹۵ء میں "سر بر نیتسا" اور "ثیا" کا پر امن علاقہ اقوام متحده کے الہکاروں کی جانب سے بغیر کسی عمل کے صربوں کے تصرف میں آگیا ان دو علاقوں میں ہزاروں غیر فوجی عام لوگ صربوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ذکر شدہ فہرست کی روپورٹ کے مطابق "سر بر نیتسا" کے شہدا کے قبرستان میں آٹھ ہزار سے زائد لوگوں کے اسلامی اجتماعی قبروں کی تختیوں پر کندہ نظر آئے جب کہ ان میں سے بہت سوں کے جسد ناپید ہو گئے تھے یا صربوں کے ہاتھوں کھو دی گئی اجتماعی قبروں میں دفن کردے گئے تھے جنگ کے بعد بہت سی اجتماعی قبریں سامنے آئیں ان میں بعض لاشوں کو اطراف کے دیہاتوں میں دفن کے لئے بھیج دیا گیا تو بعض کو قبرستان میں منتقل کر دیا گیا۔

### صلح ڈیٹن: {Dayton peace agreement}

جنیوا اور نیویارک میں یو گوسلا وی، کروشیا اور بوسنیا و ہر زگوئین کے وزراء خارجہ کے مابین صلح کے مذاکرات کے بعد اکتوبر کے مہینے میں دو ہمینوں کے لئے جنگ بندی عمل میں آئی اور اسکے بعد پہلی نومبر ۱۹۹۵ء سے دو ہمینوں کی صلح کے مذاکرات کا دور امریکہ کے صوبے اوہائیو {Ohio} میں دوبارہ شروع ہوا جس میں (یو گوسلا وی) کی فیڈرل جمہوریہ، اور صرب بوسنیا کی نمائندوں کے طور پر صدر جمہوریہ عزت گبوویچ، توجان، اور میلوشویچ کے ساتھ شاشی کا کردار بھانے والے متحده یورپ کے نمائندے شامل تھے اور ۱۲ نومبر کو ہر زگوئین ملکوں کے صدر جمہور نے صلح کی قرارداد پر ابتدائی صورت میں دستخط کر دیئے۔

اس معاهدے کی بنیاد پر بوسنیا و ہر زگوئین ۱۵% فدریشن سے متعلق قرار پایا اور ۳۹% جمہوری صرب کے حصہ میں آیا لیکن اس بات کی تاکید کی گئی کہ پڑوی ممالک کے درمیان پایا جانے والا رابطہ بوسنیا و ہر زگوئین کی زمینی سرحدوں کی حفاظت کے حق کو سلب کرنے یا اسکی حاکمیت کو نقض کرنے کا سبب نہیں بنتا چاہیئے اس طرح صدر



جمهوریہ کے بورڈ پر مشتمل مرکزی حکومت منتخب ہوئی جسکی پارلمان سارا یوو میں قرار پائی۔ اس معاملے میں مرکزی بینک کا ری نظام، ملک میں راجح زر مبادلہ کے سٹم کو تشكیل دینے کے لئے اصول و ضوابط اور ملک کی بازاً بادکاری کے لئے مختلف شعبوں کا بھی ذکر کیا گیا تھا۔

موافقت نامے میں اس بات کی وضاحت کی گئی تھی کہ تمام بے گھر اور بدل لوگوں کو اپنے گھروں پلٹنے کا حق ہے اور وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ اپنے ضبط شدہ اموال کو خود ہی حاصل کریں یا اسکے بدلتے انہیں منصافانہ معاملہ دیا جائے اس موافقت نامے کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ اس میں پورے سارا یوو شہر کو فڈریشن میں قرار دیا گیا تھا۔ اس طرح یہ بات طے پائی کہ سارا یوو شہر کے مضافاتی علاقے جو کہ پہلے صربوں کے قبضے میں تھے وہ اب فڈریشن کے ذیل میں آجائیں اور یونیو ہر ٹوئین کے صرب "سر بر نیتا" اور "نزیا" کو اپنے پاس رکھیں۔

"گواراڑہ" بھی کہ جو فڈریشن کی حاکمیت میں باقی بچا تھا اسے بھی فڈریشن کی زیر گرانی ایک سرائے {Vestibule} کے ذریعہ سارا یوو سے جوڑ دینا طے پایا تھا یونیا کے حیاتی اور اسٹریجیک سرائے کے عرض کے بارے میں کہ جو جمہوریہ صرب کے دو شہی اور جنوبی حصوں کو ایک دوسرے سے جوڑ رہا تھا یہ اس علاقے کے شہر "بر جکو" پر کھڑوں کے سلسلہ میں کوئی اتفاق نہیں ہوا لیکن یہاں پارٹیوں نے اس بات کو ضرور قبول کیا کہ اس مسئلہ کو بین الاقوامی عدالت کے فیصلہ پر چھوڑ دینا چاہیے۔

اس معاملے کی بنیاد پر یہ بھی طے ہوا کہ اقوام متحده کی پاسدار صحیح فورسز کی سربراہی میں ۱۹۰۴ء میں ہزار فوج {F.O.A.} وہاں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے اقوام متحده کی یونیون جگ میں مشغول فریقوں کے ایک دوسرے کے علاقوں سے گزرنے پر گرانی، صلح کے منظور شدہ معاملہوں کی بنیاد پر ایک دوسرے کے حدود کی تبدیلی پر نظرت، ائمہ سرحدی اختلافات کو حل کرنے، آزادانہ طور پر ایکشن کے انعقاد اور غیر فوجیوں پر تشدید آمیز کارروائیوں کے خلاف رد عمل دکھانے جیسے فرائض ادا کر رہی تھی۔

چودہ ستمبر ۱۹۹۵ء میں دیوں ان صلح کے معاملے پر پیرس میں عزت گووچ، توہمان اور میلو شوچ نے مل کر رسمی طور پر مستخط کر دیئے۔

اگرچہ بین الاقوامی برادری، خاص کرامہ کیہ، متحده یورپ کے کچھ اراکین ملک اور وہ اس بات کا سبب بنے کہ صلح ڈیلن کے معاملہ انجام پاسکے لیکن یہ تمام چیزیں بھی اس بات کا سبب نہ بن سکیں کہ مسلمانوں کے مکمل حقوق کی رعایت کی جاسکے، اپنے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کی جاں بکف جدوجہد اور ان کی پایداری اور یورپ کے اس حصے میں مسلمانوں کی اس جمیعت کا باقی رہ جانا تمام چیزیں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

## علم اسلام کا بوسنیائی مسلمانوں کو تعاون :

بوسنیا و ہر زگوئین کی جنگ کے دوران اجتماعی طور پر ذرا رائج ابلاغ نے جو رخ اختیار کیا اور جس طرح بہت ہی اچھے انداز میں صربوں کی جانب سے مسلمانوں کے لئے روا مظالم اور اکنی نسل کشی کے مناظر کو پیش کیا اسکی بنیاد پر دنیا کے دوسرے لوگوں کی طرح مسلمانوں کے جذبات میں بھی بھڑک اٹھے اور ایران، مصر، ترکی، سعودی عرب، سودان، اور بعض دیگر مسلم اقوام مسلمانوں کی مدد کے لئے بوسنیا و ہر زگوئین کی جانب روانہ ہو گئے۔

جنگ کے دوران بھی بہت سے اسلامی ممالک مادی امداد پر مشتمل کھانے پینے کی اشیاء اور دوائیوں کی کھیپ {Consignment} وہاں حصیقت رہے تھے

اس کے علاوہ بعض اسلامی ممالک خاص کر ایران اس وقت بھی اسلحہ کے ارسال سے دریغ نہیں کر رہا تھا جب ابھی اسلامی کافرنز کی جانب سے ۱۹۹۵ء جولائی میں بوسنیا و ہر زگوئین پر لگائی گئی اسلحہ سے متعلق پابندیوں کو بے اعتبار قرار نہیں دیا گیا تھا۔

جب کہ یہی امداد رسانی اور تعاون کا سلسلہ تھا جس نے اقوام متحده کی اسلحہ پر لگائی گئی پابندیوں اور صربوں کے حملوں کے دباؤ کو کم کیا تھا۔

## اسلامی کافرنز کے اقدامات:

اڑائی میں پیدا ہو جانے والی شدت اور صرب و کروشیائی افواج کے بین الاقوامی اداروں سے عدم تعاض کی بنا پر جب مسلمان ہر طرف سے پسے لگے اور از حد باؤ کا شکار ہو گئے تو دسمبر ۱۹۹۱ء میں "ڈاکار" میں ہونے والے اسلامی ممالک کے چھٹے اجلاس میں پہلی بار اسلامی کافرنز نے آگے آتے ہوئے سابقہ یوگوسلاویہ خاص کر بوسنیا و ہر زگوئین کے مسلمانوں کی بیڑتی ہوئی صورت حال کو لیکر اپنی فکرمندی اور پریشانی کا اظہار کیا۔

اسلامی ممالک نے اپنے اس ادارہ کے ذریعہ متواتر طور پر واحد سیاست اپناتے ہوئے بوسنیا و ہر زگوئین کے سیاسی استقلال اور اس کے اپنے سرحدی حدود کے تحفظ کے اختیار کی حمایت کے ساتھ بین الاقوامی اداروں خاص کر اقوام متحده کے اوپر اپنے اثر و سونخ کو استعمال کرتے ہوئے دباؤ ڈالا اور اس کے ذریعہ بوسنیا و ہر زگوئین پر اسلحہ کے سلسلہ میں گلی ہوئی پابندیوں کو ختم کر کے بین الاقوامی برادری کو فوجی مداخلت کی ترغیب دلائی تاکہ مسلمانوں کی اس نسل کشی کو ختم کیا جاسکے۔

اسلامی کافرنز کے اراکین پر مشتمل ثالثی کرنے والے گروپ نے جو، ایران، ترکی، پاکستان، سعودی



عرب، مصر، ملیشیا، بیوس، اور سینگال، جیسے ممالک پر مشتمل تھا، اس ادارہ کی سیاستوں کو عملی جامد پہنانے کے لئے متی ۱۹۹۳ء میں اپنے کام کا آغاز کر دیا جس کے نتیجہ میں اسلامی کافرنز کے اس گروپ نے ایک ڈیڑلائن معین کرتے ہوئے اس بات کی وارنگ دی کہ اگر اقوام متحده نے بوسنیا و ہرزگوین پر لگائی گئی پابندیوں کو ختم نہیں کیا اور صربوں کے الٰم انگیز ظلم و ستم {Atrocious act; tragic wents} کو روکنے کے لئے کوئی ٹھوکس قدم نہیں اٹھایا تو یہ کافرنز خود ہی بوسنیا و ہرزگوین کی حکومت کو اسلووں کے ارسال کے سلسلہ میں عملی اقدام کرے گی۔

ایک اور اجلاس میں سات اسلامی ممالک نے اقوام متحده کے جزوں سکریٹری کی درخواست کی صورت میں اقوام متحده کے زیر نظر پراسار صالح کی حیثیت سے اپنی اٹھارہ ہزار کی تعداد پر مشتمل فورسز کو بوسنیا و ہرزگوین بھیجنے کے سلسلہ میں اپنی آمادگی کا اعلان کیا۔

اسلامی کافرنز کی اس تجویز کا سلامتی کو نسل نے کوئی نوٹس نہیں لیا بلکہ امریکہ اور بعض یورپی ممالک نے تو واضح طور پر اسلامی ممالک کی پاسدار صالح کی حیثیت سے بھیجی جانے والی مکمل فوج کی مخالفت کی خاص طور پر ایران کی شمولیت کی بنابر ایران کی بھی مخالفت کی گئی۔

ہر چند کہ اسلامی کافرنز کی درخواستیں سلامتی کو نسل، یورپی یونین اور امریکہ کی جانب سے بے قبیلہ کا شکار ہو رہی تھیں لیکن نسبی طور پر تمام اسلامی ممالک کے واحد موقف نے عمومی اتفاق کو بوسنیا و ہرزگوین کے مسلمانوں کے حق میں متحرک کرنے میں ثابت رول ادا کیا، اس طرح کہ یہی امر صالح کے مذاکرات میں بوسنیائی وفد کے لئے ایک مضبوط نقطہ قوت مانا جا رہا تھا۔ مجموعی طور پر اسلامی کافرنز نے بوسنیا و ہرزگوین کے مسلمانوں کے دفاع کے لئے اپنی کوشش جاری رکھیں اور یہن الاقوامی طور پر بہتر ہوتی ہوئی فضلاً کوڈ کیختے ہوئے اسلامی کافرنز کو اپنے اہداف کے حصول میں نہیں کامیابی حاصل کر رہی۔

### معاہدہ صالح دیتوں کا نفاذ:

صالح دیتوں کے معاہدے پر مستخط ہوئے ابھی چند ہی میئنگزرے تھے کہ صالح کی مختلف کوششوں نے آہستہ آہستہ اپنارنگ دکھایا اور ان کوششوں کی واضح پیشرفت چار میئنگزرے جانے کے بعد ظاہر ہوئی۔ جنگ میں مشغول فریقوں نے علاقوں سے باہر نکل جانے کے مرحلہ وار دور کو طے کرتے ہوئے زمینوں کے تبادل کو انجام تک پہنچایا اور زیادہ تر جیلوں سے جنگی قیدی آزاد ہو گئے جنوری ۱۹۹۲ء میں جب سارا یو کے اطراف کو فذریشن میں منتقل کیا گیا تو صربوں کی زیادہ تر تعداد وہاں سے خارج ہو گئی۔

صربوں نے اس علاقے کے انحصار کے وقت گھروں اور حکومتی عمارتوں پر مشتمل بڑے حصہ کو خراب کر دیا۔ صرب الہکاروں نے اس علاقے کے صرب باشندوں کو دمکتی دے کر انہیں اپنے گھروں کو چھوڑ کر جمہوریہ صربستان میں واقع ان گھروں میں رہائش کے لئے مجبور کر دیا جہاں سے جنگ کے دوران مسلمانوں کو بھگا دیا گیا تھا۔

مارچ ۱۹۹۲ء میں صرف سارا یو میں ساکن ۱۰ ریاستیں صرب ہی باقی بیچے، صلح نامہ دیتوں کے تحت جنگی جرائم کا ارتکاب کرنے والے والوگ جن پر بین الاقوامی جنایی محکمہ عدالت {y.c.t.l} کا مقدمہ دائر تھا حکومتی منصب پر فائز نہیں ہو سکتے تھے اس قانون کے باوجود سارا یو کے محاصرہ اور سر بریتیسا کے قتل عام میں شریک صربستان کے صدر جمہوریہ کاراچی اور صرب مسلح افواج کے کمانڈر ایکٹو مالدیک ابھی تک اپنے مناصب پر باقی تھے، آخر کار بین الاقوامی دباؤ کی بنیاد پر کاراچی نے ۱۹۹۲ء جولائی میں صرب کی ڈیموکریٹک پارٹی اور عہدہ صدارت سے استغنی دے دیا۔

۱۳ اگست ۱۹۹۲ء صدارتی کونسل، مقتنه واجائی تو اور بوسنیا کے فڈریشن کے مناصب کے لئے قومی ایکشن ہوئے صدارت کے انتخابات میں عزت بوجووچ نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کئے اور صدر جمہوریہ قرار پائے۔ جنگ کے تمام ہو جانے کے باوجود بہت سے مسلمان اپنے گھروں کی طرف واپسی کے دوران صربوں کی قلمروں سے نکال دیئے گئے اور بہت سے قتل کر دیئے گئے۔ صرب حکومت نے بین الاقوامی دباؤ کے باوجود جنگی جرائم کے مرتكب ملزیں کو عدالت کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا لیکن آخر کار ۱۹۹۲ء میں کچھ جنگی جرائم کے ملزیں پر لاحکی عدالت نے فرد جرم عائد کی۔ بین الاقوامی سپریم کورٹ کی بیانی نے مارچ ۱۹۹۹ء میں یہ اعلان کیا کہ عالم پر پر مسلمان نہیں ”برچلو“ کا علاقہ بے طرف علاقہ کے طور پر باقی رہے گا اور بوسنیا و ہر زگوئیں کے کسی ایک ادارہ کو نہیں دیا جائے گا۔ صربوں نے اس فیصلے پر شدید اعتراض کیا لیکن علی عزت بوجووچ نے اعلان کیا کہ بین الاقوامی عدالت کے اس فیصلے نے اس شہر کو نا انسانی سے نجات دلادی۔

### بنیادی دستورالعمل، ادارے اور تنظیمیں:

بوسنیا و ہر زگوئیں کا بنیادی دستورالعمل صلح نامہ ڈیٹوں کا ایک ضمیمہ و تکملہ ہے اس قانون کے مطابق ملک بوسنیا و ہر زگوئیں کے فڈریشن اور صربستان کو شامل ہے اور ہر فرد کو بوسنیا و ہر زگوئیں کی باشندگی کے ساتھ اس کے دو داخلی حصوں کی باشندگی حاصل ہے جو حق بشر سے متعلقہ قوانین، بنیادی آزادی اور بین الاقوامی جنگی جرائم سے متعلقہ عدالت تک دست رتی جیسے بنیادی دستورالعمل میں کوئی اصلاح و ترمیم نہیں ہو سکتی ہے اور نہ انہیں حذف یا ختم کیا جا سکتا ہے۔

بوسنیا و ہرزگوین کے اداروں کی ذمہ داریوں میں خارجی سیاسی پالیسی (جو تجارت اور کشمکش کے قوانین سے متعلق ہے)

کلی طور پر مالی سیاسی پالیسی، رفیوجیوں کی بھرت، بین الاقوامی مواصلاتی حمایتیں، دونوں حصوں میں آمد و فوت کی سہولیات اور جوائی و فضائی آمد و فوت پر نظارت شامل ہیں یہ تمام ذمہ داریاں بوسنیا و ہرزگوین کے متعلقہ ادارے انجام دیتے ہیں اسی طرح یہ بات بھی دستورالعمل کے مطابق ہے کہ پڑوئی مالک سے تعلقات و روابط ہرگز سرحدی حدود پر اختیار کے منافی نہیں ہونا چاہئیں، جیسا کہ دونوں ہی حصوں کے لئے یہ بات ہے کہ دونوں بوسنیا و ہرزگوین کے قوانین کے تابع ہیں اور انہیں تقضی نہیں کر سکتے یعنی نہ بوسنیا و ہرزگوین فڈریشن اور نہ جمہوریہ صربستان کسی کو یعنی حاصل نہیں کروہ بینادی دستورالعمل کے برخلاف کوئی عمل کرے۔

ملک کے پارلمانی نظام میں دو اسمبلیاں ہیں: ایک اقوام پارلیمنٹ جس میں بوسنیائی، کروشیائی اور صرب ہر ایک کے پانچ نمائیدے ہیں بوسنیا و کروشیا کے نمائیدوں کو خود بوسنیا کے باشندے منتخب کرتے ہیں اور نمائیدوں کی اسمبلی و فڈریشن اور خود صربوں کے نمائیدوں کو صرب منتخب کرتے ہیں پارلیمنٹ کے نمائیدوں کی دو تہائی تعداد فڈریشن کے اراکین پر مشتمل ہوتی ہے اور ایک تہائی کا جمہوری صرب کے قلمرو سے ڈائرکٹ انتخاب ہوتا ہے۔ پارلمانی اسمبلی کا اجلاس ساریوں میں ہوتا ہے اور دونوں مجلسوں کی صدارت باری باری سے تین قومی و حڑوں میں تقسیم ہو کر گھومتی رہتی ہے۔

شوری یا صدارتی بورڈ میں ایک بوسنیائی، فڈریشن سے منتخب ہو کر آنے والا ایک کروشیائی جو جمہوریہ صرب سے منتخب ہو کر آتا ہے اور ایک صرب۔

اس شوری کی مدت چار سال ہوتی ہے اور یہی خارجی سیاسی پالیسی اور ملک کے بین الاقوامی تعلقات کی ذمہ دار ہے۔ اسی طرح یہی بورڈ وزراء کی پیش کش پر مرکزی بجٹ پارلیمنٹ کو پیش کرتا ہے۔

پارلیمنٹ کے نمائیدوں کی تائید ہو جانے پر یہ بورڈ وزیر اعظم کو منصوب کرتا ہے جو حکومتی کابینہ میں صرف وزیر خارجہ اور خارجی تجارت کے وزیر ہوتے ہیں جو وزیر اعظم کے انتخاب اور پارلیمنٹ کے نمائیدوں کی تائید کے بعد اپنے عہدہ کو سنبھالتے ہیں۔

### بوسنیا و ہرزگوین میں اسلامی ثقافت:

بوسنیا و ہرزگوین میں اسلام کا روانہ ترکوں کی عثمانی سلطنت کی بنا پر ہوا جس نے اس ملک کی زندگی کی

موسوم ہوا۔

سارایو میں حمام غازی خرو بیگ (۹۶۲ھ/۱۵۵۴ء)

سارایو میں ہی ”بزستان“ (چھت سے ڈھکا ہوا ہوا بازار) برسا (Bursa) (۹۵۸ھ/۱۵۵۰ء)

گیارہویں صدی ہجری رستہ دیسی صدی کے اختتام تک عثمانی حکام یا انکے عالی مرتبہ صاحبان منصب کے ذریعہ تعمیر کی گئی چند بڑی عمارتوں کے علاوہ دیگر عمارتوں کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے البتہ اس دور میں بھی کچھ عمارتوں کو اسلامی معماری کے نمونے کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے جیسے سارایو میں تعمیر حاجی سنان کا تکیہ (بارگاہ)۔

اس دور کے بعد سے حکومت عثمانی کے اختتام تک معماری میں اپنی وزوال کی نشانیاں نظر آتی ہیں۔ اس دور کے آخر میں یورپی افکار کا انفوڈ اور ترکی کے شہروں میں رائج اسلوب کی تقلید نظر آتی ہے اس کے باوجود ہنر و فن کی خلاقیت کے دلچسپ وجاذب نظر نہیں اس دور میں بھی کہیں کہیں نظر آ جاتے ہیں شہر ”تروینیک“ کی توسعہ جو وزیر کا

بنیادوں اور اسکے فریض کو ممتاز کیا۔

کوچ کر کے شہر میں آئنے والے لوگ، بوسنیا و ہرزگوین کی اسلامی تہذیب کے اصلی ارکان کو تشكیل دینے کا سبب تھے لیکن ترکوں کی حکومت کے بعد یورپ کے کلچر سے اثر انداز ہونے کی بنا پر خاص کر عیسائیوں کے درمیان یورپ میں کلچر کے عام ہونے کی بنا پر مشرقی تہذیب زوال پذیر ہو گئی اور بوسنیا و ہرزگوین کے یوگوسلاویہ سے الحال ہونے تک یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا۔ ان تمام باتوں کے باوجود حقیقی آج بھی مشرقی تہذیب و تمدن کے خصوصیات پوری طرح ختم نہیں ہوئے ہیں اسلوب زندگی، قابلیں کی بنائی، زرگری اور دیگر بہت سے ہنر و فن کے مشرقی نمونے آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

۱۔ معماری: اسلامی تہذیب کے سب سے قدیم اور زندہ آثار میں معماری اور شہر سازی کے نمونوں کو پیش کیا جاسکتا ہے بوسنیا و ہرزگوین میں اسلامی معماری کے طرز کی بہترین یادگاریں جو تقریباً دو سو یہودی ہجری رسولوں میں میں بیان میں نہ نہیں کے طور پر ذیل کی کچھ عمارتوں کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

فوجہ میں مسجد آلا جہ (۹۵۷ھ مطابق ۱۵۵۰ء)

سارایو میں مسجد غازی خرو بیگ (۹۳۲ھ مطابق ۱۵۲۳ء)

سارایو میں مسجد علی پاشا (۹۶۸ھ مطابق ۱۵۶۱ء)

بانیا لوکا میں مسجد فراہاد پاشا (۹۸۹ھ مطابق ۱۵۷۵ء)

سارایو میں مدرسہ غازی خرو بیگ (۹۲۳ھ/۱۵۳۷ء) جو پہلے سلحو قیہ پھر کو روشنی ملیہ کے نام سے

موسوم ہوا۔

رسی مرکز تھا، اس دور کی معماری کا بولتا ہوا نامونہ ہے۔ سلطنت عثمانی کے بعد تعمیر شدہ اسلامی معماری کے نمونوں میں زوال و انحطاط کی واضح نشانیاں نظر آتی ہیں، آسٹریا{Austria} و مجارستان{Hungary} کی حکومتوں نے اپین میں اسلامی معماری کے طرز کی تقاضی کرتے ہوئے اس کے ہمراہ خصوصیات کو وسعت بخشنے کی کوشش کی۔ البتہ اس طرز پر تعمیر ہونے والی عمارتیں بوسنیائی سرزمین کے قلبی اور جغرافیائی حالات سے ہم آہنگ نہیں تھیں۔

## ۲۔ اسلامی کلمات اور اصطلاحات:

بوسنیا و ہرگز گوئیں کے روزمرہ میں بولے جانے والے بہت سے الفاظ ترکی، عربی اور فارسی زبان سے مانخوا ہیں۔ صربی اور کروشیائی بولے جانے والے علاقوں کی نسبت ان اصطلاحوں اور کلمات کا رواج بوسنیا و ہرگز گوئیں میں زیادہ ہے۔

صربوں اور کروشیائیوں کی زبان کی تخلیق کے ساتھ ہی ان زبانوں کے لفظوں کی بنا پر ۱۸۷۸ء میں خاص کر ۱۸۹۳ء کے بعد اس علاقے میں سے ترکی زبان کے عناصر کا استعمال کم ہوتا چلا گیا۔ سلطنت عثمانی کے دور حکومت میں مسلمان خاص کر علاقائی مسلمان اشراف و امراء اپنے خصوصی مکاتبات میں ایک طرح کے سیریلی ٹکستہ حروف تجھی کو استعمال کرتے تھے، بوسنیا و ہرگز گوئیں کے مسلمان صربستانی اور کروشیائی ادبی اسٹرپیچر کو عربی حروف تجھی سے لکھتے تھے لیکن ۱۹۲۰ء کے بعد ان حروف تجھی کا استعمال حتیٰ مدھی متون میں بھی تقریباً ختم ہو گیا۔

## ۳۔ اشعار:

بوسنیا و ہرگز گوئیں کے قدیمی رسمیہ اشعار یا "گوسلار" صربستان اور کروشیا کے رسمیہ روایتی اشعار کے خصوصیات کے حامل ہیں۔ بس فرق ہے تو سیاسی اور مذہبی زاویہ نظر اور ترکی زبان کی اصطلاحوں کے استعمال کا ہے، نیز ان اشعار میں سورماؤں کی شان میں کی گئی مدد سراہی پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی ہے۔ بوسنیا و ہرگز گوئیں کی شاعری میں صنف غزل کی طرف رمحان اور تماں ان کے اشعار کو صربستان اور کروشیائی اشعار سے ممتاز کرتا ہے۔

مشرقی زبان میں اشعار کہنے والے بوسنیا و ہرگز گوئیں مسلمان شعر کے زیادہ تر آثار فارسی و عربی کے بجائے ترکی میں ہیں بعض نمایاں ترک شعر و مصنفوں نسب کے اعتبار اصل میں بوسنیائی ہیں جیسے:

درویش پاشا (مقتل ۱۰۱۲) جائے پیدائش، موستار۔

معروف صاحب طرجمہ نگر کی (متوفی ۱۰۴۴) جائے پیدائش سارایوو۔

احمد سودی (متوفی ۱۰۰۵) سعدی و حافظ کے مشہور شارح۔

شیخ فوزی (متوفی ۱۱۶۰) اہل موستار، یہ ان لوگوں میں ہے کہ جس نے زیادہ تر اشعار فارسی میں کہے ہیں  
اگرچہ اس کے کچھ آثار ترکی میں بھی ہیں  
حسن قائمی اہل سارا یو (متوفی ۱۱۳۰)

اسکونی بوسنیوی، معروف بہ ہوائی (متوفی ۱۰۲۱) جائے پیدائش توزلا دنجا [Tuzla donja] آخری دلوگوں اور چند بوسنیا و ہرزگوین کے دوسرے شعراء نے اپنے آثار ترکی، صربی اور کروشیائی زبانوں میں تحریر کیے ہیں اسکونی بوسنیوی نے صرب اور کروشیائی زبان کے لئے ترکی میں منظم لغت بھی لکھی ہے عرفانی اشعار و ادب کے درمیان (گیارہویں صدی ہجری کے تقریباً اوائل میں) احمد سودی بوسنیوی کے آثار کے نمایاں نمونوں کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے جیسے دیوان حافظ، بوستان و گلستان سعدی پران کی شرحیں جن میں سے ہر ایک اپنی نوعیت کے اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے خاص کر حافظ کے اشعار پران کی شرح جو فارسی زبان کے محققین اور دیگر افراد کے لئے ایک اہم منبع ہے۔

محمد فوزی مختاری ۱۱۵۲ء کی تحریر کی گئی بلبلستان بھی اس علاقہ میں فارسی نثر کے لائق توجہ اور دلچسپ نمونوں میں سے ایک ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے اسے چھ فصلوں یا ”خند“ میں ترتیب دیا ہے چوتھی خلد میں مولانا رومی کے حالات زندگی اور اشعار کے تذکرہ کے ساتھ بوسنیا میں مقیم گیارہ فارسی شعراء جیسے درویش پاشا، خرسو پاشاو... کے حالات کو بیان کیا ہے جن میں زیادہ تر اہل تصوف تھے یا کم از کم عرفانی تاملات رکھتے تھے۔

### ۳۔ دیگر قلمی آثار:

بوسنیا و ہرزگوین کے سابقہ مصنفوں کے زیادہ تر آثار عربی زبان میں تھے جو غالباً فقہ، کلام، حکومت سے متعلق امور اور تاریخ کے سلسلہ میں تھے عبداللہ بوسنیوی (متوفی ۱۰۵۷) جو عرفانی فلسفی رسائل کے مصنف ہیں اور ابن عربی کی ”فصوص الحکم“ کے مفسر ہیں۔

حسن کافی (متوفی ۱۰۲۵) آق حصار میں پیدا ہوئے اور ایسے معروف مصنف ہیں کہ فقہ و سیاست میں جن کے آثار نے منصب قضاوت کو تاحیات ان کے وطن میں انہیں کے لئے مخصوص کر دیا تھا دیگر کتابوں کے علاوہ عبداللہ بوسنیوی معروف کتاب ”نظام العالم“ کے مولف بھی ہیں سلطنت عثمانیہ کے بہت سے مشہور مورخین بھی بوسنیا کے مسلمان گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے۔

بوسنیا کے نمایاں تاریخ نگاروں میں بارہویں صدی ہجری راٹھارہ عیسوی میں ترکی زبان میں کتاب لکھنے



والے قاضی عمر نو دی ہیں اور غزوہات حکیم اوغلو علی پاشا کے مصنف ہیں یہ وہ کتاب ہے جو بوسنیا کے ۱۸۹۷ء / ۱۳۲۹ھ سے لے کر جمادی الاولی ۱۵۲۰ھ / ۱۸۰۴ء تک کے تاریخی واقعات کو اپنے دامن میں سمیٹئے ہوئے ہے۔ بعض دوسرے نمایاں تاریخ نگاروں (جیسے مصطفیٰ، باشکسکی، صالح صدقی) نے حکومت کے نقل ہونے کے دوران یعنی بارہویں بھری را اخراجوں میں عیسوی صدی کے اوآخر اور تیرہویں صدی بھری رانی میں صدی عیسوی تک کے واقعات و حالات کو نقل کیا ہے۔

صفوتوں بیگ باشا گچ (۱۸۷۰ء / ۱۳۵۳ھ - ۱۸۷۸ء / ۱۳۵۲ھ) عثمانی دور کے پہلے ایسے مشرقی جدت پسند محقق ہیں جو شاعر بھی تھے۔ ۱۸۷۸ء / ۱۳۵۲ھ کے بعد خاص کر ۱۹۱۸ء / ۱۳۳۶ھ کے بعد کے بوسنیائی مسلمانوں کے ادبی آثار میں صربی اور کروشیائی ادبیات کی روز افزول آمیزش نظر آتی ہے۔

## ۵۔ مدارس:

دور عثمانی کا سب سے پرانا مدرسہ سارایہ میں تھا جس کا تعلق دسویں صدی بھری کے پہلے چوتھائی حصہ سولہویں صدی عیسوی سے تھا ۹۲۳ھ / ۱۵۳۴ء میں غازی خسرو بیگ کا مدرسہ لا ببریہ کے ہمراہ غازی خسرو بیگ، سخن بیگی بوسنی کے زیر اہتمام تعمیر کیا گیا موجودہ کتب خانہ میں مشرقی زبان میں مجلد کتب اور بہت سے خطی نسخے اور ترکی زبان کی دستاویزات موجود ہیں۔

مختلف درویشی فرقے عرفانی تعالیم اور فارسی آثار کے مطالعہ میں مشغول تھے۔ درویشوں کی سب سے پہلی خانقاہ بظاہر بوسنیا کے آخری سقوط سے پہلے بنائی گئی تھی، یہ خانقاہ غازی خسرو بیگ کے حکم پر بنائی گئی جو عمارات کے دلچسپ بجزئی شاہکاروں کو اپنے دامن میں سمیٹئے ہوئے ہے۔

تعلیم و تربیت کی رونق اور تعلیمی اداروں کی توسعہ و ترویج "توپال عثمان پاشا" کے دوران وزارت کی طرف پہنچتی ہے اس دور میں پہلے "رشیدیہ" و "مکتب حقوق" اور اسکے بعد ہی عمومی قرات خانے اور پرلیس قائم ہوئے۔ حکومت عثمانی کے اوآخر تک سارایہ میں ایک عسکری مدرسہ، ایک اساتید کی تربیت کے لئے کالج اور ایک تجارتی مدرسہ قائم تھا۔

آسٹریا [Austria] و مجارستان [Hungary] نے مذہبی مدارس میں مداخلت کے بغیر تعلیم کا حکومتی نظام بھی نافذ کر دیا جو حکومتی مدارس میں دین کی تعلیم ضروری تھی۔ ۱۹۰۹ء / ۱۳۲۷ء میں "رشیدی" مدارس مسلمان بچوں کی تعلیم کے ابتدائی مدارس مانے جاتے تھے جواب صرف بڑی آبادی والے شہروں میں باقی بچے تھے۔

یہ مکاتب ۱۹۵۲ء تک باقی رہے ان مکاتب میں تعلیم حاصل کرنا وہاں کے مسلم ہماں کی نظر میں ضروری مانا جاتا تھا۔ سارا یوکی یونیورسٹی میں (جسکی تاسیس ۱۹۳۹ء میں ہوئی) مشرقی لسانیات (ترکی، عربی، فارسی) کی کرسی بھی ہے، ۱۹۵۰ء میں سارا یوکی میں مشرق شناسی کا ایک انسٹی ٹیوٹ {Institute} قائم ہوا جس نے بہت سے قیمتی مشرقی دستاویزات کی جمع آوری کی۔ یوں عثمانی دور میں ترکی، فارسی، اور عربی زبان اور علاقے کی تاریخ سے متعلقہ وسیع مطالعات کی فضافراہم ہوئی اور اسلامی علوم کے بہت سے دیگر شبہے وجود میں آئے۔

(جاری ہے)



## ایک کتاب: خلاصہ دینبرہ





# قرون وسطی میں یورپ پر اسلام کے اثرات

کتاب کا نام: قرون وسطی کے یورپ پر اسلام کے اثرات

مصنف: ولیم موئنگری و اٹ

فارسی ترجمہ و توضیح: حسین عبدالجباری

ناشر: انتشارات موسسه آموزش و پژوهش امام خمینی

ترجمہ: سید غلام حسین عابدی

## خلاصہ

ولیم موئنگری و اٹ کی کتاب ”قرون وسطی کے یورپ پر اسلام کے اثرات“ کے سلسلہ میں نئنگلو ہو رہی تھی، ابتداء میں کتاب کی تمام فصلوں کا خلاصہ پیش کیا گیا جس کے عنوان یہ تھے:

یورپ پر مسلمانوں کا تسلط

اسلامی تجارت اور کنالوں

علم اور فلسفہ میں مسلمانوں کے خدمات

صلیبی جنگیں یا مسلمانوں کے خلاف جنگ۔

یورپ میں اسلامی علم اور فلسفہ

یورپی خود آگاہی اور اسلام

خلاصہ کے بعد کتاب کی خوبیوں اور اس کے ثابت نکات کے سلسلہ میں بحث جاری تھی جس میں آٹھ نکات کی جانب اشارہ کیا گیا۔ اس شمارہ میں ہم بقیہ ثابت ذکر کرنے بعد کتاب کی خامیوں کی جانب اشارہ

کریں گے۔ کتاب میں موجود غلط بیانیوں کا جواب دینے کے بعد آخر میں تجزیہ و تحلیل پیش کریں گے۔

### خوبیاں اور ثابت نکات

موئمگری و اٹ کی کتاب میں بہت سے ثابت نکات اور خوبیاں ہیں جو کہ مصنف کے مغربی ہونے اور مغربی تہذیب و تمدن کے دامن میں پروش یافتہ ہونے کے لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ البتہ یہاں پر ہم اس کتاب کی تمام خوبیوں اور ثابت نکات کو اجاگرنیں کر سکتے، لہذا صرف اہم نکات کی جانب اشارہ کر رہے ہیں۔

۹۔ کاغذ چین میں ایجاد ہوا اور کہا جاتا ہے کہ فویں صدی میں چینی کارگیر مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہو گئے جنہوں نے کاغذ بنانے کا فن سکھا کر اپنی آزادی حاصل کر لی۔ بہت جلد کاغذ کی اہمیت کا اندازہ ہو گیا کیوں کہ وہ مصری ”پاپیروز“ سے بہت ستا تھا۔ ہارون الرشید کے وزیر محبی برکی نے آٹھ سو یوں میں بغداد میں پہلا کاغذ کا رخانہ برپا کیا۔ ص ۲/۶۔

۱۰۔ علم و فلسفہ میں عربوں کے حاصل کے سلسلہ میں یہ بحث اہم ہے کہ آیا عرب یونانیوں کے علوم و فلسفہ کو صرف منتقل کرنے والے تھے یا یہ کہ خداوندوں نے علوم و فلسفہ کو بنیادی ترقی دے کر اس میں انقلاب پیدا کر دیا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بہت سے مغربی دانش و روان نے اس سلسلہ میں تعصباً سے کام لیا ہے یہاں تک کہ وہ لوگ جنہوں نے اس سلسلہ میں عربوں کی ستائش کی ہے کہ انہوں نے بھی غیر جاہن دارانہ رویہ سے ہٹ کر تعصباً اور کینہ پروری سے کام لیا ہے۔ ص ۱۶/۲

۱۱۔ ریاضیات و نجوم کے فروع میں شمال افریقیہ کے ممالک نے اپنا کردار بخوبی نبھایا ہے۔ اس بنا پر یہ خطہ یورپی دانشوروں کی توجہات کا مرکز بنا ہے اور وہاں کے آداب و رسوم کے رکھ کھاؤ سے آشنا ہے ہیں۔ اس سلسلہ میں پہلا شخص ہنگری کا مسلمان دانشور تھا جو کہ غالباً ”سویل“، میں سکونت پذیر تھا اور تقریباً ۲۰۰ء میں اس کی وفات ہوئی ہے گیا رہویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں ابن اسحاق اور ابن الصفارانی دو پایہ کے ریاضی دان اور علم نجوم میں ماہر، اور ابن ابی رجال نامی ایک نجومی، اس دور کی دنیا کی توجہات کا مرکز تھے۔ ص ۷/۲۰

۱۲۔ جو شخص مسلمانوں کے افکار، ان کی تعلیمات اور ان کے قلم کاروں کی خدمات اور ان کے کارناموں سے آگاہ ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یورپ میں علم و فلسفہ کا فروع، اسلامی تمدن سے مدد لئے بغیر ناممکن تھا۔ اس تناظر میں مسلمان یونانی علوم کے محض منتقل کرنے والے نہیں بلکہ انہوں نے حقیقی حاملین علم کے طور پر اس میں وسعت بخشی اور دوسروں کو تعلیم دی ہے۔ جبکہ اہل یورپ تقریباً ۲۰۰ء سے اپنے عرب دشمنوں کے علم و فلسفہ سے محظوظ ہو رہے تھے، اور مسلمان اس میدان میں اپنے عروج پر تھے اور یورپیوں کی بھی کوشش رہتی تھی کہ اپنی توانائیوں کی حد تک مسلمانوں کے علم و فلسفہ کے خرمن سے خوشنہ چینی کریں۔ ص ۸/۱

۱۳۔ ان علاقوں میں جہاں عربی حکومتوں کا اقتدار تھا، وہاں مسلمان، عیسائی اور یہودی <sup>مکمل</sup> آزادی کے ساتھ ایک

دوسرے سے روابط رکھتے، اور معاشرتی تہذیب کی تعمیر میں حصہ لیتے تھے۔ نہ ہی اختلافات کی عدم مداخلت کی دو اہم وجہ تائی جاسکتی ہے۔

الف) مسلمانوں اور عیسائیوں میں عقیدتی ہماں گلی پائی جاتی تھی۔

- ب) عام معاشرتی تہذیبی اقدار، کم سے کم بڑے شہروں میں، سمجھی کی جانب سے تسلیم شدہ تھے۔ ص ۸۸  
 ۱۷۔ صلیبی جنگوں میں شریک ہونے والوں کے مادی اور معنوی حرکات کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے، کبھی تو غیر نہ ہی جذبات حکم فرماتے تو کبھی دنیا میں حصول اقتدار کی وسعت پسندی، جنگجوؤں کا مٹخ نظر رہی۔ مثال کے طور پر اپین کے زیکانویسٹ کے نہ ہی جذبات، اٹلی اور سلسلی کے نورمن جنگوں سے کہیں زیادہ گھرے تھے۔ ص ۹۵  
 ۱۵۔ جو سمجھی حقیقت اسلام کا مطالعہ کرئے اور قرون وسطی کے یورپ کا مشاہدہ کرئے تو ہر چیز سے زیادہ دو چیزوں پر اسے حیرت ہو گی۔

الف) بارہویں صدی سے چودھویں صدی تک کس طرح اسلام کے بارہ میں غلط فہمیوں کو فروغ دیا گیا جو کہ اب تک یورپی طرز فکر پر غالب ہے۔

- ب) غیر فطری انداز میں یورپیوں کے دل و دماغ میں صلیبی جنگوں کی انفرتوں کو بھرا گیا ہے۔  
 ۱۶۔ صلیبی جنگوں کی اصل اہمیت یہ تھی کہ اس دوران مغربی یورپ کو اپنے تشخص کا موقع ملا، یہ ثابت تجھے، سیاسی اور عسکری شکست سے کہیں زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔ کیوں کہ شکست کے باوجود، دیگر دلائل اور عوامل کی بنا پر انہوں نے اپنی پالیسیوں کو جاری رکھا۔ دوسری جانب مشرقی عیسائی حکومت صلیبی جنگوں کی بنا پر نہایت کمزور ہو گئی اور وہ عثمانی ترکوں کے قبضہ میں آگئے۔ اس لحاظ سے صلیبی جنگوں کے نتائج اس کے ابتدائی اہداف و مقاصد کے بالکل بر عکس تھے۔ ص ۱۰۲  
 ۱۷۔ کچھ عرصہ پہلے تک بہت سے علوم میں مختلف اہداف و مقاصد کے تحت عربی اعداد استعمال ہوا کرتے تھے، اسی وجہ سے عربی اعداد کے ساتھ ساتھ عربی زبان کے الفاظ، تعبیریں اور اصطلاحات یورپی زبانوں میں داخل ہو گئیں۔ مثال کے طور پر فرانسیسی زبان میں لفظ CHIFFRE، جرمنی میں لفظ ZIFFER اور انگریزی میں CIPHER، عربی کے لفظ صفر سے لیا گیا جس کا معنی ہے خالی اور کھوکھلا۔ ص ۱۱۲

- ۱۸۔ احتمالاً صلیبی جنگوں کے تجویں نے یورپیوں کے ذہن میں پہلے ہپتال کے تاسیں کی فکر بیدا کی جہاں بیاروں کی نگہداشت کی جاتی تھی۔ لیکن یہ ہپتال عربوں کے ہپتالوں کے میعاد سے ابھی دور تھے جہاں زخمی بیاروں کے لئے اگ طرح کے کروں کا اہتمام ہوا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ طبیب ہپتالوں میں ہی بیاروں کا معاینہ کرتے تھے۔ عربوں کا دوسرا اہم کارنا ممزیر تعلیم اطباء کا ہپتالوں میں عملی طرز تعلیم تھا جس کا یورپ میں ۱۵۵۵ء تک فنداں تھا۔ ص ۱۷۱

۱۹۔ عربی علم و بصیرت نے علوم کے جدید موضوعات سے روشناس کرانے کے علاوہ، فلسفہ میں اپنے خاص نظریات

اور نکتہ زگاہ کی بنا پر یورپیوں کے افکار کو تقویت بخشی، بلکہ حقیقت تو یہ ہے یورپ نے علم کے تمام میدانوں میں، عربی آثار کے ترجموں کے ذریعہ علم و آگئی حاصل کی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یورپ کے سلسلہ درسلسلہ تمام فلسفہ عربی و انسوروں کے شدت کے ساتھ احسان مند ہیں۔ البتہ جس طرح سے تھامس اکونیاس جیسے افراد ابن رشد کے ارسطوئی مکتب کے مرہون منت ہیں۔ سیگراہل برینٹ کے بھی احسان مند ہیں۔ ص ۱۲۲

۲۰۔ یورپی مسلمانوں کے بارے میں سمجھتے ہیں کہ وہ کسی عورت کو بغیر کسی وجہ کے بھی طلاق دے سکتا ہے، یا وہ لڑکی جس کے ناجائز تعلقات ہوں اپنے گھر والوں کی جانب سے قتل ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ عمل حکومت اور عدالت کی جانب سے غیر قانونی قرار دینے کی وجہ سے عام طور سے اجر انہیں ہوتا ہے، یا شاذ و نادر ارجا ہوتا ہے۔ قرآن میں بھی جس جنت کی تصویر پیش کی گئی ہے اس میں حالانکہ حوروں کا تصور ہے لیکن سب سے بڑی لذت، خداوند عالم سے تقرب ہے۔ لہذا  
 قرون وسطی میں اسلام کے جنی مسائل کے سلسلہ میں جو تصور پایا جاتا ہے وہ نہایت سست اور متعجب ہے۔ ص ۱۳۰  
 ۲۱۔ اسلام نے یورپ کو عقلانی لحاظ سے علم و فلسفہ کے میدان میں نہ صرف بیدار کیا بلکہ جدید یورپ کے خدوخال کو نکھرانے میں عملاً معاون بھی ثابت ہوا، لیکن یورپ نے چونکہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف عمل کا مظاہرہ کرتا رہا ہے، لہذا مسلمانوں کے خدمات کی اہمیت کو کم کر کے پیش کیا گیا اور ہمیشہ روم اور یونان کے علمی اور ثقافتی ورثتے سے باہتگی میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔ ہم واحد اور متحدد دنیا کی جانب حرکت کرنے والے مغربی یورپیوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کریں۔ اور عالم اسلام اور عربوں کے خدمات کا اور ہم پران کے گھرے اثر کا اعتراف کریں۔ ص ۱۲۳

### نقائص اور خامیاں

حالانکہ موٹر گمری واث نے قرون وسطی میں یورپ پر اسلام کے گھرے اثرات کی وضاحت میں بہت کوشش کی ہے کہ تعصب اور قبیل تحقیق غیر منصفانہ قضاوت سے کام نہ لیں لیکن چونکہ ان کا علق یورپی عیسائی جمیعت سے ہے۔ ص ۱۲۱ لہذا جگہ لغزشوں کا شکار ہوئے ہیں، جن میں سے کچھ کی طرف آئندہ طروں میں اشارہ کیا جا رہا ہے۔  
 ۱۔ سلسہ میں عیسائی لائیتینی معاشرہ، مسلمانوں کے خخت فوجی دباو میں تھا۔ سلسہ پران کا پہلا حملہ ۲۵۶ء میں واقع ہوا، جس میں شہر سرقسطہ مکمل قبضہ ہو گیا۔ ص ۲۲

۲۔ اپین پر مسلمانوں کا حملہ خودہاں کے باشندوں کے لئے اگرچہ غیر متوقع تھا لیکن مسلمانوں کے لئے سمجھا ہو جا منصوب تھا جس کا آغاز خود محمدؐ کے زمانے سے ہو گیا تھا۔ یہ حملہ بدھی لوٹ مار اور غارت گریوں کی ایک نئی شکل تھی، جس کے عرب بدوقبل صدیوں سے خونگر تھے، ان لوٹ مار غارت گریوں میں عرب بدھوں کا مقصد، زیادہ تر اونٹ اور مویشی لوٹنا ہوا کرتا تھا۔ یعنی اصل مقصد اموال کا حاصل کرنا تھا۔ نہ کہ افراد کا قتل کرنا۔ ص ۲۵

۳۔ ہر عیسائی کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ دوسرے درجہ کا شہری ہے طویل مدت میں اس احساس کا اثر یہ ہوا کہ لوگ عیسائی

سے مسلمان ہونے لگے۔ لیکن مسلمان عیسائیوں کی اس تبدیلی سے خوش نہیں تھے بلکہ ساتویں صدی کے اوپر میں مسلمان سربراہ بالکل اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ کیوں کہ اب ذمہ کے اسلام لانے سے ملک کی سالانہ درآمدیں کمی واقع ہوتی تھی اور ان کا اقتصادی نظام مختل ہو جاتا تھا۔ ص ۲۷

۳۔ تجارت، درحقیقت تمام انسانی معاشرہ کا، خاص کر ہر چیز سے پہلے ان کے ترقی یافتہ ہونے کا ایک اہم خاکہ ہے۔ لیکن اسلامی تمدن میں تجارت اس سے بڑھ کر ایک خاص اہمیت کی حامل رہی ہے۔ اسلام ابتداء میں تجارت اور تجارتی قافلہ سالاروں کا دین تھا، دیہاتیوں، کاشتکاروں اور سحرانشیوں کا دین نہیں تھا۔ بعد میں یہ تو حیدر عقیدہ وسیع و عریض خشک بیانوں کے مکین بدوؤں کی محدود فکری سطح سے ہماہنگ ہوا اور نویں صدی عیسوی میں عمومی سطح پر یہ عقیدہ مان لیا گیا لیکن جیسا کہ واضح ہے اس عقیدہ کی بنیادیں اتنی گہری، مستحکم اور استوار نہیں تھیں۔ ص ۳۹

۵۔ عالم اسلام کے حالات تجارتی امور کے لئے نہایت سازگار تھے۔ سفر کرنے کے کم مسلمانوں کے لئے بہت آسان تھا، البتہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر جگہ ان کے لئے یہ سہولتیں فراہم تھیں لیکن اتنا واضح ہے کہ عالم اسلام کے تمام علاقوں میں تجارت کو فروغ حاصل تھا، اور اسی بنا پر عالم اسلام، محض مادی ثقاافت کی جانب جا رہا تھا۔

۶۔ عام طور پر عرب ترقی یافتہ کاشتکاری کے سلسلہ میں بے رغبت رہے۔ کیوں کہ زمینوں کی ملکیت کے سلسلہ میں اسلام کے ارث و میراث کے قوانین کے مطابق زمینیں کلروں کلروں میں بٹ جایا کرتی تھیں، اس کے علاوہ حکومتی اہم کارمحصولات پر زکات وصول کر لیا کرتے تھے۔ لہذا بہتر اور پر شمر کاشتکاری کو اپنانے میں کاشت کاروں کے حوصلہ پست ہو جایا کرتے تھے۔ ص ۵۰

۷۔ موئگمری، باروں، نامی ایک قلم کار سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔ ہمیں اس کی توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ عربوں میں یونانیوں کی طرح طاقتور صاحب ذوق، علمی اور فکری صلاحیتوں کی مالک تہذیبی اصولوں کی پابندیں سلیں پیدا ہوں۔ بلکہ عرب تو یونانیوں کے نقشہ قدم پر چلنے والے ہیں۔ ان کا علم یونانیوں کا ہی ورثہ ہے جسے انہوں نے سنبھالا، اور بعض موارد میں اسے پروان چڑھا کر اس میں وسعت بخشی۔

اس کے بعد موئگمری لکھتے ہیں۔۔۔ باروں جیسے افراد کے نظریات کو مدنظر رکھتے ہوئے، عربوں کے کارناٹوں کا صحیح اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ ص ۶۷

۸۔ مسلمانوں میں اعلیٰ تعلیمات محض مذہبی اور دینی تعلیمات سے مخصوص تھیں اور اس میں بھی سب سے اہم فقد کی تعلیم تھی، دوسرے غیر مانوس علوم کو بھی مدارس جیسے دیگر معمولی مرکز میں بلا ضابطہ انداز میں پڑھایا جاتا تھا۔ اسی لئے ایک عام مسلمان عالم یونانی علوم سے بہت کم آگاہ تھا سوائے فلسفی نظریات کے، جو کہ مغز لہ کے الہیاتی آثار میں خاص اہمیت کے حامل تھے۔ نویں صدی میں یونان کے فلسفی آثار کے ترجموں کی بھرمار ہوئی لیکن آٹھویں صدی میں

ہم ایک آدھ تر جموں سے زیادہ نہیں دیکھتے۔ ص ۸۷

۹۔ مسلمانوں میں جنگ کے لئے مذہبی ولولہ اس وقت تک ظاہر نہیں ہوا جب تک عیسائیوں میں یہ ولولہ پروان چڑھے خاصاً وقت گز رگیا۔ اگرچہ عام طور سے اپین کو فتح کرنا اور گرمی کے موسم میں ہونے والے حملات کو جہاد کا نام دیا جاسکتا ہے۔ لیکن جنگ میں شہید ہونے والے لوگوں میں مذہبی تعصُّب بہت کم تھا، اور یقیناً وہ سب غنیمت کے حصول کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ تقریباً دسویں صدی کے آخر تک مذہبی رجحانات اور خاص کر روزمرہ زندگی میں دینی تعلیمات اور احکام کی پابندی کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی۔ ص ۸۹

۱۰۔ صدیوں تک عیسائیت کے حق میں سب سے بڑا دشمن اسلام تھا جو اپین سے لے کر دریائے میڈیٹریئن اور سوریہ تک اپنے تسلط کو جمائے ہوئے تھا اور ظاہرالبغیر کسی روک ٹوک کے مشرق اور جنوب کی جانب اپنے تسلط کو پھیلاتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ <sup>۲۰۰</sup> اتک بھی مغربی یورپ کے عام لوگوں کا تصور یہ تھا کہ اس دنیا کا آدمی سے زیادہ حصہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہے، نیز بہت سے لوگ عربوں کی ثقافتی برتری سے آگاہ تھے جنہوں نے عربوں کو اپین، سسل اور دوسرا علاقوں میں دیکھا ہے وہ عربوں کے مذہب کی فویقیت اور برتری کے سلسلہ میں ان کے مستخدم اور سچے عقیدوں کے شاہد اور گواہ ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ عرب مسلمانوں کے سلسلہ میں یورپیوں کا تصور اس شخص کی طرح تھا جس نے اپنے اندر بہت ساخوف اور تھوڑے سے کمالات کو اکھٹا کر لیا ہو۔ ص ۹۹

۱۱۔ عربوں کے سلسلہ میں مغربی یورپیوں کا تصور دو منفرد عصر کا حامل تھا۔ ایک طرف یہ مخدوف تھا تو دوسری طرف اعتراضی عقیدت تھی۔ گیارہویں صدی کے آخر میں <sup>۱۰۸۵</sup>ء میں طیبلہ پر مسلمانوں کے قبضہ کے بعد <sup>۱۰۹۱</sup>ء میں سسل پر مکمل فتح اور <sup>۱۰۹۹</sup>ء میں ارشلیم پر قبضہ کے بعد مسلمانوں سے یورپیوں کا خوف از حد شدید ہو گیا، یہ بارہویں صدی کی بات ہے کہ یورپی دانشوروں میں عرب مسلمانوں کی علم و فلسفہ میں کاوشوں کی قدر دانی کے ساتھ ان کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا، اور ان کے ترجمہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ ص ۱۰۳

۱۲۔ طبابت میں دوسرا قدیمی مدرسہ، ہو سکتا ہے کہ سالِ نو کا ہی ایک شعبہ ہو جو کہ شہرِ موں پلہ میں واقع تھا۔ <sup>۱۱۲</sup>ء کی تاریخ میں ملتا ہے کہ پیرس کے طالب علم طبابت کے مسائل میں تحقیقات کے لئے ”مون پلہ“ جایا کرتے تھے، جہاں عرب، یہودی اور عیسائیوں کی مغلوب آبادی تھی اور دسویں صدی کی ابتداء سے جنوبی اپین کے مدارس سے وہاں کا بہت ہی گہر اتعلق تھا۔ لہذا یورپ میں طبابت کے عروج اور ترقی میں مون پلہ کا کردار اس سے کہیں وسیع اور اہم ہے جتنا عام طور سے بیان کیا جاتا ہے۔ ص ۱۱

۱۳۔ وہ پہلے افراد جنہوں نے اس کی صحیح تصور پیس کی ہے۔ ظاہری بات ہے وہی ابتدائی دور کے متجمیں ہیں جن کا تذکرہ ہم پہلے کرچکے ہیں۔ بدروالغنو سوارہ ہوئی صدی کے ابتدائی دور کا وہ تازہ یہودی مترجم ہے جس نے اسلام کے



بارے میں تحقیق کرنے کا اعلان کیا۔ اس کا کام، اسلام کے بارے میں دقيق اطلاعات پر حاوی ہونے کے لحاظ سے  
متاز حیثیت کا حامل ہے۔ لیکن وہ عالم لوگوں کی نظر میں اسلام کی تصویر بنانے میں کوئی خاص کردار ادا نہ کر سکا۔ ص ۱۷  
جگنوں کی اہمیت کس قدر کم ہے۔ انہوں نے اپنی مفصل کتاب میں دریائے میڈیاٹرین کے تسلط کے بارے میں صرف  
چند پیرا گراف اور ارشلیم کی مساجد اور مذہبی عمارتوں کے سلسلہ میں چند جملہ ہی تحریر کیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ صلیبی  
جگنوں کو عالم اسلام کے ایک وسیع حصے میں وہی اہمیت حاصل تھی جو کہ انیسویں صدی میں ہندوستان کے مغربی شہابی  
حصے میں جگنوں کی برطانیا میں اہمیت تھی۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ عالم لوگ اس سے بہت کم آگاہ تھے۔ ص ۱۳۹

۱۵۔ اسلام کے سلسلہ میں مغربی یورپیوں کے جذبات، ایک وسیع ملک میں محروم طبقہ کے کلپے ہوئے جذبات کی  
طرح تھے، انہوں نے ہر محروم طبقہ کی طرح، اعلیٰ طبقہ کے مقابلہ میں اپنی محرومیوں کی تسلی کے لئے، مذہب کی پناہ  
لی۔ یورپیوں میں اسلام کی تحریف شدہ تصویر کو پھیلانے میں اپنی اس خفارت کی بھرپائی کا جذبہ بہت حد تک کا فرماتھا  
اور اسلام کی اس نئی تصویر کو پیش کرنے والے بیادی عناصر میں سے ایک پادری پھرس تھے جنہوں نے تولد و نامی  
سلسلہ و ارتھیوں میں اسلامی نظریات کا خلاصہ اور اس کی روپیش کر کے اس سلسلہ میں خاصی کوشش کی ہے۔ ص ۱۴۱

### غلط بیانیوں کا جواب

مونٹ گمری بہت سی حقیقت بیانیوں کے باوجود بہت سی جگہ بڑی بڑی غلطیوں کا مرتبہ بھی ہوا ہے۔  
یہاں ان تمام غلطیوں کی نشاندہی اور ان کا جواب دینا تو ممکن نہیں ہے، لہذا صرف چند غلطیوں کی طرف نشاندہی پر  
اکتفا کی جا رہی ہے۔

۱۔ مونٹ گمری کا یہ دعویٰ کہ اسلامی جہاد، عرب بدوؤں کی غارنگریوں کے مشابہ ہے۔ سراسر غلط دعویٰ ہے کیوں کہ  
اسلامی جہاد، نہ مقصد، نہ محکمات، نہ شکل و صورت اور نہ ہی حملے کے طرز اور انداز کسی جہت سے بھی بدوؤں کی غارت  
گریوں سے قابل موازنہ نہیں ہے۔ چونکہ آخر مسلمان مجاهد، اسلام کے آسمانی پیغام کو دوسروں تک پہنچانے میں  
رکاوٹوں سے مقابلہ کے لئے خدا کی راہ میں میدان جنگ میں قدم رکھتے ہیں اور اس کے برخلاف بدوؤں کی غارت  
گری انتقامی جذبہ کے ساتھ شرپسندی اور دنیا طلبی کے بنا پر ہو کرتی تھی۔ اسی طرح سے دشمنوں کے ساتھ مسلمانوں  
کا جنگی سلوک بھی بدوؤں سے بالکل مختلف تھا، چونکہ مسلمان جس جگہ کو فتح کرتے تھے وہاں کے باشندوں کو تین  
چیزوں کا اختیار دیتے تھے اور جنگ کرنا اور ان کی زمینیوں پر بقشہ کرنا، ان تینوں میں سے آخری حالت ہو کرتی تھی۔  
ورنہ اگر وہ ایمان لے آتے یا جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو جاتے تو امن و آرام اور سکون کیسا تھا اپنی زندگی بس رکر سکتے

تھے، لیکن بدوؤں کے اپنے مقابلہ کو صرف نا بود کرنے پر تلے رہتے تھے۔ ص ۲۲۶

۲۔ کیا یہ بات قابل قبول ہے کہ مسلمانوں نے فتح شدہ علاقوں کے عوام پر اپنے عقائد کو زبردستی تھوڑتے تھے؟ اگر ہم تہذیب و تدنی کے اہم مفہوم کو مد نظر قرار دیں جس میں عقائد، آداب و رسم، فنون، ادبیات وغیرہ سب شامل ہیں تو اس وسیع مفہوم کی روشنی میں موٹگمری واث کے دعوئے منطقی اعتبار سے بھی کھرے نہیں اترے، کیوں کہ کسی قوم کا وہ بھی یورپ جیسی قوم جو کہ موٹگمری واث کے مکان میں تہذیبی اور تمدنی اعتبار سے فاتح مسلمانوں سے برتر و بالاتر تھے۔ ایسی برتر قوم کا تہذیبی اعتبار سے مغلوب ہو جانا عقلی لحاظ سے قابل قبول نہیں ہے۔ البتہ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمانوں نے دوسروں کی تہذیبی خوبیوں سے خاص کر یورپ کی تہذیبی خوبیوں سے استفادہ کیا ہے۔ ص ۳۲  
۳۔ مونٹ گمری کا اس بات پر اصرار ہے کہ مسلمانوں نے دوسروں کے افکار اور علوم کو انکے احسان کا اعتراض کئے بغیر لے لیا ہے اور اسے عربی مصادر سے نکلے ہوئے انکار سمجھ بیٹھے ہیں، لیکن ان کا یہ دعویٰ سراسر بے دلیل اور بے بنیاد ہے کیوں کہ پورا دگار عالم کی حمد و ثناء کی بارگاہ میں راز و نیازِ منجم حقیقی کے حضور شکر گذاری اور قادر مطلق سے دعا اور زاری، ہر آسمانی ادیان کی طرح بلکہ ان سے بھی اعلیٰ انداز میں اسلام میں بھی موجود ہے اور ایسی کوئی دلیل، کوئی اشارہ ایسا نہیں ملتا جس سے پتا چلے کہ ان تعلیمات کو پیغمبر اسلام نے عیسائیت سے لیا ہوا۔ ص ۳۳

۴۔ مونٹ گمری واث نے یہ لکھا ہے کہ اسلام ابتداء میں تجارت اور سرمایہ دار لوگوں کا منہب تھا، مونٹ گمری واث یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پیغمبر کا تعلق ایک تاجر گھرانے سے تھا اور خود انہوں نے بھی تجارت کے سلسلہ میں متعدد سفر کئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر اسلام تاجر نہیں تھا اور خود بھی تجارت کے سلسلہ میں صرف دو شرشمیں کی جانب کیا تھا، وہ بھی محض معیشت کی بجائی کے لئے، لہذا آپ کو مکہ کے تجارتی صفت میں نہیں گناہ سکتا ہے۔ پیغمبر اسلام میں روحانی انقلاب، تجارت کے سفر یا تجارت و دولت کے مرکز یعنی مکہ میں زندگی بسر کرنے کی بنا پر نہیں ہوا ہے اگر واقعی پیغمبر تاجر یا تجارت پیش ہوتے تو سرمایہ داروں اور سرمایہ داری کے خلاف قیام کیوں کرتے؟ کیوں ان کے اکثر اصحاب اور پیروکار غریب ہوتے اگر وہ تاجر ہوتے اور دولت کے دلدادہ ہوتے تو کیوں قریش کی جانب سے مسلسل مال و ثروت و دولت کی پیش کش کو مسترد کر دیتے تھے؟ پیغمبر اسلام اپنے مکمل دور اقتدار میں بھی جنکی غنائم کو اپنے اصحاب کے درمیان، یا حتیٰ ابوسفیان جیسے تازہ بنے ہوئے مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیتے تھے، جبکہ وہ اپنے لئے اٹھا سکتے تھے یہاں تک کہ پیغمبر اسلام نے اپنی بعض ازواج کی جانب سے غنائم میں زیادہ حصہ کے مطالبہ پر، خدا کے حکم سے ان سے دوری اختیار کر لی اور اس وقت تک ان کے پاس نہیں گئے جب تک کہ وہ سادہ زندگی بسر کرنے پر رضا مند نہیں ہو گئیں۔ ص ۳۹

۵۔ اسلام نہ صرف دوسرے ادیان کی طرح کاشتکاری کی جانب ترغیب نہیں دلاتا بلکہ دھقانوں اور کاشت کاروں

کے حوصلوں کو پست بھی کر دیتا ہے۔ مولف کا یہ بلا دلیل دعویٰ، حقیقت کے سراسر برخلاف ہے کیوں کہ سرز میں حجاز میں اگر کاشنگاری کی جانب رغبت نہیں پائی جاتی تھی تو وہ پانی کی قلت کی بنا پر تھی لیکن ظہور اسلام کے بعد پیغمبر اسلامؐ کی تاکیدوں کے زیر اثر مسلمانوں نے احیا اموات یعنی مردہ زمینوں کو بھی زندہ کیا اور زراعت اور کاشنگاری کو بہترین آمدی فرار دیا، لہذا اسلام کے بعد کاشنگاری کو کافی فروغ ملا ہے۔ ص ۲۰

۲۔ صلیبی جنگوں کے عوامل کے سلسلہ میں موئلم مری واث یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سب سے اہم وجہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان آپسی دشمنی تھی کیا ان کا یہ تجزیہ درست ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کے صلح و دوستی کے پیغام کے ذریعہ مسلمانوں سے قربت حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن کلیسا کے ٹھیکے داروں کی شیطتوں اور حکومتی عبده داروں کی سازشوں اور دیگر عوامل کے تحت زیادہ تر عیسائیوں کی جانب سے پیغمبر اسلامؐ کی حقیقی اور خوبصورت تصور پیش کرنے کی بھی کوشش ہوتی رہی لیکن اکثر بے نتیجہ واقع ہوئی۔

ان عیسائیوں کا کہنا ہے کہ ہم نے عیسیٰ مسیح کے ہنسے یا مسکرانے کے بارے میں کبھی نہیں سن، لیکن پیغمبر اسلامؐ ہنسے مسکرانے والے خندہ رو تھے۔ پیغمبر اسلامؐ نے اپنے دین کو عیسیٰ مسیح کے دین سے الگ پیش کرنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ دونوں کا آسمانی افاقت اور الہی مقصد ایک ہی ہے۔ مسیحؐ اور محمد تاریخ کی عظیم الشان ہستیاں و مختلف اہداف و مقاصد کے ساتھ نہیں بلکہ خداوند عالم کی جانب سے عظیم رسالت لے کر آئے اور دونوں کا مقصد بشریت کی فلاح، بہبود اور ان دونوں کا پیغام واحد تھا، لہذا قرآن و تحریف شدہ انجیل میں تصویر خدا میں ذرہ برابر فرق نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کا دین، توریتی اور انجیلی دین سے مختلف اور جدا نہیں ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں سے مسلمانوں کا اختلاف انجیل اور توریت کے تحریف ہونے پر ہے ورنہ اصل انجیل اور توریت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ پیغمبر اسلامؐ سے، اہل مغرب کی خالف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے ایک حکومت قائم کی جبکہ عیسیٰ مسیح نے کوئی حکومت نہیں بنائی۔ ص ۱۰۳-۱۰۴

۷۔ مصنف نے اپنی کتاب کے مختلف صفحات میں پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں بعض ایسی باتیں تحریر کی ہیں جو کہ قطعی نادرست ہیں، جن میں سے کچھ کا یہاں ہم جواب دیں گے۔ یقیناً پیغمبر اسلامؐ کے سلسلہ میں بعض ایسی داستانیں گڑھ دی گئیں ہیں جو سراسر جھوٹ ہیں۔ البتہ ان میں سے بعض صحیح، روحانی اور قبل اعتماد بھی ہیں۔ مسلمان پیغمبر اسلامؐ کی ولادت سے متعلق ایسی بہت سی داستانوں کو صحیح اور منطقی جانتے ہیں، لیکن ایسی بہت سی گڑھی گئی خیالی داستانوں کو جن میں پیغمبرؐ کی جہالت، خوف و وہشت اور خود کشی پر آمادہ ہونے کا ذکر آیا ہے انہیں غیر مستند، غیر منطقی

قرار دیتے ہوئے رکرتے ہیں۔ پیغمبر اسلام کبھی بھی پھوٹ کر نہیں روتے اور کبھی بھی بتوں سے رواداری نہیں برتبی، مالک کی اجازت کے بغیر کبھی بھی اس کی ذاتی ملکیتوں میں تصرف نہیں کیا۔ کبھی بھی نفسیاتی بحران، خودخواہی، خود پسندی، غرور، گھمٹ اور تکبر کا شکار نہیں ہوئے۔ اپنے آسمانی سفر مراجع میں شراب نہیں پی۔ جب عبداللہ بن ابی نے غصہ میں آ کر گریبان پکڑ لیا تو آپ نے اس پر غصہ نہیں کیا۔ کبھی بھی فریش کے اپنیوں کے ساتھ سخت الجہہ میں گفتگو نہیں کی۔ اپنے دشمنوں سے مقابلہ میں اسلامی اخلاق و کردار کو کبھی نہیں بھلا کیا۔ کیا یہ درست ہے کہ صلح حدیبیہ کے صحیح ہونے کے سلسلہ میں پیغمبر اسلام، امام سلمہ سے پوچھیں؟ اور وہ صلح کے سلسلہ میں مسلمانوں کی مخالفتوں کو کم کرنے کے لئے پیغمبر اسلام کو ہدایتیں دیں؟ پیغمبر اسلام کا ابن ابی کی قبر پر آن نما مش، دکھاو، عوام فرمی یا کسی کوڈرانے کی غرض سے نہیں تھا، اور نہ انہیں ان سب کی کوئی ضرورت تھی بلکہ آپ الہی فرض کو نجھانے انسانیت کے فرائض کو ادا کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ ص ۲۲-۲۳-۲۰-۱۲۲-۱۳۰-۱۳۳

۸۔ مسلمان، حضرت محمد کو بت کی طرح پوچھتے ہیں، ظاہرا مونٹ گمری واث نے یہ بات دوسرے مغربی دانشوروں سے نقل کی ہے لیکن ان کا انداز تائید یہ ہے۔ تو کیا یہ بات درست ہے؟ ہرگز نہیں۔

دین اسلام ایک الہی دین، بلکہ ان میں بھی برترین، اور کامل ترین دین ہے۔ جس میں مسلمانوں کو یہ اجازت نہیں ہے کہ عیسائیوں کی طرح اپنے پیغمبر کی عبادت کریں یا ان کے مقام و منزلت میں خدائی کے قائل ہو جائیں۔ یہ دین اور اس کے احکامات ایسے ناصحتہ اور ناخالص نہیں ہیں جس کا انجام اور نتیجہ پیغمبر کی عبادت پر تھی ہوا اور اگر کہیں گوشہ میں کوئی نادان ایسے اعمال کا مرکب بھی ہوا ہو، تو اس کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے، بلکہ ایسے اعمال مختلف عوامل کے تحت انجام پاتے ہیں ان میں سے ایک یہی سازشیں ہیں جو مغربی طائفیں اسلام اور مسلمین کے خلاف رج رہی ہیں، تاکہ لوگ صحیح اور حقیقی اسلام سے آگاہ نہ ہو سکیں۔ ص ۱۲۷

۹۔ موغلمری واث کا مانتا ہے کہ جنہی روابط کے سلسلہ میں اسلام نے افراطی راستوں کو کھول رکھا ہے جبکہ جنہی لذتوں کے سلسلہ میں اسلام نے نہ صرف یہ کہ افراط کی دعوت نہیں دی ہے بلکہ اس سلسلہ میں حد اتعمال رعایت کو تقوی اور انسانیت کا لازمہ قرار دیا ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ کوئی مجاہدہ شکم اور شہوت میں عفت برتنے سے بڑھ کر نہیں ہے، اسی طرح حضرت علی علیہ السلام عفت، حیا، اور پاک دامنی کو سب سے بڑی اور عظیم عبادتوں میں شمار کرتے ہیں۔ اسلام کبھی بھی جنی بے راہ روی کو جائز قرار نہیں دیتا، ہم جنہی کو سب سے گھوننا، فتح ترین عمل قرار دیتا ہے، مفاربت کو محض بقاء نسل، گناہوں

سے حفاظت، اور دل کو شہروں کے الجھاؤ سے بچانے کے عمل کو مدد و حمایت فراہم کرنا ہے، وہ ہر قسم کے افراط کو ناپسند فرار دیتا ہے کیونکہ افراط، دل و دماغ اور جسم کو کمزور بنادیتا ہے۔ ص ۱  
**تجزیہ اور تحلیل**

کتاب کے ثابت اور منفی نکات کا مختصر جائزہ لینے کے بعد کچھا ہم سوالات پیش آتے ہیں کہ مومن گمراہی و اٹ نے صحیح اور غیر صحیح مطالب کو آپس میں مغلوط کیوں کر دیا؟ کیا وہ حقائق کو فن اور جھوٹ کو حق ثابت کرنا چاہتے تھے، یا یہ کہ وہ صرف عالمانہ نفتوکرنا چاہتے تھے اور اچھائیوں اور برائیوں کو حقیقت بیانی کی پیرائے میں بیان کرنا چاہتے تھے؟ ا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب بھی اسلام کے خلاف مغرب کی تاریخی سلسلہ وار یغاروں کی ہی ایک کڑی ہے۔ البتہ زم لب ولہجہ اپنا کر زیادہ ہوشیاری اور عیاری کے ساتھ۔ اسلام صدیوں سے مغرب میں انجی اور دشمنی جیسے کلمات کے ساتھ مساوی ہے۔ ایسے ماحول میں اسلام اور مسلمین کے سلسلہ میں ہر تحریر کو تہری طور سے شک کی زگاہ سے ہی دیکھنا چاہئے۔ خاص کر اس وقت جب اسلام دشمنی کے عالم بھی سامنے آنے لگیں۔ مصنف اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ اسلام کا مقابلہ صرف باتوں سے ممکن نہیں ہے، لہذا بہت سے دیگر مغربی قلم کاروں کی طرح وہ بھی عالم اسلام اور مسلمین میں ایک خاص نئی تہذیب کو پروان پڑھانے میں منہمک ہیں اور اس سلسلہ میں غیر واقعی اندرا کو راجح کر کے کوشش کر رہے ہیں کہ عالم اسلام اور مسلمین میں مخصوص ثقافتی، سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی روایوں کی عادت ڈال دیں، تاکہ ایسا اسلام راجح ہو جائے جس سے مغرب کو خطرہ لاحق نہ ہو، نہ کہ وہ اسلام جو کسی زمانے میں یورپ کے مرکز میں بھی اپنا اثر چھوڑ رہا تھا۔ ص ۱۳۲

۲۔ پوری کتاب میں مسلمانوں کے بجائے لفظ اعراب اور اسلام کے بجائے مسلمانوں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، لفظوں کا یہ انتخاب، نہایت ہوشیاری، عیاری اور سازشی مقاصد کے تحت انجام دیا گیا ہے کیونکہ عالم اسلام میں کسی کا یہ مانا نہیں ہے کہ سارے مسلمان یا عرب مسلمان یا ان میں سے کوئی گروہ یا اسلامی اور عربی ممالک میں سے کوئی ملک اس طرح سے صحیح، نیا تلا اور اسلامی طرز پر عمل کرتا ہو کہ ان میں اور اسلام میں فرق نہیں کیا جاسکتا ہے۔ سب اس پر یقین رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا اور عربوں کا اخلاقی اور عملی رکھرکھا اگر اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو بھی تو اس قدر ہے جتنا اور جیسا انہوں نے اسلام سے سمجھا ہے اور اپنی شعوری سطح کے لحاظ سے معرفت حاصل کی ہے۔ اس حقیقت کو نظر انداز کر کے، اس کتاب کا ہر پڑھنے والا سخت شک و شبکا شکار ہو جائیگا۔

۳۔ اجتماعی حیات کو چلانے میں اسلام کو ناکار آمد ثابت کرنا، بہت پرانا اور تاریخی حرہ ہے لیکن مصنف نے اسلام کو

ناکار آمد ثابت کرنے کے لئے نہایت ہوشیاری کے ساتھ، براہ راست اسلام کو نہیں بلکہ عربوں اور دیگر مسلمانوں کو نشانہ بنایا ہے۔

اگر اسلام کو ناکار آمد ثابت کرنے میں کامیابی مل جائے تو قبری طور سے مسلمان بھی پیچھے ہٹ جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغربی طاقتوں نہیں چاہتی ہیں کہ عالم اسلام ترقی کرے اور وہ اس راہ میں ہر طرح کی رکاوٹیں ایجاد کرتی ہیں۔ کیوں کہ اسلامی ممالک کی ترقی اور پیش رفت سے مغربی تہذیب کا وجود خطرہ میں پڑ سکتا ہے۔ مغربی تہذیب مادی ترقیوں کے دم پر زندہ ہے، اگر اس کا م مقابل آجائے تو اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے اس کے پاس کچھ نہیں پچھا گا۔ مغرب اسلام کو ناکار آمد ثابت کرنے کے لئے مختلف حربوں کو اپنانے کے ساتھ، مسلمانوں کی زندگی کے عام رکھ رکھا و کی حقیقوں کو تحریف کرنے اور اسلام کو شدت پسند دین قرار دینے میں مصروف ہے اور یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہے کہ ناممکن ہے کہ اسلام غیر مسلم معاشروں کی زندگیوں کو سنبھالنے میں اپنا کوئی ثابت گھر اور قبل قبول کردار ادا کر سکے۔ ص ۱۳۲

۲۔ اس کتاب کا پیغام یہ ہے کہ اگر عالم اسلام میں مشکلات تھیں اور ہیں اگر مغربی طاقتوں نے گذشتہ چند صد یوں سے عالم اسلام کو اپنے استعماری قبضہ میں لیا ہے، اگر ترقی یافتہ دنیا میں اور عالم اسلام میں دن بدن کشمکش بڑھتی چلی جا رہی ہے تو اس میں مغربی ممالک کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے ساتھ بڑھتے ہوئے مذہبی، نسلی اور قومی اختلافات میں تمام ترقصور اسلام مسلمین اور مسلم ممالک کا ہے، البتہ مصنف مغربی ممالک کی بعض کوتا ہیوں کا جواب دیتے ہوئے اسے غیر قبل حل، یقیدہ اور لا اعلان قران نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ یورپی معاشرہ میں موجود مسائل قبل حل، غیر بنیادی، وقتی اور مسلمانوں کے ہی ایجاد کردہ ہیں (فصل دوم تجارت اور گلناولی)۔

۵۔ عالم اسلام کا اتحاد، مغرب کے لئے یقیناً گوار ہے اور اگر ان کے اس اتحاد کا رخ مغرب دشمنی کی جانب ہو تو پھر غیر قبل برداشت ہے۔ البتہ مغرب کو یقین ہے کہ مسلمانوں کے مفادات ایک دوسرے سے اس قد ر مختلف ہیں کہ کسی واحد مجاز کے بننے کی راہ ہموار ہونا، غیر ممکن ہے اور اگر ایسا نہیں ہو تو ان کی پوری کوشش ہے کہ مسلمانوں میں یہ فکر یہ اندیشہ رسونگ کر جائے۔ اس کتاب میں جگہ جگہ مسلمانوں کی اور مسلم حکمرانوں کی ہمدردی، ان کے جملوں اور یورشوں کا ذکر کیا گیا ہے، البتہ اگرچہ ان حقیقوں سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا، لیکن انہیں بڑھا چڑھا کر ذکر کرنا بھی یقیناً بے مقصد نہیں ہے۔

۶۔ اس کتاب کے ایک اہم مقاصد میں سے جیسا کہ واضح اور وشن ہے، اسلام کے خلاف مقابلہ آرائی کی راہ دکھانا



ہے۔ خاص کر ان مسلمانوں کے خلاف جو دنیا بھر میں اسلامی احکام کے نفاذ کے لئے پایداری کے ساتھ کوشش ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کی تباہیز میں سے ایک یہ ہے کہ عام مسلمان مغربی ممالک کے ساتھ مل کر یہ کوشش کرنے کے حقیقی اسلام کے پیروکاروں یا ان کے بقول شدت پسندوں کامل کر خاتمہ کر دیں۔ مونٹ گمری واث کی تحریروں میں اسلام اور مسلمین کو بدنام کرنیکی کوشش جگہ جگہ واضح طور سے نظر آتی ہے۔

### مصنف کے اہداف و مقاصد

۱۔ اسلام کے خلاف اہل مغرب کے دشمنانہ موقف کے سلسلہ میں اگر کوئی مصنف یہ ثابت کر لے جائے کہ یہ اسلام کے بارہ میں ان کی نا آگاہی یا کم آگاہی کی بنا پر ہے تو انہیں مسلمانوں کے خلاف ہر طرح کے جرم اور عدمی اشتباہات کے ارتکاب سے بری کر سکتا ہے۔ اس تناظر میں مونٹ گمری واث اپنی تحریروں میں اسی مقصد کے حصول کے لئے کوشش ہیں۔ اس لحاظ سے کوئی بڑی بات نہیں ہے اگر عیسائی اسلام کو کلیسا ایسی عیسائیت کے غلط اقتباس کے طور پر نصویر کریں۔

۲۔ وہ تصویر جو پیغمبر اسلامؐ کے بارہ میں پیش کی جاتی ہے، تقریباً ایک معمولی انسان کی تصویر ہے، مصنف نہایت چالاکی کے ساتھ حضرت محمدؐ کو وہ تصویر پیش کرتا ہے جو یہود یوں اور عیسائیوں میں ایک عام انسان کی ہے جو گنگہ کار بھی ہے جبکہ حضرت محمدؐ انسان سے بہت برتاؤ بالاتر و عظیم تر ہیں۔

۳۔ عہدگزاری کے مسائل کو عہد حاضر کے مسائل میں ملا دینا ظاہراً اسے جذاب اور بہتر پیش کرنے کی غرض سے انجام پاتا ہے، لیکن اس کے اور بھی چھپے ہوئے اہداف ہیں، جیسے ماضی اور حال کے مسائل کو مختلف حالات سے قطع نظر اور ان کے شرائط و حدود کو اس طرح الحجاج دیا جائے کہ پڑھنے والا ان میں تمیز نہ دے پائے اور الجھ کر رہ جائے۔ ایسی صورت میں مصنف کی طرف سے جو کہا جائے جھوٹ یا تجھ پڑھنے والا سے آسانی کے ساتھ کوئی کرے گا۔

۴۔ مونٹ گمری کی تحریر بتاریخی ہے کہ وہ بھی دیگر مغربی فلمکاروں کی طرح صحیح اور غلط کو پرکھنے میں مغربی میماروں کے استحکام کا ذریعہ ہیں، شاید اسی لئے مصنف پیغمبر اسلامؐ کے روحاںی حالات کو قلم بند کرنے سے گریز کرتا ہے، یا اگر بھی مسلمانوں کی خوبیاں، قوتیں اور قوانینیوں کا تذکرہ کرتا بھی ہے تو اسے لفظ احتمال کے ذریعہ ہلاکا کر دیتا ہے۔

### حصول مقصد کے لئے مصنف کا طرز و اسلوب

الف۔ اپنی بات منوانے کے لئے مناطق کو اعتماد میں لینا۔۔۔ یہ وہ روش ہے جس کی بنا پر مونٹ گمری واث نے جگہ جگہ تاریخی حقوق سے مسلمانوں کی بعض خوبیوں کو بیان کیا ہے، لیکن انہیں کے درمیان تنقید و طعن کا نشر لگایا ہے، وہ جہاں مسلمانوں کے حق میں دفاع کرتا نظر آتا ہے وہیں کسی بات کو جھٹلاتا اور کسی حقیقت کو شک کے دائرہ میں لے آتا ہے۔

ب۔ نئے راجح طرز و اسلوب اور جدید الفاظ و اصطلاحات کے ساتھ تحریر کرنا اگرچہ بہتر تفہیم کے لحاظ سے حسن مانا

جاتا ہے لیکن ساتھ میں عہد گذشتہ کے مطالب کو پر انا اور مجہبی بنادیتا ہے۔ اس طرح سے قاری ان واقعات کے حقیقی بیانوں سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے ان سے دل برداشتہ یا حقیقی ہر انسان ہو جاتا ہے مونگری نے اپنی کتاب میں اس روشن سے بھی بھر پور فائدہ اٹھایا ہے۔ جدید اصطلاحات کا بار بار دہرانا اور ان پر تکیہ کر کے عہد گذشتہ کے مطالب کو بیان کرنا ایک مغربی پڑھنے والے کوکل کی ہونے والی روداد کے سلسلہ میں تضاد اور اجنیت کے احساس سے دوچار کر سکتا ہے مثال کے طور پر مصنف کی کوشش ہے کہ اسلام میں تعدد و جات یا چند بیویوں کے مسئلہ کو آج کے مغربی تہذیبی میعادروں پر کھر کر نہیا بہت ہو شیاری اور عیاری کی ساتھ غیر قابل قبول ثابت کرے۔

ج۔ کلام کے اندر غیر مر بو طحائیوں کا اضافہ، یہ روشن ہمیشہ محض پیچیدہ اور گھرے مطالب کو آسان کر کے پیش کرنے کے لئے استعمال نہیں ہوتی بلکہ کبھی کبھی قاری کے ذہن کو ان حقیقتوں اور ان نتائج سے دور کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے جسے قاری آسانی سے حاصل کر سکتا ہے، لیکن مصنف نہیں چاہتا کہ قاری نتائج تک پہنچے۔

د۔ نہ تائید، نہ تکذیب مونگری نے بہت سے مقامات پر نہ تائید کر کے اور نہ ہی رد کر کے گز کر اس روشن سے بھی بھر پور فائدہ اٹھایا ہے لیکن چونکہ اس سے پہلے واقعہ اور روداد کے مکمل متفقی اور مادی حرکات کی طرف اشارہ کر چکا ہوتا ہے، لہذا اقہری طور سے قاری کا ذہن ایک غیر واقعی چیز کی واقعی ہونے کی جانب چلا جاتا ہے۔

مصنف بعض مواقع پر اسلام اور مسلمین کے سلسلہ میں بدین کل اور آج کے مغربی نظریات کو بیان کر کے بغیر کسی تبرہ کے بغیر تائید اور تکذیب کے اور بنادفاع کے گزر جاتا ہے۔

### نتیجہ

کتاب کی تمام کمیوں اور کینہ پروریوں کے باوجود مونگری نے اسلامی تمدن اور مسلمانوں کی تصویر، مرتد سلمان رشدی کی کتاب شیطانی آیات یافلوسر کی کتاب ”احساس حصار“ کے مقابلہ میں شفاقت اور روشن تر انداز میں پیش کی ہے۔ لیکن پھر بھی کتاب قرون وسطائی یورپ پر اسلام کے اثرات کو ایک ملام انداز کی شیطانی آیات ہی کہا جا سکتا ہے، کیوں کہ اس کتاب کا مغربی قاری اسلام کی مکمل حقیقت یا پیشتر حقیقتوں سے ہرگز آگاہی حاصل نہیں کر سکتا۔ درحقیقت اس کتاب کے ہر مشرقی یا مغربی قاری میں نہ صرف یہ کہ اسلام، پیغمبر اسلام اور مسلمین کے بارے میں عقیدت کا اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اکثر موارد میں وہ خخت شک و شبہ کا شکار ہو جاتا ہے۔

مونگری واث ظاہر میں اسلامی تمدن کے اثرات کو بیان کرنا چاہتا ہے، لیکن کیا اسلام اور اسلامی تمدن سے نابدد کسی مغربی قلم کار سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ایک آگاہ اور دیندار مسلمان کی طرح اسلام، اسلامی تمدن اور پیغمبر اسلام کے بارے میں صحیح طور سے کچھ بیان کر سکے؟